بہ مہرِ علیؓ گرچہ محکم پیم (سکندرنامہ) زِحُبِّ عمرؓ نیز خالی نیم

تصفیہ مابین سُنّی و شیعہ

تألیفِ لطیف

سیّد پیر مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑا شریف

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

اور سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑو اور الگ الگ نہ ہو

تصفیہ مابین سُنّی و شیعہ

تالیفِ لطیف

عالمِ ربّانی حضرت قبلۂ عالم خواجہ سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

○

بایماء

حضرت سیّد پیر غلام محی الدّین شاہ صاحب قدس سرہٗ

○

باہتمام

جناب سیّد پیر غلام معین الدّین شاہ صاحب مدظلہ العالی

○

بارِ دُوم

مقامِ اشاعت ــــ گولڑا شریف، ضلع اسلام آباد

تاریخ اشاعت :۔ ا ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ، ستمبر ۱۹۹۳ء

خطّاطی :۔ خوشی محمّد ناصر قادری خوش رقم جالندھری
تلمیذ پروین رقمؒ، بنک کالونی سمن آباد ۔ لاہور

مطبوعہ :۔ پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۱۸۔ جی۔ ٹی روڈ۔ باغبانپورہ لاہور ۵۴۹۲۰ فون : ۳۳۴۶۵۸–۳۳۰۵۶۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ وکفیٰ سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ امّا بعد ۔ زیرِ نظر کتاب "تصفیہ مابین سُنّی و شیعہ" حضرت قبلۂ عالم سیّدنا مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تصنیف ہے ۔ اسے آپ کچھ عرصہ اپنے ایک مخلص خان بہادر شیر محمد صاحب مرحُوم سے لکھواتے رہے ۔ مگر یہ سلسلہ اوّلاً بوجہ آپ کی علالت اور بعدہٗ حالتِ استغراق کے منقطع ہو گیا۔ کتاب کی وجہ تالیف حضرتؒ کے خُطبۂ ابتدائیہ سے ظاہر ہے ۔ آپ کی علالت کے دَوران ایک مرتبہ اس کی اشاعت کا ذِکر ہوا تو فرمایا "فی الحال رہنے دو" کتاب کو پڑھنے سے یُوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ کا ارادہ اِس موضُوع پر ایک نہایت ہی مفصّل تصنیف لکھنے کا تھا ۔ اور یہ صفحات ایک طرح کا خاکہ تھے جسے آپ نے بعد میں تفصیلات سے مزیّن کرنا تھا مگر طویل علالت اور استغراق نے یہ صُورت پیدا نہ ہونے دی ۔ راقم الحرُوف نے حضرت قبلۂ عالمؒ کی سوانح حیات "مہرِ مُنیر" لکھتے وقت حضُورؒ کے فرزندِ ارجمند حضرت قبلہ بابُوجیؒ سے اِس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے بھی شائع کرنے کی ضرُورت کا ذِکر کیا تو اُنھوں نے فرمایا "اشاعت سے پہلے اچھی طرح سے نظرِ ثانی کر لو" پھر اُن کی اجازت سے "مہرِ مُنیر" میں اِس کتاب کے چند اقتباسات بھی درج کیے گئے ۔

حضرت بابُوجی رحمۃُ اللہ علیہ کی علالت کے ابتدائی دِنوں میں ایک شام راقم الحرُوف آپ کی آرام گاہ پر حاضر ہوا تو آپ "مہرِ مُنیر" مطالعہ فرما رہے تھے ۔ مجھے دیکھ کر ازراہِ شفقت فرمایا "مولوی صاحب آپ نے اِس کتاب پر بڑی محنت کی ہے ۔ اللہ تعالےٰ قبُول فرمائے ۔ میں اِس وقت اِس میں کتاب "تصفیہ مابین سُنّی و شیعہ" کے اقتباسات دیکھ رہا تھا ۔ واقعی آج کل اِن مسائل پر روشنی ڈالنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ صحابۂ کرام اور اہل بیتِ عظام علیھم الرّضوان کے بارے میں لوگ افراط و تفریط کا شکار ہو کر صراطِ مُستقیم سے ہٹ رہے ہیں" ۔ راقم نے عرض کیا "آپ دُعا فرمائیں کہ یہ کتاب بھی "مہرِ مُنیر" کی طرح منظرِ عام پر آ جائے" ۔ آپ نے ازراہِ تواضع فرمایا "میری دُعا کیا چیز ہے ، خُود حضرتؒ کے اخلاص اور اُمّتِ مُسلمہ کی خیر خواہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُن کی تعلیمات کو عام فرما رہا ہے" ۔ اس کے بعد حضرت بابُوجیؒ کی شدید علالت اور پھر وصال کی وجہ سے اِس کام میں مزید تاخیر ہو گئی ۔ اِس اثنا میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے "فتاویٰ" کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا ۔ اور چُونکہ عوام میں اُس کی مانگ زیادہ تھی ، اِس لیے پہلے "فتاویٰ مہریہ" کا جدید ایڈیشن شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس سے کتابِ پیشِ نظر کی اشاعت میں اور تاخیر ہو گئی ۔ الحمدُ لِلّٰہ کہ اَب یہ دیرینہ آرزُو پُوری ہُوئی اور یہ کتاب قارئین کرام کے سامنے آ گئی ہے ۔ کتاب ہٰذا میں مندرجہ اہم مباحث کا خلاصہ یُوں ہے :۔

۱۔ قرآن و حدیث سے اثباتِ حقّانیّتِ خلافتِ راشدہ ، فضائلِ خُلفائے راشدین و دیگر صحابۂ کرام علیھم الرّضوان
۲۔ حدیثِ قرطاس ، حدیثِ خمِ غدیر اور حدیثِ ثقلین سے متعلّقہ نتائج
۳۔ باغِ فدک اور وراثتِ نبویؐ سے متعلّقہ سوالات اور اُن کے جواب
۴۔ آیتِ مُباہلہ کی تشریح و تفسیر

۵۔ آیتِ تطہیر
۶۔ آیتِ مودّت کی تشریح و تفسیر
۷۔ حدیثِ مدینۃ العلم پر تفصیلی بحث شیخ ابن تیمیہ غفر اللہ لہٗ اور علامہ ابنِ جوزی کے اس حدیث پر اعتراضات اور اُن کے جواب
۸۔ ضرُوری تنبیہ

مذکورہ آیات و احادیث کی تشریح و تفسیر سے حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی قرآن و حدیث اور ان کے متعلقہ علوم میں بصیرتِ تامہ اور مہارتِ کاملہ کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ ان اہم موضوعات کے ضمن میں جو دیگر بیش بہا علمی فوائد ہیں وُہ اربابِ علم و ذوق کے لیے ایک خاص تحفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ عظام علیہمُ الرّضوان کے طفیل راقم الحرُوف اور اس کتاب کی اشاعت اور طباعت میں نمایاں حصّہ لینے والے حضرت کے نیازمندان محمّد حیات خان و محمّد فاضل خان کے لیے اس کارِ خیر کو مُوجبِ فوز و فلاحِ دارین اور سب قارئین کرام کے لیے مُوجبِ سعادتِ دارین بنائیں۔ آمین۔

اَلْعَبْدُ الْمُلْتَجِیْ اِلَی اللّٰہِ الصَّمَدْ

فیض احمد مُقیم دربارِ گولڑا شریف
سوموار ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ
یومِ میلاد شریف
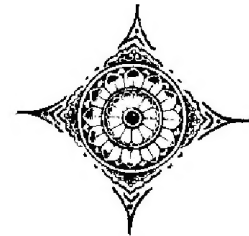
وجہِ تالیف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحَانَ مَنْ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (اقتباس از حدید آیۃ ۳) وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اُنْزِلَ فِیْہِ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (اقتباس از توبہ آیۃ ۱۲۸) وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَعِتْرَتِہِ الْمُطَہَّرِیْنَ بِتَطْھِیْرِہٖ وَعَلٰی اَصْحَابِہٖ وَاَحْبَابِہِ الَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (اقتباس از فتح آیۃ ۲۹) اَلْفَائِزَۃُ مِنْھُمْ بِفَضْلٍ جَسِیْمٍ وَعِلْمٍ عَمِیْمٍ۔ اَمَّا بَعْدُ :-

"تخالفِ مذہبی مابینِ سُنّی و شیعہ کوئی نیا اختلاف نہیں جسے رفع کرنے کے لیے طالبانِ حق موجُودہ زمانہ کے عُلماء سے التجا کریں۔ اس سے قبل سلف صالحین علیہمُ الرّضوان حسب تدبیرِ الٰہیہ وقتاً فوقتاً اہلِ بیتِ کرام سے محبت رکھنے کے وجُوب اور خلافتِ خُلفائے اربعہ کی حقانیّت کے اہم موضُوع پر نہایت شائستہ انداز میں اظہارِ خیال فرماتے چلے آتے ہیں۔ البتہ حال ہی میں اس تخالف میں ایک نئے رُجحان کا اضافہ ہُوا ہے اور یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ اہلِ سُنّت والجماعت ہونے کے لیے ضرُوری ہے کہ انسان اہلِ بیتِ کرام کے خلاف بُغض اور بنی اُمیّہ کے ساتھ محبّت رکھّے۔ حالانکہ اہلِ سُنّت کبھی بھی اس شقاوت میں ملوّث نہیں ہُوئے۔ اور اُن کے عقائد میں رسُولِ پاک کے خاندان سے دوستی و مودّت مدارِ ایمان اور فرض مانی گئی ہے۔ اس نئے رُجحان کی وجہ یہ معلُوم ہوتی ہے کہ ہمارے عُلمائے کرام نے بمقابلہ اہلِ تشیّع اپنے مواعظ و نصائح کی مجالس میں صرف دفعِ مِلاعن و مطاعن کی طرف ہی رُخ کیا۔ اور اہلِ بیت علیہمُ السّلام کے فضائل و مناقب بیان کرنے کی طرف کم توجّہ فرمائی۔ لہٰذا مُخلصی مُفتی غلام مُرتضٰے ساکن میانی اور سیّد صدیق شاہ صاحب اور عزیزی پیر غلام عبّاس صاحب حسنی گھڈی حفظہمُ اللہ تعالےٰ نے شدید تقاضا کیا کہ اس نہایت ضرُوری امر کی طرف توجّہ کی جائے۔ لہٰذا ارشاد کی تعمیل میں اور فرصت اور لیاقت نہ ہونے کے باوجُود یہ چند اوراق جو سلف صالحین علیہمُ الرّضوان کی کُتبِ تاباں سے ماخوذات اور ذاتی عندیات پر مُشتمل ہیں اس غرض سے لکھے جاتے ہیں کہ حضرات ناظرین محظُوظ ہو کر اس سیاہ جریدۂ عالم کو دُعائے خیر سے یاد فرما کر ممنُون فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اُس وقت کی عزّت و جلالت کے صدقے جب اُس نے اِستوا علی العرش فرما کر دُنیا اور دُنیا والوں پر اپنی رحمت کا اجرا بصُورتِ آں رحمۃ اللعالمین فرمایا اُمّتِ محمّدیہ کے ساتھ ستّاری و غفّاری سے معاملہ فرماتے ہُوئے ہم سب کی بخشش فرمائے۔"

نیازمندِ اہلِ بیتِ کرام و اصحابِ عظّام علیہمُ الرّضوان
مہر علی شاہ جعل اللہ اٰخرتہٗ خیرًا من اُولٰہٗ

فہرست مضامین

ا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اثباتِ خلافتِ راشدہ بہ آیاتِ قرآنیہ

رسالہ "برہان الصداقت فی اثبات الخلافت"

میں مندرج سوال اور اُس کا جواب

بعد از حمدِ بے حد و صلوٰۃ بیعد واضح ہو کہ رسالہ "برہان الصداقت فی اثباتِ الخلافت" مؤلفہ جناب نعمت اللہ صاحب لاہوری میری نظر سے گزرا۔ رسالہ مذکور میں اس مضمون کے ضمن میں یہ سوال کیا گیا ہے:۔

سوال کا خلاصہ

خلافتِ شیخین رضی اللہ عنہما کے لیے کوئی نص حدیث یا نص قرآنی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی نص ہے تو انصار کے ایک گروہ اور خیر الابرار امیرِ عرب سیدنا علی علیہم الرضوان نے بیعتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے انکار کیوں کیا اور اپنے لیے مدعی خلافت کیسے ہوئے؟ کیا یہ لوگ آیت یا حدیث استخلاف سے ناواقف تھے؟ اگر نص ہوتی تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی جانب سے درجوابِ قولِ انصار کہ منا امیر و منکم امیر (ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے) و فرمانِ پاک سیدنا علی رضی اللہ عنہ انا عبد اللہ واخو رسول اللہ (میں خدا کا بندہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں) اور نیز "انا احق لھذا الامر منکم لا ابایعکم و انتم اولی بالبیعۃ لی" (میں بہ نسبت تمہارے خلافتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ مستحق ہوں میں تمہاری بیعت نہیں کروں گا بلکہ تم کو میری بیعت کرنی چاہیے) وہ نص کیوں پیش نہ کی جاتی۔

الجواب

ایک نص کیا بلکہ بکثرت نصوصِ قرآنیہ و احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نہ صرف خلافتِ شیخین رضی اللہ عنہما بلکہ خلافت خلفائے اربعہ علیہم الرضوان پر شاہد ہیں مگر چونکہ نصوصِ قرآنیہ میں شخصی طور پر کسی کے نامِ گرامی کی تخصیص نہ تھی۔ صرف کلی طور پر اوصافِ جمیلہ کا ذکر تھا لہٰذا بوجہ نامعلومی شخصیت بوقتِ وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم باہمی تخالف پیدا ہوا۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان نصوص اور ان میں مندرجہ اوصاف سے مراد اور ان کا مصداق خلفائے اربعہ ہی ہیں۔ اور انہی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسندِ خلافت پر بٹھلانے کا وعدہ منجانب اللہ فرمایا گیا ہے۔

مراد اور مصداقِ نصوص پر سب سے اول پہنچنے والے اور اوصافِ کلیہ سے مصادیقِ شخصیہ کا پتہ لگانے والے خود جناب

مدینۃ العلم، صاحب سلونی عما شئتم (جو چاہتے ہو مجھ سے پوچھو) مشکل کشا سیدنا علی المرتضیٰؓ ہی تھے چنانچہ نہج البلاغہ میں ہے کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام سے جنگ عراق میں بنفس نفیس شریک ہونے کے لیے مشورہ لیا تو ہر ایک اہل الرائے کی رائے لینے کے بعد انھوں نے سیدنا علیؓ کی رائے پر عمل فرمایا اور دار الخلافت ہی میں دائرہ کے قطب کی طرح جمے رہے۔

جناب امیر عرب، جوانِ لافتیٰ کی رائے مبارک ان الفاظ میں تھی:-

انّ ھذا الامر لم یکن نصرتہٗ ولا خذلانہ بکثرۃٍ ولا قلّۃٍ وھو دین اللہ الّذی اظھرہٗ وجندہ الّذی اعزّہٗ وایّدہ وطلع حیث طلع ونحن علیٰ موعودٍ من اللہ واللہ منجز وعدہٖ وناصر جندہٖ ومکان القیّم بالامر مکان النّظام من الخرز یجمعہٗ ویضمّہٗ۔ فاذا انقطع النظام تفرّق الخرز وذھب ثمّ لم یجتمع بحذافیرہٖ ابدًا۔ والعرب الیوم وان کانوا قلیلاً فھم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبًا واستدر الرّحی بالعرب واصلھم دونک نار الحرب فانک ان شخصت من ھذہ الارض انتقضت علیک العرب من اطرافھا واقطارھا حتّی یکون ما تدع وراءک من العورات اھمّ الیک ممّا بین یدیک ان الاعاجم ان ینظروا الیک غدًا یقولوا ھذا اصل العرب فاذا اقتطعتموہ استرحتم فیکون ذٰلک اشدّ لکلبھم علیک وطمعھم فیک فامّا ما ذکرت من مسیر القوم الیٰ قتال المسلمین فانّ اللہ سبحانہ ھو اکرہ لمسیرھم منک وھو اقدر علیٰ تغییر ما یکرہ وامّا ما ذکرت من عددھم فانّا لم نکن نقاتل فی ما مضٰی بالکثرۃ وانّما کنّا نقاتل بالنصر والمعونۃ۔

ترجمہ اے عمرؓ، جہاد فی سبیل اللہ کی جیت یا ہار لشکرِ اسلام کے کم یا زیادہ ہونے پر موقوف نہیں۔ دینِ اسلام خدائی دین ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے سب ادیان پر غالب کیا ہے۔ اور لشکرِ اسلام خدائی لشکر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمایا اور اُس کی امداد فرمائی۔ اور جس حد تک اُسے پہنچنا اور ظاہر ہونا تھا وُہ پہنچا اور ظاہر ہوا۔ اور ہم (مہاجرینِ اوّلین) منجانب اللہ وعدۂ نصرت دیئے گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پُورا کرنے والا اور اپنے لشکر کو امداد دینے والا ہے۔ والیٔ امر (خلیفہ) بمنزلہ رشتۂ جواہر ہوتا ہے وُہ جواہر کو جمع کرنے والا اور باہم ملانے والا ہوتا ہے۔ اگر رشتہ ٹوٹ جائے تو جواہر جُدا جُدا ہو جاتے ہیں۔ وُہ نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور پھر کبھی اپنے اطراف کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ آج کے دن عرب اگرچہ قلیل ہیں مگر بوجہ اسلام کے کثیر ہیں اور باہمی اتفاق کی وجہ سے عزیز اور غالب ہیں پس اے عمرؓ تو چکی کے قُطب[2] کی طرح اپنے مرکز پر قائم رہ اور یہیں بیٹھ کر چکی کو پھرا اور اپنے تئیں بچا کر اعداء کو جنگ کی آگ سے جلا دے۔ اگر تُو بذاتِ خود عرب سے نکل کر عراق گیا تو مخالف عرب لوگ تجھ پر سب اطراف سے ٹوٹ پڑیں گے اور تمھاری توجہ بجائے سامنے کے دُشمن کو زیر کرنے کے اُن عربوں کی شرارتوں کے دفعیہ اور مٹانے کی طرف لگ جائے گی اور اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ عجمی لوگ کل کو اگر تجھے وہاں دیکھیں گے تو کہیں گے یہ عربوں کی جڑ ہے۔ اسے کاٹو گے تو آرام پاؤ گے اور یہ چیز تمھارے خلاف ان کے حرص اور طمع میں شدّت پیدا کرنے میں بہت مدد دے گی۔ اور تُو نے مسلمانوں پر اُن کے چڑھ آنے کا جو ذکر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اِس بات کو تم سے بھی زیادہ ناپسند فرماتا ہے۔ اور مکرُوہ کے دفع کرنے پر وُہ خود بہت قادر ہے۔ اور جہاں تک اُن کی کثرت کا سوال ہے پس تحقیق ہم اہلِ اسلام عہدِ نبویؐ میں لشکرِ کثیر کے ساتھ نہیں لڑتے تھے بلکہ ہم خُدائی امداد و اعانت

---

[1] ھو کلبٌ علی کذا۔ وُہ اِس چیز کا سخت حریص ہے (منجد) [2] درمیانی میخ جس پر چکی گھومتی ہے۔

کے ساتھ لڑتے تھے۔" انتہیٰ

اِس قولِ مرتضوی میں جُملۂ ذیل کہ "ہم منجانب اللہ وعدہ دیئے گئے ہیں" خاص طور پر قابلِ غور اور محلِ استدلال ہے۔ اُن کا اشارہ سُورۂ نُور کی آیتِ استخلاف کی طرف تھا جس میں اللہ تعالیٰ اُن مہاجرینِ اوّلین کے لیے، جو اُس سُورۃ کے نزُول کے وقت موجُود تھے، خلافت کا، اور دینِ اسلام کو جو اُس کا پسندیدہ دین ہے محکم کرنے کا اور ادیانِ باطلہ پر غالب بنانے کا اور اُنھیں بے غمی سے دینِ اسلام پر عمل پیرا کرنے کا وعدہ فرما چکا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

آیتِ استخلاف

"وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (نُور: ۵۵)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے تم میں سے اُن لوگوں کو جو باایمان ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں کہ البتہ وُہ اُن کو زمین پر خلیفہ کرے گا جس طرح اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور البتہ اُن کے لیے اُن کا دین جو اُن کے لیے پسند فرمایا ہے محکم کرے گا۔ اور البتہ اُن کے حق میں خوف کو امن سے بدل ڈالے گا۔ وُہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہ مانیں گے۔ اور جو کوئی اس کے بعد ناشکری کرے گا پس وُہ لوگ فاسق ہیں۔

اِرشادِ باری تعالیٰ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ میں استخلاف یعنی خلیفہ بنانے کو حق سُبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنی طرف منسُوب کیا ہے اور مہاجرینِ اوّلین میں سے بعض کو اپنا جانشین بنانے کا وعدہ فرمایا ہے یعنی مہاجرینِ اوّلین کو بعد ہلاکتِ مُشرکینِ خطۂ عرب میں صرف جگہ دینے ہی کا نہیں بلکہ اُن میں سے بعض کو خلیفہ اور بادشاہ بنانے کا وعدہ بھی فرمایا ہے کیونکہ استخلاف کے معنی بادشاہ بنانا بھی ہیں۔ اگر کسی گروہ میں سے ایک شخص کو بادشاہ بنا دیا جائے تو اُس کا فائدہ سارے گروہ کو پہنچتا ہے۔ لہٰذا لَیَسْتَخْلِفَنَّ کی نسبت ضمیر ھُمْ کی جانب یعنی جُملہ مہاجرینِ اوّلین کی طرف باراده لَیَسْتَخْلِفَنَّ بَعْضًا مِّنْھُمْ حسبِ محاورہ دُرست اور صحیح ٹھہری مثلاً فقرہ استخلف بنو عباس اور فقرہ اثری بنو التمیم میں گو بنی عبّاس میں سے بادشاہ اور بنی تمیم میں سے صاحبِ ثروت وقتاً فوقتاً ایک ہی شخص ہو مگر صُورتِ مذکُورہ میں شخصی بادشاہت اور شخصی ثروت کا فائدہ چُونکہ سارے عبّاسی اور سارے بنی تمیم اُٹھاتے ہیں لہٰذا خلافت اور ثروت کی نسبت سارے بنو عبّاس اور بنو التمیم کی جانب دُرست ٹھہری اور بلحاظِ محاورہ اِسی معنی کو معنی ظاہری کہلانے کا استحقاق ہے نہ معنی تاویلی کما فی ازالۃ الخفاء۔

حق تعالیٰ جلّ وعلاء نے مہاجرینِ اوّلین کو وعدہ دیا کہ اُن میں سے بعض یکے بعد دیگرے خلیفہ بنائے جائیں گے کیونکہ اُن میں سے خلیفہ اور بادشاہ بنائے بغیر ظہُورِ معانی تمکین و استحکامِ دینِ اسلام و تبدیلی خوف بالامن محالاتِ عادیہ سے ہے قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ یعنی بادشاہ رعایا کے بچاؤ کے لیے سپر ہے۔ یہ سب کچھ یعنی وعدہ، موعُود بہ اور موعُود لہم اپنی اپنی جگہ ٹھیک تھے مگر سخت دقّت یہ تھی کہ قبل از ظہُور و تحقّق کسی کو معلُوم نہ تھا کہ کون کون خلیفہ ہوگا۔ کون پہلے ہوگا اور کون پیچھے اور اُن کی مدّتِ خلافت کتنی کتنی ہوگی۔

مستخلف یعنی حق سُبحانہٗ تعالیٰ چونکہ علیم قدیر تھا۔ اُس نے جب اپنے وعدہ کو پُورا کرنا چاہا تو خلیفہ یا جماعت کے دِل میں پہلے ہی یا رفتہ رفتہ الہامی طریق پر ڈال دیا کہ فلاں شخص کو خلیفہ بنایا جائے۔ سب کو وقتاً فوقتاً اَوصاف موعُود بہا کے ظاہر ہونے پر صاف صاف معلوم ہو گیا کہ آیۂ اِستخلاف وغیرہ میں موعُود لہم بالخلافت اَور مالکِ اَوصافِ مذکُورۃ فی النصُوص یہی حضرات اربعہ علیہم الرّضوان ہیں۔ واقعات پر غور کرنے سے ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ وعدۂ اِستخلاف کے تحقّق اَور موجُود ہونے کے لیے (آدم علیٰ نبیّنا و علیہ السّلام کے زمانہ سے لے کر موجُودہ زمانہ تک) کوئی اَور خلافت، بغیر خلافتِ خلفاء اربعہ علیہم الرّضوان مُستحق نہیں۔ فتح عرب و شام اِس عظیم الشّان انداز میں اَور تالیف و اطمینان قلُوب مُسلمین و تمکینِ دین اِس طریق پر ظہُور میں آئیں کہ فوق ازاں متصوّر نیست۔ اَور نہ کسی ملّت اَور عصر میں آدم علیہ السّلام کے زمانہ سے لے کر موجُودہ زمانہ تک اُس کا عشرِ عشیر بھی ظہُور میں آیا ہو گا۔ آیاتِ ذیل میں بھی انہی خُلفاء اربعہ مع معاونین علیھم الرّضوان کا ذِکر ہے :-

۱۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ (فتح۔ ۲۹)

تورات اَور اِنجیل میں اُن کی داستان اَور کہانی ایسے ہے جیسے کھیتی (پہلے) اپنے سبز گھاس کو نکالے پھر اُسے قوی کرے پس وُہ اَور موٹی ہو جائے اَور اپنی جڑوں پر کھڑی ہو جاتے (اُسے دیکھ کر کھیتی والے خُوش ہوتے ہیں اَور کفّار غُصّہ سے بل کھاتے ہیں۔

اِس آیت شریفہ میں عہدِ نبویؐ سے عہدِ خُلفائے راشدینؓ تک کا ذِکر ہے جس کا تفصیلی بیان آگے آئے گا۔ اِس میں بتایا گیا ہے کہ دینِ متین اَور اُمّتِ اسلامیہ کس طرح اپنی ترقّی و نشو و نما کے مُختلف مدارج سے گزرتے ہُوئے اپنے نقطۂ عرُوج تک پہنچیں گے۔ اَور یہ اِرتقاء ادوارِ نبویؐ و خُلفائے راشدینؓ ہی میں ظہُور پذیر ہو گا۔

۲۔ إِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ۝ (حج۔ ۳۸)

اللہ ایمان والوں سے دُشمنوں کو ہٹالے گا۔ اللہ خیانت کرنے والے کفّار کو دوست نہیں رکھتا۔

۳۔ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝ (حج۔ ۳۹ تا ۴۱)

حکم ہوا اُن لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں (کہ وُہ بھی کافروں سے لڑیں اِس لیے) کہ اُن پر ظلم ہوا اَور اللہ تعالیٰ اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے وُہ لوگ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے صرف اِس لیے کہ وُہ کہتے ہیں ہمارا ربّ اللہ ہے اَور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دُوسرے سے نہ ہٹاتا تو تکیے، مدرسے، عبادت خانے اَور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے ڈھائے جاتے اَور البتّہ اللہ ضرُور اُس کی مدد کرے گا جو کہ اُس کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ زبردست اَور زور والا ہے۔ اَور اگر ہم اُن کو زمین میں قدرت دیں تو وُہ نماز کو قائم رکھیں، زکوٰۃ دیں، اچھے کاموں کا حکم دیں اَور بُرے کاموں سے منع کریں اَور ہر کام کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

اِن آیات میں غور کرنے کے بعد بتائیے کہ فقراتِ ذیل کے مِصداق خُلفائے اربعہؓ اَور اُن کے مددگار نہیں تو اَور کون ہو سکتے تھے؟ (۱) يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (کھیتی والے یعنی مومنین خوش ہوتے ہیں)۔ (۲) عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا (اُن لوگوں سے جو ایمان لائے)۔ (۳) الَّذِينَ

يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا (جن سے کافر لڑتے ہیں صرف اِس لیے کہ اُن پر ظُلم کریں)۔ (۴) الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ (جو اپنے گھروں سے نکالے گئے صرف اِس لیے کہ وُہ کہتے ہیں ہمارا ربّ اللہ ہے)۔ (۵) مُہتمّین مساجد کو روکنے والے (۶) مَنْ يَنْصُرُهُ (جو اُس کی یعنی اللہ کی مدد کرتا ہے)۔ (۷) إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (اگر ہم زمین میں اُن کو قُدرت دیں تو وُہ نماز قائم رکھیں، زکوٰۃ دیں، اچھے کاموں کا حکم دیں اَور بُرے کاموں سے منع کریں) علیٰ ھٰذا القیاس بہت سی آیات نوید اَور مشعر مضمُون آیۂ اِستخلاف مذکُورہ بالا کے ملیے ہیں۔

خلافتِ شیخینؓ بلکہ خلافت خلفائے اربعہؓ کا بدیں معنی منصُوص ہونا انعقادِ خلافت بالاجماع والشوریٰ والاستخلاف کے منافی نہیں خُلفائے اربعہؓ کے سوانحِ حیات اَور زُہد و تقویٰ و قناعت و کفایت شعاری و ترکِ مرغوبات و مالُوفات و باہمی اِستمداد و سائر واقعاتِ مفصّلہ پر نظر ڈالنے سے یہ بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اُن میں سے کسی صاحب نے، خواہ عہدِ خلافت کسی دُوسرے کا ہی کیوں نہ ہو، تمکینِ دین و تعمیرِ عمارتِ اِسلام میں کسی قسم کی اِعانتِ بدنی، مالی، علمی یا رائے زنی سے دریغ نہیں کیا۔ یہی حضرات خُلفائے اربعہ علیھم الرّضوان قبل از فتح مکّہ کے مجاھدین فی سبیل اللہ ہیں۔ جو لوگ بعد از فتح مکّہ مشرّف بالایمان و مجاہدین فی سبیل اللہ ہُوئے، اُن کو اِن حضرات سے کیا نسبت۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اِن سابقین اوّلین مجاہدین کی فوقیت مُجاہدین لاحقین پر اِس آیت میں بیان فرمائی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :-

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا۔ (الحدید۔ ۱۰)

تم میں سے اُن لوگوں کی کوئی برابری نہیں کر سکتا جنھوں نے فتح مکّہ سے پہلے راہِ خُدا میں مال خرچ کیے اَور جنگ کی۔ یہ لوگ درجہ میں بلند تر ہیں اُن لوگوں سے جنھوں نے (فتح مکّہ کے) بعد مال خرچ کیے اَور کفّار سے لڑے۔

سُورۂ نُور میں مندرجہ بالا آیۂ استخلاف (وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ الآیۃ) کے مِصداق بھی یہی حضرات اربعہؓ مع الاعوان من الصّحابہ ہیں۔ بنو اُمیہ، جنابِ معاویہؓ[1] و بنو عبّاس آیۂ استخلاف سے خارج ہیں کیونکہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے مُرادِ آیۂ اِستخلاف سے وُہ لوگ ہیں جو سُورۂ نُور کے نزُول کے وقت حاضر تھے۔ اِس آیۂ شریفہ میں اللہ تعالیٰ مہاجرین اوّلین حاضرین بروقتِ نزُولِ سُورۂ نُور میں سے بعض کو وعدہ دیتا ہے کہ میں اُن کو خلیفہ بناؤں گا اَور زمین میں اُن کو تمکین اَور تصرّف و سلطنت مع اقامتِ دین عطا کرُوں گا جس طرح اُن سے پہلوں کو خلیفہ بنایا تھا (مثلاً حضرت مُوسیٰؑ کے بعد حضرت یُوشعؑ اَور حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت

---

[1] یعنی حضرت معاویہؓ خلافتِ خاصہ راشدہ کے دَور کے بعد ہُوئے اگرچہ وُہ خلافتِ عامہ کے شرائط سے موصُوف تھے جس کی بنا پر حضرت امام حسنؓ نے اُنھیں خلافت سپُرد فرمائی۔ لہٰذا جو لوگ اُنھیں اُن کے حضرت سیّدنا علیؓ سے اِختلاف کی بنا پر صحابیت سے بھی خارج کر دیتے ہیں اُنھیں حضرت امام حسنؓ کے رویّہ پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔ البتّہ یزید خلافتِ عامہ کے بعض ضرُوری شرائط عدالت وغیرہ سے بھی عاری تھا۔ اِس لیے حضرت امام حُسینؓ نے اُسے مُسلمانوں کا خلیفہ تسلیم کرنے سے اِنکار کیا۔ خلافت کے اقسام کی تفصیل اِسی کتاب میں آگے آئے گی۔ حضرت معاویہؓ قریشی اَور صحابی اَور حضُور علیہ السّلام کے ہم زُلف ہیں۔ اگرچہ حضرت علیؓ کے ساتھ اِختلاف کرنے میں وُہ غلطی پر تھے لیکن اس کے باوجُود اُنھیں سبّ و شتم کا نشانہ بنانا اکابر اہلِ سنّت کے مسلک کے بالکل خلاف ہے۔ اَور حضُور علیہ السّلام کی ایک زوجۂ مُطہّرہ اُن کی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت غوثِ اعظمؒ نے غنیۃ الطّالبین میں اَور حضرت شیخِ اکبرؒ نے فتوحاتِ جلد اوّل ۵۴۱ میں اُن کی مدح فرمائی ہے۔ فیض

سُلیمان علیٰ نبینا) الفاظ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ کے بڑھانے سے یہ دِکھلانا منظور ہے کہ جس طرح توراۃ میں بیان شُدہ ایک سفر میں اللہ تعالیٰ نے بلادِ شام کی فتح کا وعدہ مُوسیٰ علیہ السّلام سے فرمایا تھا جو بمقتضائے حکمتِ الٰہیہ مُوسوی زمانہ میں پُورا نہ ہوا بلکہ اُن کے خلیفہ یُوشع علیہ السّلام کے ہاتھ پر اُس بلاد کے فتح ہونے کے بعد پُورا ہوا جو بحسب وصیّتِ مُوسوی بنی اسرائیل پر تقسیم ہُوئی اِسی طرح سیّد الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلّم سے جو وعدہ دینِ اسلام کو سارے ادیان پر غالب کرنے کا قرآن کریم میں کیا گیا تھا وہ بمقتضائے الٰہی خُلفائے اربعہؓ کے عہد میں متحقّق ہُوا چنانچہ اسی آیۃ استخلاف میں فرمایا وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے مہاجرینِ اوّلین حاضرینِ نزُول سُورۃ نُور سے بدیں معنیٰ خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا ہے کہ مُشرکینِ عرب کی ہلاکت کے بعد یہ لوگ نہ صرف عرب میں بسیرا کریں گے اور اُن کے جانشین ہوں گے بلکہ اُن کو سلطنت اور تصرّف عطا فرما کر اُنہی کے ہاتھ پر خُدائی اور پسندیدہ دین قائم کیا جائے گا تمکین فی الارض با اقامتِ دینِ اسلام ہی معنٰی ہے خلافتِ راشدہ کا۔

اُوپر بیان ہوچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سُورۃ حج اور دیگر آیات میں واضح الفاظ میں دینِ پسندیدہ کو ان مُجاہدینِ اوّلین ہی کے ہاتھوں، اُن کی مدد فرما کر، دُنیا میں قائم کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ سُورۃ نُور میں یہ ارشاد ہوتا ہے :-

یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا۔ (نُور۔ ۵۵) وُہ میری پرستش کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے۔

واضح ہو کہ مکّہ میں پہلے بُتوں کی عبادت کی جاتی تھی جس کا قلع قمع جا بجا آیاتِ توحید قُرآنیہ نے کر دیا ہے۔ پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ صَنَمًا (کسی صنم کو میرا شریک نہیں بنائیں گے) یا لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ صَنَمًا وَّلَا مَلَکًا (کسی صنم یا فرشتہ کو میرا شریک نہیں بنائیں گے) یا لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ صَنَمًا وَّلَا مَلَکًا وَّلَا اِنْسَانًا (کسی صنم یا فرشتہ یا انسان کو میرا شریک نہیں بنائیں گے مثل عیسٰی علیہ السّلام) نہیں فرمایا بلکہ بجائے الفاظِ مخصُوصہ مذکُورہ بالا کے ایسے کلمہ کا استعمال فرمایا کہ وُہ بوجہ اپنے عمُوم و شمُول کے اشیائے مذکُورہ ہی پر نہیں بلکہ سارے کے سارے شرکاء باری عزّ اسمہٗ پر بحیثیت لَا یَشِذُّ عَنْہُ فَرْدٌ حاوی ہے یعنی شَیْئًا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے وعدہ کو اس خُوبی سے پُورا کرُوں گا کہ شرکِ مُطلق، شریک چاہے بُت ہو یا ستارہ یا آدمی یا لات و عُزّیٰ و ہُبل وغیرہ سب کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔

پھر علاوہ شرکائے مذکُورہ ایک اور بڑا شریک ہوائے انسانی ہے ہوا پرست بھی خُدا پرست اور موحّد کہلانے کا مُستحق نہیں کما قال اللہ تعالیٰ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـھَہٗ ھَوٰہُ (الجاثیہ۔ ۲۳) (کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبُود بنا رکھا ہے) تو آیۃ استخلاف کا مطلب یہ ہُوا کہ میں حاضرینِ سُورۃ نُور میں سے بعض کو زمین میں دینِ مرضی عند اللہ کے قائم کرنے کی قُدرت عطا کرُوں گا کہ وُہ لوگ خُداداد تصرّف و سلطنت، عدالت و تہذیب کی رُو سے ادیانِ باطلہ اور شرکِ مُطلق کو جس کے منجملہ اقسام ہوا پرستی بھی ہے، بیخ و بُن سے اُکھاڑ دیں گے گویا آیت میں کلمہ شَیْئًا صیغہ عمُوم فرمانے سے اور مزید برآں منوّن بہ تنوینِ تنکیر کرنے سے تزکیہ و اظہارِ عدالت خُلفاءِ اربعہؓ صاف طور پر بیان فرمایا گیا یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ جن کو میں خلافت اور تمکینِ دینِ اسلام اور بے غمی اور توحید عطا کرُوں گا، یہ لوگ ہوا پرست نہ ہوں گے اور کسی شئے کو میرا شریک نہ بنائیں گے۔

مندرجہ بالا آیہ شریف میں حق سُبحانہٗ و تعالیٰ احکم الحاکمین و اصدق الصادقین خُلفاءِ اربعہؓ کو ہوا پرستی کے دھبہ سے پاک اور بری فرماتا ہے پھر کس قدر افسوسناک، حیران کُن اور بے اصل یہ خیال ہے کہ معاذ اللہ بروز وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم حُبِّ ریاست و دُنیا صحابہ کرام علیہم الرّضوان پر اس قدر غالب آگئی کہ اُنھوں نے اپنے دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے وفا کو بھی چھوڑ دیا۔ ایک طرف شیخینؓ کو ریاست و بادشاہت کا لالچ اور دُوسری طرف اُن کے بالمقابل سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کا اپنے استحقاق کے وجُوہات بیان

فرما فرما کر گریہ و زاری کرنا وغیرہ، میں پُوچھتا ہُوں کہ ایسے لوگ جن کا مُزکّی اور بری کُنندہ خُود علّام الغیُوب ہو، کیا وُہ اِس درجہ کے متعصّب، ظالم اور ہوا پرست ہو سکتے ہیں؟ ہرگز ہرگز ہرگز نہیں![1]

---
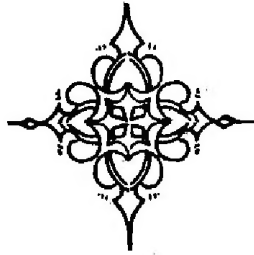
[1] حضراتِ اہلِ سُنّت پر واضح ہو کہ آج کل شرک و توحید کے موضُوع پر بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اِس مقام پر اور پھر اسی کتاب کے آخر میں جو ضرُوری تنبیہ فرمائی ہے ارباب بصیرت کے لیے کافی ہے۔ اگر ہمارے عُلمائے کرام عوام کو اِن حقائق سے بخُوبی آگاہ کر دیں تو وُہ بھی خُدائے واحد کی خالص بندگی کو اپنا شعار بنائیں اور غیر کی بندگی سے چھُٹکارا حاصل کریں۔ اور یہی اسلام کی بُنیادی تعلیم ہے۔ فیض احمد عفی عنہ

اَقسامِ خلافت

خلافت وریاست اَز رُوئے اِسلام دو قسم کی ہے۔ ایک خلافتِ عام' جس کے لیے شرائطِ ذیل ہیں :-
مُسلمان ہونا۔ عاقل ہونا۔ بالغ ہونا۔ حُر (یعنی آزاد) ہونا۔ سمع و بصر و کلام میں بے عیب ہونا۔ کافی یعنی اُمورِ خلافت کے سرانجام دینے میں پُورا ہونا۔ مُجتہد ہونا، گو مُستقل نہ ہو مُنتسب ہی سہی۔ عادل ہونا۔ قُریشی ہونا اَور (اختلافی شرط) کاتب ہونا۔

دُوسری "خلافتِ خاص" ہے۔ اِس کی شرائط میں علاوہ اُمورِ مذکورہ بالا وُہ اَوصاف بھی ہیں جن کی تصریح قرآن کریم میں موجود ہے اِسی خلافتِ خاصہ کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے پیش گوئی فرمائی کہ دُنیا میں کچھ عرصہ نبوت و رحمت، پھر میرے بعد تیس سال خلافت و رحمت، اُس کے بعد آمرانہ سلطنت اَور پھر اُس کے بعد کبر اَور حدُودِ الٰہیہ سے تجاوز ہوگا۔ خُلفاء اربعہ اَور سیّدنا حسن علیہم الرّضوان کا زمانہ تیس سال ہے جس پر خلافت و رحمت کا خاتمہ ہوگیا۔ اِمام حسن علیہ السّلام کا خلافت کو ترک کرنا اِس وجہ سے بھی تھا کہ آپ آمرانہ بادشاہت سے بحکم الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃً ثم تصیر ملکًا عضوضًا (میرے بعد تیس سال خلافت ہو گی۔ اُس کے بعد یہ دانتوں سے کاٹنے والی مُلوکیّت ہو جائے گی) بچنا چاہتے تھے۔

خلافتِ خاصہ راشدہ کے اَوصاف مختصراً یہ ہیں :-

(ا) خلیفہ مہاجرینِ اوّلین میں سے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سُورۂ نُور کی آیۂ استخلاف میں "مِنکُمْ" کے خطاب کے ساتھ اُنہی سے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر اُن میں سے کسی کو ہم زمین میں مُمکّن و صاحبِ قُدرت بنائیں گے تو وُہ مقاصد و مطالبِ خلافت کو پُورا کرے گا۔
علاوہ سُورۂ حج کی آیات ۳۸ تا ۴۰ جن کا ذکر اُوپر آچکا ہے' آیاتِ شریفۂ ذیل بھی اُنہی مہاجرینِ اوّلین کی شان کے بیان میں ہیں :-

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ (آلِ عمران - ۱۹۵)

جو لوگ میرے لیے اپنے وطن چھوڑ گئے اَور اپنے گھروں سے نکالے گئے اَور ستائے گئے اَور وُہ لڑے اَور قتل کیے گئے میں اُن کے گناہ دُور کر دُوں گا اَور اُن کو بہشتوں میں داخل کرُوں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ خُدا کی طرف سے بدلہ ہے۔

اَور

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ۔ (انفال - ۷۴)

جو لوگ اِیمان لائے اَور وطن سے ہجرت کر گئے اَور خُدا کی راہ میں لڑتے رہے اَور جنھوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اَور اُن کی مدد کی، یہی لوگ سچے مُسلمان ہیں۔ اُن کے لیے خُدا کے ہاں بخشش اَور عزّت کی روزی ہے۔

اَیسے ہی

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ (توبہ - ۲۰)

جو لوگ اِیمان لائے اَور وطن چھوڑ گئے اَور خُدا کی راہ میں مال اَور جان سے جہاد کرتے رہے، خُدا کے ہاں اُن کے درجے بہت بڑے ہیں۔

جن حضرات کا بوصفِ ہجرت و جہاد و نُصرت اِن آیات و نظائر میں ذکر کیا گیا ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ خُلفائے ثلثہ بلکہ خُلفائے اربعہ علیہم الرّضوان اُن میں سے نہیں۔ صحابۂ کرام کی شہادت کے علاوہ تاریخ بھی شہادت دیتی ہے کہ بے شک یہ لوگ سابقین اوّلین مہاجرین کے عُنوان میں داخل ہیں۔ اِن آیات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مہاجرینِ اوّلین میں سے ہونا صدرِ اوّل میں طے شُدہ بات تھی۔ اَور سیّدنا علیؓ کے شامیوں کی طرف خطُوط، خلیفۂ ثانی حضرت عُمر فارُوقؓ کا قول آخری خطبہ میں وانی قد علمت ان اقواما الخ عبداللہ ابنِ عُمرؓ کی امیر معاویہؓ کے ساتھ خلافت کے متعلق گفتگو، زید ابنِ ثابتؓ کا قول بروزِ انعقادِ خلافتِ صدیقیؓ، رفاعؓ بن ارفع زرقی بدری کا قول فقلتم نحن المهاجرون الاولون وغیرہ وغیرہ بھی اِسی امر کے شاہدِ عادل ہیں۔

ب۔ خلیفہ کا مشاہدِ خیر مثل بدر و حدیبیہ وغیرہما کے حاضرین میں سے ہونا۔

ج۔ حُسنِ عباداتِ الٰہیہ، اَور

د۔ حُسنِ معاملات با خلق سے مزیّن ہونا

ھ۔ جہادِ اعداء اللہ اَور اعلاءِ کلمۃ اللہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اعانت کرنا اَور

و۔ مُتممِ افعال و موعُوداتِ نبویّہ (مثل ختم ہو جانے ملّتِ قیصر و کسریٰ و فتح بلدان و نشرِ علم) کا ہونا بھی شامل ہے۔

یہ سب اَوصاف مومنین حاضرین بوقت سُورۂ نُور میں عموماً اَور خُلفائے اربعہ علیہم الرّضوان میں خصُوصاً بدرجۂ اتم پائے جاتے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ آیتِ استخلاف میں مہاجرینِ اوّلین کو مخاطب بنایا گیا ہے اَور اُنہی سے وعدہ کیا گیا ہے کہ دینِ پسندیدۂ آسمانی کا غلبہ سب ادیان پر اُنہی کے ہاتھوں ہوگا۔ چُنانچہ ایسا ہی ہوا اَور احادیث میں لتفتحن کی پیشگوئی بھی اُنہی کے حق میں ہے جن کے ہاتھ پر اَور جن کے زمانہ میں فارس اَور رُوم کو (کہ باج گُذار اُن کے اُس وقت تقریباً کُل اہلِ زمین تھے) فتح کیا گیا اَور اُن کے خزائن مُسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے عہدِ مُبارک میں صرف یمن۔ تہامہ۔ نجد اَور بعض نواحِ شام ہی آپؐ کے تصرّف میں تھے۔ پھر خُلفائے اربعہ علیہم الرّضوان کی وساطت سے، جو بمنزلہ جوارحِ نبویّہ کے تھے، لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (تاکہ اُسے اَور سب دینوں پر غالب کرے) کا کامل ظہُور ہو کر اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے حسنات کے پلّہ میں رکھا گیا۔ رفتہ رفتہ واقعات نے روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ ان آیاتِ مذکُورہ بالا اَور پیشین گوئی والی احادیث کا مصداق یہی خلفائے راشدہ تھے نہ کوئی اَور۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یّشآء۔

آیۃ اِستخلاف کے نتائج کا خُلاصہ

آیتہِ اِستخلاف میں غور کرنے سے امُورِ ذیل ثابت ہوتے ہیں :۔

۱۔ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ سے یہ مطلب نہیں کہ سارے مہاجرینِ اوّلین حاضرینِ مشاہدِ خیر سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تم سب کو خلیفہ بنایا جائے گا بلکہ مُراد یہ ہے کہ تم میں سے بعض کو اقامتِ دینِ الٰہی کے لیے خلیفہ و نائبِ رسُولؐ اور صاحبِ تصرّف عام بنایا جائے گا جس سے ثمرات و نتائجِ خلافت سب پر مترتّب ہوں گے ۔ جیسا کہ اُوپر تشریحاً اور تفصیلاً لکھا گیا۔

۲۔ جب اللہ تعالیٰ نے دینِ مرضٰی و پسندیدہ کی اقامت کے لیے اُن حضرات کو نائبِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم بنایا تو اُن کی اطاعت اہلِ اسلام پر واجب ٹھہری۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں اپنا خلیفہ بنانے کا مقصد اس طرح پُورا فرمایا کہ اُمّتِ موجُودہ کے قلوب میں اصلاحِ عالم کے لیے الہامی طریق پر یہ ڈال دیا کہ فلاں شخص کو نائبِ رسُولؐ واجب الاطاعت ٹھہرایا جائے۔ وگرنہ اسلامی سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا۔

۴۔ لَیَسْتَخْلِفَنَّ میں اِستخلاف کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب ہے جو خُلفاء کے لیے اعلٰی درجہ کا شرف ہے چُنانچہ الفاظ عِبَادِیْ۔ بَیْتُ اللہِ۔ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (ص۔۷۲) وَلٰکِنَّ اللہَ قَتَلَهُمْ۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی (الانفال۱۷) میں گو سب حوادث من وجہ منسُوب بحق سُبحانہٗ و تعالیٰ ہیں مگر بعض حوادث بوجہِ الہام و سببِ خیر ہونے کے دُوسروں پر فضیلت رکھتے ہیں ۔ لہٰذا امدادِ غیبی و نصرتِ الٰہی و خرقِ عوائد کہلانے کا استحقاق اُنہی کے لیے ہے ۔ کُجا کہ اِس خلافت کو غصب و ظلم کہا جائے۔

۵۔ آیتہ اِستخلاف میں لفظ مِنْکُمْ کے مُخاطب و مُراد وُہ لوگ ہیں جو نزُولِ آیت کے وقت مشرّف بایمان و اعمالِ صالحہ تھے۔

۶۔ اِس آیتِ استخلاف میں تاکیداتِ بلیغہ یکے بعد دیگرے کس قدر بشارت ہٰذا کے قطعی التحقّق ہونے کا ثبوت دے رہی ہیں لفظ وَعَدَ[1] (کیونکہ اللہ تعالیٰ بحسب اِنَّ اللہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ اپنے وعدہ کو ضرُور ہی پُورا فرماتا ہے) لَیَسْتَخْلِفَنَّ۔ وَلَیُمَکِّنَنَّ اور وَلَیُبَدِّلَنَّ کا "لام" قسم محذُوف[2] یعنی وَاللہِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ (مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ مَیں ضرُور ضرُور ضرُور ضرُور مومنینِ اوّلین کو خلیفہ بناؤں گا) اِن الفاظ میں "نُون" تاکیدی ہے۔

---

[1] واضح ہو کہ عبارت النص سے مُخاطبین اوّلین صحابہ کرام کا استخلاف برائے خلافتِ راشدہ ثابت ہوتا ہے۔ تاہم جب بھی مسلمانوں میں ان اَوصاف رکھنے والوں کی اکثریت ہو وعدۂ استخلاف اشارۃً ان کو بھی شامل ہے ۔ چُنانچہ قبل از قیامت بارہ خُلفاء کے متعلق احادیثِ صحیحہ وارد ہیں جن کے زمانہ میں اسلام کو غلبہ ہو گا۔ اُن میں حضرت امام مہدی بھی شامل ہیں ۔ ان کے علاوہ دیگر لوگوں سے وعدہ تو نہیں مگر اپنے فضل و کرم سے اللہ تعالیٰ مہربانی فرما دیں تو بعید نہیں ۔ جیسا کہ بعض نیک بادشاہوں اور سربراہوں کے زمانہ میں ہوتا رہا۔ بارہ خُلفاء کے متعلق مزید تفصیل حضرت مؤلّفؒ کے فتاویٰ اور ملفوظات میں مُلاحظہ ہو۔ (فیض)

خُلفائے اربعہؓ کو آیتِ اِستخلاف کا مِصداق تسلیم نہ کرنے کے مفاسد

آیتِ اِستخلاف کو اگر خُلفاءِ اربعہ علیہمُ الرّضوان کے حق میں نہ مانا جائے تو مفاسدِ ذیل کا سامنا ہوتا ہے :۔

۱۔ تخلّف در وعدۂ الٰہیہ یعنی معاذ اللہ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ نے سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ (حسبِ اعتقادِ شیعی) و سائر ائمّہ کے ہاتھوں پر دینِ مرتضٰی و پسندیدہ کے قائم کرنے کا وعدہ فرما کر پھر اُسے پُورا نہ فرمایا اور مستخلفینِ موعُودین کے بجائے ظالمین اور غاصبین دینِ غیر مقبُول کی اشاعت کرتے رہے ۔ حالانکہ قرآن شہادت دیتا ہے کہ کبھی وعدۂ خُداوندی کے خلاف واقعہ نہیں ہوتا۔

۲۔ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ کا اپنے افضلُ الانبیا صلی اللہ علیہ وسلّم کے دین سے ایسا برتاؤ کرنا جو دیگر انبیاءِ مفضُولین سے جائز نہیں رکھا گیا حالانکہ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ (تاکہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے) اور اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (بے شک ہم اُس کے مُحافظ ہیں) اِسی دین کے غلبہ اور محفُوظ رکھنے کے لیے وارد ہو چکے ہیں یعنی وفات شریف نبویؐ کے وزہی قبل از تکفین و تدفین غصب و ظلم شرُوع ہو گیا۔

۳۔ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ کا پیشین گوئی مندرجہ آیتِ اِستخلاف میں (معاذ اللہ) جھُوٹا اور کاذب ہونا۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی تربیت اور تعلیمات اور آپؐ کی صُحبتِ مُبارک کا (معاذ اللہ) اِس قدر بے اثر و بے فیض ثابت ہونا کہ آپؐ کے فوراً بعد سوائے چند اشخاص قلیل التّعداد کے آپؐ کے جمیع اصحاب مُرتد ہو گئے ۔ (نعوُذ باللہ)

۵۔ اگر خُلفائے ثلثہؓ غاصب و ظالم ٹھہرائے جائیں تو سب روایات وارده در مدح و ثنائے مہاجرینِ اوّلین و اہلِ بیعتِ شجرہ و انصار جو ان خُلفاءؓ کے مُعاون و ناصر تھے (معاذ اللہ) بے معنی اور غلط ہوں گی ۔ اور کلامِ الٰہی میں تدلیس ماننا پڑے گی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تدلیس سے منزّہ ہے ۔ ایسے ہی وُہ آیات و احادیث جو بالخصُوص شخصی طور پر فرداً فرداً اِن خُلفاء کے بارہ میں ہیں وُہ بھی غلط ہو جائیں گی۔

مہاجرینِ اوّلین اور انصار کے حق میں جو آیات اُوپر لکھی گئی ہیں اُن سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ جنّتی ہیں اور صاحبِ مدارجِ عالیہ ہیں ۔ اہلِ بیعتِ شجرہ کی ثنا میں وارد ہوا ہے ۔ قولہٗ تعالیٰ :۔

لَقَدْ رَضِیَ اللہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَکَانَ اللہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۝ (فتح۔ ۱۸۔ ۱۹)

البتہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ اُن مومنین سے راضی ہو چکا جب کہ وُہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے پس خُدائے تعالیٰ نے اُن کے دِلوں کا حال جان لیا اور اُن پر رحمت اُتاری اور اُن کو فتحِ قریب عطا فرمائی اور بہت سامالِ غنیمت جو وُہ حاصل کریں گے اور خُدا غالب حکمت والا ہے۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیعتُ الرِّضوان والوں کو جن میں شیخینؓ و سیّدنا علیؓ حقیقۃً اور سیّدنا عثمانؓ حکماً شامل تھے، اپنی خوشنودی کی سند عطا فرمائی ۔ اگر کہا جائے کہ در وقتِ نزُولِ آیات یہ لوگ بے شک قابلِ مدح و ثنا تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اِنتقال کے بعد بوجہ مخالفتِ احکامِ خُدا و رسُولؐ اور غصبِ خلافت وغیرہ اور مظالم با اہلِ بیت مُرتد ہو گئے تھے ۔ تو جواباً گذارش ہے کہ جن لوگوں کے آخری اعمال ایسے ہوں اُن کے لیے سُورۂ آلِ عمران میں وارد شُدہ بشارتِ جنّت جو اُوپر بیان ہو چکی ہے (فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا . . . . وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ) کے صحیح ہونے کی یہی صُورت رہ جاتی

ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ اُن کی آخری عُمر کے حالات معلوم نہ تھے۔ یا یہ کہ وُہ لوگ اپنی زندگی میں جنّت کو سدھارے۔ اور وہاں کا حظ اُٹھا کر پھر دُنیا میں آئے اور برخلاف اعمالِ سابقہ ایسے جرائم کے مُرتکب ہُوئے کہ مستحق عذابِ دوزخ ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں صُورتیں اہلِ اسلام کے مسلّمہ عقائد کے خلاف ہیں۔

الغرض صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ آیت استخلاف کے ساتھ وعدہ دیئے گئے وُہی اشخاص تھے جو اپنے اپنے وقت میں خلیفہ ہُوئے۔ اور جو وعدے حق سُبحانہٗ وتعالےٰ نے اُن سے کیے تھے کہ تمھیں دُنیا میں خلیفہ بنایا جائے گا اور تمھارے ہاتھ پر دینِ الٰہی کی تمکین ہوگی۔ اور تمھارے خوف کو امن سے بدل دیا جائے گا۔ سب کے سب اپنے اپنے وقت پر اُن کے لیے متحقق ہُوئے اور یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا (وُہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے) بھی انہی لوگوں کی شان میں ہے یعنی یہی وُہ لوگ ہیں جن کے کام محض للّٰہی اور شائبۂ نفسانیّت سے مبرّا و منزّہ ہوتے تھے۔

پس نہ صرف شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت نصِ قرآنی سے ثابت ہو گئی بلکہ خلافت خُلفائے اربعہ علیہم الرّضوان بھی نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ اور آیۂ استخلاف میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ موعُود لہم کو اللہ تعالیٰ کا تمکین اور قُدرت عطا فرمانا اقامتِ دین کے لیے تھا۔ یہی معنٰی ہے آیۂ استخلاف کے اس جُملہ کا وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ (اور البتّہ اُن کے لیے اُن کا دین جو پسندیدہ ہے محکم کرے گا) اگرچہ عہدِ نبوی ہی میں اِس وعدہ کی تکمیل کا ظہور شروع ہو گیا تھا مگر اُس کی پُوری نشوونما عہدِ صدّیقیؓ و فارُوقیؓ میں ہُوئی جو بعد میں آنے والے دو خُلفاؓ تک جاری رہی۔

نشوِ اسلام کے چار مراحل

ظہُورِ اسلام کے وقت سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس دینِ پاک کو اپنی ارتقاء میں چار مراحل سے گزرنا پڑا۔

۱۔ بعثتِ نبویؐ جو مکّہ معظّمہ میں واقعہ ہُوئی۔ گویا اسلام کا تولّد اُس وقت ہوّا۔ مگر اُس وقت کے مُسلمانوں کو اُس کے اظہار کی بھی قُدرت نہ تھی۔ یہ مرحلہ ہجرتِ مدینہ منوّرہ تک رہا۔

۲۔ دُوسرا مرحلہ ہجرت کے بعد مدینہ منوّرہ جا کر شروع ہوّا۔ اِس دَور میں مُشرکینِ مکّہ سے قصداً اور اَوروں سے تبعاً جہاد و قتال شرُوع ہو گیا۔ مکّہ فتح ہونے پر بادشاہی کی صُورت ظہُور میں آئی۔ سارا حجاز مطیع ہوّا۔ اور پھر آپؐ انتقال فرما کر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔

۳۔ تیسرا مرحلہ آپؐ کے انتقال کے بعد شرُوع ہوّا۔ اِس میں عظمت و قوّتِ اسلام یہاں تک بڑھی کہ دو نامی اور زبردست بادشاہوں یعنی قیصر (رُوم کا بادشاہ جو نصرانی تھا) اور کسرےٰ (ایران کا بادشاہ جو مجُوسی تھا) کو جن کی حکُومت اُس وقت تقریباً ساری دُنیا پر پھیلی ہُوئی تھی، جہاد و مقاتلہ کرنے کے بعد مغلُوب و نیست و نابُود کر دیا گیا۔

۴۔ بلادِ مفتوحہ میں اسلام کی ترویج اور مساجد کی تعمیر

پہلے اور دُوسرے مراحل خُود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے گزرے۔ تیسرا مرحلہ بعہدِ صدّیقیؓ و فارُوقیؓ طے ہوّا۔ اور چوتھا جسے تیسرے کا ثمرہ سمجھنا چاہیئے بعہدِ عُثمانیؓ و مُرتضویؓ واقعہ ہوّا۔

اَب ہم اُن آیاتِ شریفہ کا ذکر کریں گے جن میں ان مراحل اور حالات کا ذِکر، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح اور خلافتِ راشدہ کے

برحق ہونے کا ذِکر آیا ہے۔ سب سے پہلے سُورۂ فتح کی آیاتِ ذیل میں یہ ذِکر ہے:۔

۱۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (فتح۔ ۲۹)

محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) اللہ کے رسُول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وُہ کافروں پر سخت زور آور ہیں اور آپس میں محبّت کرنے والے ہیں۔ تُو اُن کو دیکھتا ہے رکُوع اور سجُود کرتے ہُوئے۔ وُہ خُدا کا فضل اور اُس کی رضا چاہتے ہیں اُن کے چہروں پر سجدوں کے نشان موجُود ہیں۔ تورات اور انجیل میں اُن کی داستان ایسے ہے جیسے کھیتی (پہلے) اپنے سبز گھاس کو نکالے، پھر اُسے قوی کرے، پس وُہ موٹی ہو جائے اور اپنی جڑوں پر کھڑی ہو جائے۔ (اُسے دیکھ کر) کھیتی والے خوش ہوتے ہیں اور کفّار غُصّہ سے جل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے بخشش اور ثوابِ بزرگ کا وعدہ دیا ہے۔

اِس آیۂ شریفہ میں اسلام کے چاروں ادوارِ مذکُورہ بالا کا ذکر ہے۔ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ (کھیتی پہلے اپنا سبز گھاس نکالے) بیان ہے اسلام کے پہلے دَور کا یعنی بعثتِ نبویؐ سے ہجرت تک۔ فَاٰزَرَهٗ (پھر اُسے قوی کرے) بیان ہے دُوسرے دَور کا یعنی اُس زمانے کا جو ہجرت سے لے کر وفاتِ سرورِ کائنات علیہ افضل التحیّات تک ہے۔ فَاسْتَغْلَظَ (پھر وُہ موٹی ہو جائے) بیان ہے اسلام کے تیسرے دَور کا۔ اور فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ (اپنی جڑوں پر کھڑی ہو جائے) بیان ہے اسلام کے چوتھے دَور کا۔

فائدہ جلیلہ ۱۔ اِس ترجمہ سے معلوم ہوّا کہ ذٰلِكَ اشارہ ہے مابعد یعنی كَزَرْعٍ الخ کی طرف اور یہ اشارہ بجانب مابعد حضراتِ ناظرین کے لیے مُوجبِ تعجب نہ ہو کیونکہ قرآنِ کریم میں اِس کے علاوہ بھی ذٰلِكَ سے اشارہ مابعد کی طرف واقع ہوّا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:۔

وَقَضَیْنَآ اِلَیْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِیْنَ۔ (الحجر: ۶۶)

اور ہم نے (لُوطؑ کی طرف) وحی بھیجی کہ ان لوگوں کی جڑ صُبح ہوتے ہوتے کاٹ دی جائے گی۔

اِسی طرح اگر آیۂ شریفہ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ (البقرۃ۔ ۱۸۴) (اور جو لوگ فدیہ دینے کی طاقت رکھتے ہیں وُہ مُحتاج کو کھانا کھلائیں) میں یُطِیْقُوْنَهٗ کی ضمیرِ منصُوب متّصل کو مابعد فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ کی جانب راجع کیا جائے اور یُوں معنی کیے جائیں کہ جو لوگ طاقت رکھتے ہیں اُس کی، یعنی فدیہ دینے کی، اُن پر صدقۂ فطر واجب ہے تو تکلّفاتِ ذیل کی ضرُورت نہیں رہتی۔ اور اِس آیت سے صدقۂ فطر کا وجُوب ثابت ہو جاتا ہے، روزہ سے اس کو کوئی تعلّق نہیں۔

یہاں پر مفسّرین لکھتے ہیں کہ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ (اے لا یطیقونہ) کلمہ لَا کو مقدّر ماننا پڑتا ہے جو خلافِ ظاہر ہے اور بعض دُوسرے کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں صاحبِ توفیق مُسلمان کو اختیار تھا چاہے روزہ رکھے اور چاہے فدیہ دے دے۔ پھر یہ آیۃ منسُوخ ہو گئی اِس آیت کے ساتھ:۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ (البقرۃ: ۱۸۵)

جو یہ مہینہ دیکھے وُہ روزے رکھے۔

اسی طرح جلالین میں ہے، قال ابن عباسؓ الا الحامل والمرضع یعنی حمل والی اور دُودھ پلانے والی عورت کو اگر خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے بچّہ کو نقصان پہنچے گا تو اُس کو اختیار ہے کہ روزہ نہ رکھے اور فدیہ دے دے۔ اِس نسخ والی صُورت کو جلالین میں (قیل) سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے اس قول کا بھی ضُعف پایا جاتا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ یُطِیْقُوْنَ باب افعال سے ہے اور منجملہ خاصیات باب افعال کے سلب مأخذ بھی ہے۔ اِس بنا پر اِس آیۂ شریفہ کا یہ معنی ہوگا کہ اُن لوگوں پر جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے مثل بہت بُوڑھے اور مایُوس الصّحت مریض کے فدیہ یعنی ایک مسکین کو طعام دینا واجب ہے۔ مگر یہ احتمال بھی صحیح نہیں۔ اِس لیے کہ باب افعال کا سلب مأخذ کے لیے ہونا سماعی ہے قیاسی نہیں۔ اور صاحب قامُوس نے لفظ اِطاقۃ "بمعنیٰ قُدرت" کہا ہے نہ سلب قُدرت نیز دُلاتحملنی ما لاطیق ادعیہ ماثورہ میں آچکا ہے جس سے سلب طاقت مُراد نہیں۔ والعلم عند اللہ۔

سُورہ فتح کی مندرجہ بالا آیات میں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کا ذکر رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ سے پہلے، باوجُود اِس کے کہ رُحَمَآءُ کی تقدیم اَشِدَّآءُ پر کئی وجُوہ سے مُناسب معلُوم ہوتی ہے، اِس لیے فرمایا گیا کہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کا تعلّق عہدِ صدیقیؓ و فارُوقیؓ سے ہے (کیونکہ شدّت علی الکفار ہی نے بڑے بڑے بادشاہوں کو مغلوب اور نیست و نابُود کر دیا اور کسریٰ و قیصر کا ذکر ہی مِٹ گیا) اور رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کا لگاؤ عُثمانیؓ و مُرتضویؓ عہد سے ہے۔

فَاسْتَغْلَظَ بیان ہے اِسلام کے تیسرے دَور کا اور اعلیٰ درجہ کی ترقّی کا۔ اِسی طرح لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الصف۔۹) بھی دال ہے تیسرے دَور پر۔ گویا اِن آیات کے یہ دونوں جُملے بطریق پیشگوئی عہدِ صدیقیؓ و فارُوقیؓ سے خبر دے رہے ہیں۔

اُس وقت کسریٰ و قیصر ہی رُوئے زمین پر دو زبردست بادشاہ تھے اور اُنہی کا دین سب ادیان پر غالب تھا۔ رُوم، رُوس، فرنگ، الیمان، افریقہ، شام، مصر و بعض بلادِ مغرب و حبشہ نصرانی قبضہ میں تھے اور قیصر کے تابع۔ اور خُراسان، تُوران، تُرکستان، زابلستان، باختر وغیرہ مجُوس تھے اور کسریٰ کے تابع۔ باقی ادیان مثل یہُودیت و دینِ مُشرکین و دینِ ہنُود و دینِ صابئین پامال اور ضعیف ہو گئے تھے۔ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ نے جب چاہا کہ دینِ حق دینِ اسلام کو سب ادیان پر (کَمَا قَالَ: لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ) و (فَاسْتَغْلَظَ) غالب و ظاہر کرے تو بحسبِ وعدہ مندرجہ آیتِ استخلاف (وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ) صحابہ کرام کو بسرپرستی شیخینؓ جن کی مدح میں آیۂ سُورہ فتح مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ وارد ہے اقامتِ دینِ حق کی توفیق اور قُدرت عطا فرمائی اور قیصر و کسریٰ اور اُن کا دین پامال اور نیست و نابُود ہو گیا۔

عہدِ نبویؐ میں چُونکہ مسلمانوں کا غلبہ نصاریٰ نجران اور مجوس ہجر اور یہُود خیبر تک محدُود تھا اور نہی سے خراج اور جزیہ لینا ٹھہرا تھا اِس لیے فَاسْتَغْلَظَ اور لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا مصداق حضُورؐ کا زمانہ نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی ختنینؓ[1] کا زمانہ جو یوماً فیوماً تنزّل کا دَور تھا۔

ب۔ دُوسری آیت جس میں بیان شُدہ پیشین گوئی خُلفائےؓ ثلٰثہ کے عہد میں متحقّق ہُوئی وُہ سُورۂ فتح کی مندرجہ ذیل آیت ہے:۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى	جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے اُن سے کہہ دو کہ تم جلد ایک جنگجُو
قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ج فَاِنْ	قوم کے (ساتھ لڑائی کے) لیے بُلائے جاؤ گے۔ اُن سے تُم

---

[1] ختنین کا معنی ہے داماد۔ یعنی حضرت عُثمانؓ و حضرت علیؓ، جنھیں دامادِ نبویؐ ہونے کا شرف تھا۔

تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ج وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا	(یا تو) جنگ کرتے رہو گے یا وُہ اِسلام لے آئیں گے اگر تم
تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○	حکم مانو گے تو خُدا تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر مُنہ پھیر لوگے جیسے
(فتح۔۱۶)	پہلی دفعہ پھیرا تھا تو وُہ تُم کو بڑی تکلیف کی سزا دے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں ایسی کوئی دعوت وقُوع میں نہیں آئی جس کا ذِکر اُوپر آیا ہے۔ اِس آیۃ کا نزُول واقعہ حُدیبیہ میں ہُوا ہے اور حُدیبیہ کے بعد متصل غزوۂ خیبر ہُوا ہے۔ اور اس غزوہ میں اعراب کو نہیں بُلایا گیا۔ بلکہ ان لوگوں کے علاوہ جو حُدیبیہ میں حاضر تھے سب روک دیئے گئے۔ کما قال اللہ تعالیٰ :۔

قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ج	آپؐ فرما دیجئے تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ چلو گے اللہ تعالےٰ
(فتح۔۱۵)	نے پہلے سے یہی فرما دیا ہے۔

بعد ازاں فتحِ مکّہ کا غزوہ ہُوا۔ اُس میں بھی ایسی قوم کے لیے دعوت نہ تھی جو پہلی قوم سے مغایر ہو۔ حدیبیہ اور فتحِ مکّہ دونو موقع پر دعوت قریش ہی کو قریش ہی کے مقابلہ کے لیے ہُوئی تھی۔ اور آیتِ مذکُورہ کے نظمِ کلام سے پایا جاتا ہے کہ ہر دو قوم متغایر ہوں گی درصُورت اتحاد بجائے الفاظ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ کے سَتُدْعَوْنَ اِلَيْهِمْ مَرَّةً اُخْرٰى فرمائے جاتے۔ اِسی طرح غزوۂ حُنین بھی مُراد نہیں ہوسکتا کیونکہ اِس غزوہ میں مقابلہ قوم ہوازن کے ساتھ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہم رکاب دس ہزار افراد کا لشکر تھا جن کے مقابل ہوازن جیسی حقیر اور کمزور قوم اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ سے تعبیر نہیں کی جاسکتی۔ ایسے ہی غزوۂ تبُوک بھی مُراد نہیں ہوسکتا کیونکہ غزوۂ تبُوک میں مقصُود صرف اہلِ شام و رُوم کے دلوں میں مُسلمانوں کا رُعب و ہیبت کا قائم کرنا تھا۔ ہرقل نے جُنبش نہ کی اور نہ کوئی فوج مقابلہ پر آئی۔ اِس لیے آپؐ نے جنگ کے بغیر مراجعت فرمائی جب کہ مندرجہ بالا آیت میں صاف فرمایا گیا ہے کہ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ یعنی تمہارے اُن سے لڑنے کی غایت اور انتہا یہ ہوگی کہ وُہ مُسلمان ہو جائیں گے۔ غرضیکہ عہدِ نبویؐ میں کوئی دعوت ایسی نہیں ہُوئی جو اِس آیت کا مصداق ٹھہرائی جاسکے۔ ایسا ہی اِس دعوت کا تحقّق عہدِ مُرتضویؓ میں بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس عہد میں جو دعوت ہُوئی تھی وُہ خلافت کی پختگی اور مُسلمان باغیوں کی شکست کے لیے دی گئی تھی نہ کہ ایسی دعوت جو کسی قوم "اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ" کے لیے ہو اور مقاتلہ کا انجام اُس قوم کا اِسلام قبُول کرنا ہو۔

اِسی طرح بعد انقضائے زمانہ خلافتِ راشدہ جس کی میعاد حدیثِ صحیح میں تیس سال فرمائی گئی ہے، بنواُمیّہ اور بنوعبّاس اور جو اُن کے بعد ہُوئے ہیں کسی کے عہد میں کبھی بھی حجاز اور یمن کے اعراب یعنی بادیہ نشین مقاتلہ کفّار کے لیے نہیں بُلائے گئے بلکہ آج تُرکوں کے زمانہ میں بھی نہیں بُلائے گئے۔ لہٰذا قطعی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ یہ دعوت مندرجہ آیت مذکُورہ بالا بغیر عہدِ خُلفائے ثلٰثہؓ وقُوع میں نہیں آئی۔ انہی کے دَور میں نصرانیوں اور مجُوسیوں کے خلاف جو دو نو غیر قوم تھے، جنگ کرنے کے لیے اعراب کو دعوت دی گئی۔ اور انہی جنگوں کا نتیجہ اُن کے اِسلام قبُول کرلینے کی صُورت میں نکلا۔ اور چُونکہ یہ دعوت ایسی تھی کہ جس کی تعمیل پر اجرِ حسَن اور تخلّف پر عذابِ الیم مرتّب ہے پس ثابت ہُوا کہ دعوت کرنے والے اور کفّار کے ساتھ جنگ کے لیے بُلانے والے واجب الاطاعت ہیں اور یہی معنٰی ہے خلافت کا یعنی اِن خُلفائےؓ ثلٰثہ کی خلافت برحق اور عین منشائے ایزدی کے مُطابق تھی۔

ج۔ اِسلام کے اِن ادوار کا اور خُلفائے راشدینؓ کی خلافت کے برحق ہونے کا ذِکر سُورۂ حج میں بھی آیا ہے۔ اِس سُورۃ کی آیات ۳۸ تا ۴۱ اِس باب کے شرُوع میں صفحہ ۴ پر نقل کی گئی ہیں "اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا .... وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ" اِن آیات پر دوبارہ نظر ڈالنے سے معلُوم ہوگا کہ اُن کے الفاظ ذیل اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اَلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ

دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ۔ مَنْ يَنْصُرُهُ اور اَلَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ میں خلافتِ راشدہ کے دونو اجزاء کا ذکر ہے یعنی تمکین فی الارض اور اقامتِ دین۔ انہی دونو کو بہیئتِ مجموعی خلافتِ شرعی کہتے ہیں۔ ایسا ہی حضرات خلفائے اربعہؓ بھی مہاجرینِ اوّلین اور یقاتلون اور اخرجوا من دیارھم اور ماذون لھم بالجہاد کے مصادیق ہیں جن کے بارہ میں اقتران تمکینِ دین کو تمکین فی الارض کے ساتھ بعنوان شرطیہ لزومیہ بیان کیا گیا ہے یعنی اَلَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔ امر بالمعروف شامل ہے احیاء علومِ دینیہ کو، جیسا کہ نہی عن المنکر شامل ہے جہاد بالکفّار اور اخذِ جزیہ کو پس بمقتضائے شرطیہ لزومیہ خلفاء اربعہ علیھم الرّضوان قطعی طور اللہ کے پسندیدہ دین کو قائم کرنے والے ہوئے۔ یہ آیت اور آیۃ استخلاف دونو ایک ہی واقعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اور دونو میں انہی اوصاف اور وعدہ کا ذکر ہے۔ ان آیات میں بادشاہی اور خلافت کا جو وعدہ مہاجرین اوّلین کے لیے دیا گیا ہے اگر ان خلفائے اربعہ راشدینؓ کے عہد میں متحقق نہیں ہوا جیسے ضرور ہونا چاہیئے تھا تو پھر کوئی بتائے کہ کون سے زمانہ میں متحقق ہوا ہے۔ اگر کہا جائے کہ بعہدِ امامِ مخفی ہوگا تو ہم کہتے ہیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ بشارت تو حاضرینِ حدیبیہ کے لیے ہو اور وہ خالی ہاتھ چلے جائیں اور امرِ موعودہ تیرہ چودہ سو سال کے بعد کسی اور کو مل جائے۔ مزید براں ایسا ہونے سے وعدۂ الٰہی میں، جو حاضرینِ حدیبیہ کے ساتھ ہو چکا ہے، تخلّف آجائے گا۔ اگر کہا جائے کہ وعدۂ الٰہیہ تو پورا کیا گیا مگر غیرِ مستحق کو بطریقِ غصب یہ حق پہنچا تو جواباً گزارش ہے کہ وعدۂ الٰہیہ انھیں بمقابلہ اُن کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کے دیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ مقامِ رضا میں یہ عطیہ انھیں عطا فرماتا ہے لہٰذا اس عطیہ کو خلافتِ خاصہ اور راشدہ ہونا چاہیئے نہ ظالمانہ، غاصبانہ اور جابرہ خصوصاً جب اللہ تعالیٰ بیان فرمارہا ہے کہ اُس نے انھیں ہوا پرستی سے بھی، جو منجملہ اقسامِ شرک ہے بری کردیا ہے لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔

یہاں ایک اور سوال کو بھی جو معترضین کی طرف سے کیا جاتا ہے، دیکھ لینا چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ استخلاف کا معنی ایک قوم کو دوسری قوم کی جگہ بٹھانے کا ہے۔ جیسے ایک قرن کے لوگ مرگئے اُن کے بعد دوسرے لوگ آگئے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ایک شخص کو پہلے کا جانشین اور بادشاہ بنایا۔ لہٰذا آیۃ استخلاف سے خلافت خلفاءؓ ثابت نہیں ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بقول قتادہؓ استخلاف کا معنی خلیفہ بنانے کا ہے۔ امام بغوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

قال قتادۃؓ کما استخلف داؤد وسلیمان وغیرھما من الانبیاء علیھم السّلام۔

جیسا کہ حضرت داؤد اور سلیمان علیھما السّلام اور دیگر انبیائے کرام نے خلفاء مقرر کیے۔

بالفرض دوسرے معنی لیے جائیں تو بھی بلحاظ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ مآل دونو معانی کا ایک ہی ہو جاتا ہے کیونکہ تمکین فی الارض باقامتِ دین بغیر اس کے کہ مختارِ قوم کو امام اور والیٔ امر مانا جائے ہو ہی نہیں سکتی۔ آیۃ وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا سے قطعاً واضح ہے کہ دینِ مُرتضٰے و پسندیدہ کے اظہار کے وقت خلفاءؓ مطمئن اور باامن ہوں گے۔ اس سارے بیان سے پھر یہ ثابت ہوگیا کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ دینِ الٰہی، دردینِ مرتضٰی ہمیشہ مخفی رہا ہے اور اہلِ بیت علیھم الرّضوان ہمیشہ تقیّہ فرماتے رہے ہیں اور کبھی اُس کے ظاہر کرنے پر قادر نہیں ہوئے نصُوصِ قرآنیہ کے بالکل خلاف ہے۔

د۔ خلافتِ خلفائے راشدہؓ کا ذکر سورۃ انبیاء میں بھی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (انبیاء۔۱۰۵) یعنی ہم نے زبور حضرت داؤدؑ میں بالتحقیق لکھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ اس آیت کا بیان سورۃ فتح کی آیت ۲۹ میں بھی اوپر آچکا ہے۔ قوله تعالیٰ: ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ۔ قصّہ ایک ہی ہے تعبیریں مختلف پہلی آیت میں زبور کا بیان ہے اور دوسری میں توریت اور انجیل کا پہلی میں يَرِثُهَا اور دوسری میں أَخْرَجَ شَطْأَهُ۔ مآل ایک ہی ہے یعنی غلبۂ دولتِ اسلامیہ۔ پہلی آیت میں عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ہے اور دوسری میں مَثَلُهُمْ۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے حضرت ابن عبّاسؓ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے۔ قال: اخبر اللہ تعالیٰ سبحانہٗ فی التوراۃ والزبور وسابق علمہ قبل ان تکون السمٰوات والارض ان یورث اُمّۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم فی الارض واخرج ابن ابی حاتم عن ابی الدرداء انہٗ قرأ قولہٗ تعالیٰ ان الارض یرثھا عبادی الصّٰلحون فقال نحن الصّٰلحون۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے توریت، زبور اور آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے اپنے علم میں یہ خبر دے دی تھی کہ وہ اُمّتِ محمدیہ کو زمین کا وارث بنائے گا۔ ابن ابی حاتم نے ابی درداءؓ سے روایت کی کہ انھوں نے آیتِ مذکورہ پڑھ کر فرمایا کہ اَلصّٰلِحُوْنَ کا مصداق ہم ہیں۔

علّامہ سیوطیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ مجھے زبور کا ایک نسخہ ملا جس میں ایک سو پچاس سورت تھی چوتھی سورت میں میں نے دیکھا۔ یا داؤد اسمع ما اقول ومر سلیمان فیقلہ للناس من بعدک ان الارض لی اورثھا محمداً صلی اللہ علیہ وسلّم وامّتہ۔ انتھٰی

ترجمہ:- اے داؤدؑ میری بات سن اور سلیمانؑ کو حکم دے کہ بعد آنے والے لوگوں کو کہہ دے کہ زمین میری ہے جس کا وارث محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اور اُن کی اُمّت کو بناؤں گا۔

ھ۔ پانچویں آیت جس میں خلافتِ راشدہ کا ذکر ہے وہ یہ ہے:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ (المائدۃ۔۵۴)

یعنی اے مومنو جو کوئی تم میں سے مرتد ہوگا پس عنقریب اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم لائے گا جو اللہ کو دوست رکھتی ہے اور اللہ اُس کو دوست رکھتا ہے متواضع ہوگی مسلمانوں کے لیے اور سخت ہوگی کافروں پر خدا کی راہ میں جہاد کرے گی اور ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کرے گی۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ واسع الجود اور علیم ہے۔

یہ وہی مضمون ہے جو اوپر پیرا (ب) میں سورہ فتح کی سولھویں آیت کے بیان میں آچکا ہے۔ اور جس میں خلفائے ثلٰثہؓ کے دور کی فتوحات کا اور اُن لوگوں کی صفات کا ذکر ہے جن کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ نے قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتوں کو نیست و نابود کروادیا۔

و۔ انہی حضرات کی دیگر صفات کا ذکر سورۃ مائدہ کی چھٹی اور ساتویں آیات میں بھی آیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:-

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۔ (المائدۃ۔ ۵۵)

یعنی تمہارا کارساز اور مددگار اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسولؐ اور مومن لوگ ہیں جو نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں، بحالتِ خشوع رہتے ہیں یا نوافل کثیرہ پڑھتے ہیں۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔ (المائدۃ۔۵۶)

یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ اور مومنوں کے ساتھ دوستی پیدا کرے گا پس تحقیق وہی خدائی گروہ غالب ہے۔

خلاصہ آنکہ وعدۂ الٰہیہ کا تحقق ضروری طور پر ہونا تھا مگر ابتدا میں شخصی طور پر لاعلمی تھی۔ رفتہ رفتہ جب خلفاء اربعہؓ مسندِ خلافت پر بیٹھے اور جو جو اوصاف اور وقائع اور فتوحات نصوصِ قرآنیہ و احادیثِ نبویہؐ میں مذکور تھے بعینہا مشہودِ خواص و عوام ہوئے تو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ وعدۂ استخلاف اور دوسری پیشین گوئیاں انہی حضرات کے لیے تھیں۔ جیسا کہ غزوۂ خیبر میں جس وقت آں حضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمان واجب الاذعان ساعطی الرایۃ غدًا رجلاً یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ (کل اُس شخص کو جھنڈا عطا ہو گا جو اللہ اور اُس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ اور اُس کا رسولؐ محبت کرتے ہیں) صادر ہوا تو سامعین نے یقین کر لیا کہ جس کو صبح نشان دیا جائے گا وہ شخص ضرور اللہ اور رسولؐ کا مُحب اور محبوب ہو گا۔ مگر یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کون ہو گا۔ جب دوسرے روز جھنڈا حضرت علی مرتضیٰؓ کو عنایت ہوا تو محقق ہو گیا کہ اللہ اور رسولؐ کا وہ مُحب و محبوب علیؓ شیرِ خدا ہے۔

اسی طرح وعدۂ الٰہیہ دربارہ محفوظ رکھنے قرآنِ کریم کے بقولہٖ تعالیٰ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ہو چکا تھا مگر معلوم نہ تھا کہ اُس کی صورت کیا ہو گی۔ پھر جب الہامی طور پر قلوبِ صالحین میں ڈالا گیا کہ نہایت اہتمام سے اسے ایک مجموعہ کی صورت میں جمع کیا جائے اور سب مسلمان ایک نسخہ پر متفق ہوں اور ہمیشہ قاریوں کی بڑی بڑی جماعتیں خصوصاً اور باقی مسلمانوں کی عموماً اس کے درس کا شغل رکھیں اور بعض بالیاقت لوگ اس کی تفسیر اور بیانِ اسبابِ نزول میں شاغل رہیں اور صرف لکھے ہوئے پر ہی اعتماد نہ ہو بلکہ سلسلہ روایت ثقۃ عن ثقۃ صحابہ کرامؓ تک پہنچے اور نیز رسمِ خطی مصحفِ عثمانی بھی اُس کے مطابق ہو تو اس کے بعد متحقق ہو گیا کہ جس کی تدوین اجماعی طریق پر بین الدفتین یعنی ایک مجموعہ کی صورت میں ہو چکی ہے وہی محفوظ قرآن ہے اور حفظِ الٰہی کی صورت یہی ہے کہ غیر اُس کا محفوظ بحفظِ الٰہی نہیں۔ اور جو محفوظ بحفظِ الٰہی نہیں وہ قرآن نہیں علیٰ ہذا القیاس تمکین الٰہی و تبدیل الخوف بالامن خلافتِ خلفاء ہی کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت اور فتنۂ ارتداد

یہاں پر اُن واقعات کا بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جن کی پیشین گوئی اس سے پہلے صفحات پر بیان شدہ آیات میں کی گئی ہے اور جو مرضِ وفاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران اور اس کے بعد پیش آنے والے تھے اور جن سے خلافتِ صدیقیؓ کی حقیت ثابت ہوتی ہے۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ آں حضرتؐ کی زندگی کے آخری ایام میں عرب کے تین فرقے مرتد ہوئے اور ہر فرقہ میں ایک مدعیِ نبوت کھڑا ہوا اور اُس کی قوم نے اُس کی تصدیق کی اور ایک بھاری فتنہ برپا ہو گیا۔ قبیلہ مذحج میں ایک شخص ذوالخمار عنسی نام کا جو کاہن اور شعبدہ باز تھا نبی بن بیٹھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جناب معاذؓ بن جبل اور اُن کے رفقاء کی جانب خط لکھا کہ اس مدعیِ نبوت کے ساتھ لڑائی کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اُن کے رفقاء میں سے ایک فیروز دیلمی نام نے اُسے فی النار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ وحی اِس ماجرا سے مطلع ہوئے اور فرمایا فاز فیروز یعنی فیروز کامیاب ہوا۔ اِس واقعہ کی خبر آپؐ کی وفات کے بعد ربیع الاوّل کے آخری ایام میں صدیقِ اکبرؓ کو پہنچی اور انھیں اپنے دورِ خلافت میں ملنے والا فتح کا یہ پہلا مژدہ تھا۔

دوسرا مدعی شہر یمامہ میں مسیلمہ کذاب قبیلہ بنی حنیفہ میں کھڑا ہو گیا اور حضورِ نبویؐ میں خط لکھا۔ من مسیلمۃ رسول اللہ اِلیٰ محمد رسول اللہ۔ امّا بعد فان الارض نصفہا لی و نصفہا لک (مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف۔ اس کے بعد آدھی زمین میری اور آدھی آپ کی) اُس نے یہ خط دو اشخاص کے ہاتھ دے کر حضورؐ کو پہنچایا۔ آپؐ نے اُن دونوں سے پوچھا کہ کیا تم دونو بھی مسیلمہ کو نبی مانتے ہو۔ اُنھوں نے کہا نعم یعنی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ عہد قرار نہ پا چکا ہوتا کہ نامہ بر اور قاصد لوگ قتل نہیں کیے

جاتے تو ضرور تم دونو کی گردنیں مار دی جاتیں۔ اِس کے بعد اُس خط کا جواب لکھ کر روانہ فرمایا۔ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی مُسَیْلَمَۃَ الْکَذَّابِ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُہَا مَنْ یَّشَآءُ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی جانب۔ بعد حمد و صلوٰۃ واضح ہو کہ زمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے) یہ جواب بھیجنے کے بعد آپؐ بیمار ہو گئے اور اس کے دفعیہ کی تدبیر کرنے سے پہلے ملاءِ اعلیٰ سے جا ملے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے خالدؓ بن ولید کو لشکرِ کثیر کے ساتھ اُس کی طرف روانہ کیا اور وحشی نام کے ایک شخص نے اُس کو قتل کیا۔ اُس کی جماعت میں سے بعض متفرق ہو گئے اور بعض تائب۔

تیسرا مدعیِ نبوت بعہدِ نبویؐ طلیحہ اسدی قومِ اسد میں سے ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صدیقِ اکبرؓ نے اُس کی سرکوبی کے لیے بھی خالدؓ بن ولید کو بھیجا جنھوں نے اُس کو ہزیمت دی اور طلیحہ اسدی بھاگ گیا اور پھر مسلمان ہوا۔

اس کے بعد فتنۂ ارتداد نے بہت زور پکڑا اور اہلِ حرمین شریفین اور قریہ جُواثیٰ کے علاوہ اکثر عرب مرتد ہو گئے اور ایک فرقہ نے زکوٰۃ دینے سے بھی انکار کیا۔ اِن مانعینِ زکوٰۃ کے بارے میں فقہائے صحابہؓ میں اختلافِ رائے ہو گیا۔ بعض نے کہا یہ اہلِ قبلہ ہیں اِن سے مقاتلہ اور لڑائی ناجائز ہے۔ یہاں تک کہ فاروقِ اعظمؓ نے خلیفۂ وقت صدیقِ اکبرؓ سے کہا۔ کیف تقاتل الناس وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتّٰی یقولوا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فمن قالہا فقد عصم منی نفسہٗ و مالہٗ الا بحقہٖ وحسابہ علی اللہ۔ (آپ ان لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے جب کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اُس وقت تک جہاد کروں جب تک کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ نہ کہیں۔ پھر جب وہ یہ کلمہ کہیں تو انھوں نے مجھ سے اپنی جان و مال محفوظ کر لی مگر شرعی حق مستثنے ہے اور اس کا حساب خدا پر ہے)

اِس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ واللہ لاقاتلن من فرّق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال واللہ لو منعونی عناقا کانوا یؤدونہا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم لقاتلتہم علی منعہا۔ خدا کی قسم میں اُن لوگوں سے بھی جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے کیونکہ زکوٰۃ خدا کا حق ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھے بکری کا بچہ بھی نہ دیں گے جو وہ حضور علیہ السّلام کو دیا کرتے تھے تو بھی ہم اُن سے جہاد کریں گے۔

اِس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ انہ الحق اخرجہ الشیخان وغیرہما۔ (مجھے معلوم ہو گیا کہ یہی بات حق ہے)

اِس موقعہ پر عمرؓ فاروق اور علیؓ مرتضےٰ وغیرہما کی آراء صدیقیؓ رائے کے خلاف تھیں اور عمر فاروقؓ اور صدیقِ اکبرؓ کے درمیان مکالمہ بھی ہوا۔ صدیقِ اکبرؓ نے عمر فاروقؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:-

اجبّارٌ انت فی الجاہلیۃ خوّار فی الاسلام۔ یہ کیا کہ تم جاہلیت کے دور میں تو جابر تھے اور اسلام میں آکر نرم ہو گئے ہو۔

اسی طرح حضرت علیؓ اور جناب صدیقؓ کے مابین بھی گفتگو ہوئی۔ آخر الامر سب نے اقرار کیا کہ صدیقِ اکبرؓ کی رائے حق ہے۔ اِس فتنہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا العصمۃ فیہا السیف یعنی اِس فتنہ میں بچاؤ اور بہتری اسی صورت میں ہو گی کہ تلوار سے کام لیا جائے۔ ابوبکر بن عیّاش کہتے ہیں میں نے ابو حفص سے سنا کہ کہتا تھا "بعد از پیغمبر کوئی شخص ابوبکرؓ سے افضل نہیں۔ کیونکہ اُس نے مقاتلہ مرتدین میں نبی کا سا کام کیا ہے" غزوۂ بدر اور حُدیبیہ وغیرہ کے بعد یہ جہاد بالمرتدین عظیم الشان واقعہ ہوا ہے۔ اس کی عظمت کے مقابلہ میں مومنوں کو تسلی دی گئی ہے کہ خبردار اس فتنۂ ارتداد سے گھبرانا نہیں۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ ○ (المائدۃ۔ ۵۵)

تمھارے دوست اللہ اور اُس کا رسُولؐ اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور (خُدا کے آگے) جُھکتے ہیں۔

بنظرِ انصاف اگر دیکھا جائے تو اس وعدہ کا مصداق صدّیقِ اکبرؓ ہی تھے کیونکہ بعہدِ نبویؐ بھی اتنی فوج جمع ہو کر مُرتدین کے لیے نہیں گئی اور عہدِ صدّیقیؓ اور فارُوقیؓ کے بعد بھی اتنی جمعیّت میں افواج مُرتدین کے مقابلہ میں کبھی نہیں نکلیں۔

وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○ (مائدۃ۔ ۵۶)

جو کوئی اللہ اور اُس کے رسُولؐ اور مومنوں کو دوست رکھے گا وُہ (خُدا کی جماعت میں داخل ہوگا) اور خُدا کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔

اِس آیت شریف سے خلیفہ راشد کی اطاعت اور انقیاد واجب ہے اور بلحاظِ واقعہ بیان شدہ صدّیقِ اکبرؓ ہی اِس آیت میں مورد نص ہیں۔ اخرج البغوی عن ابی جعفر محمد بن علی الباقر انما ولیکم اللہ ورسولہٗ والذین اٰمنوا انزلت فی المؤمنین۔

(یعنی جناب امام زین العابدینؒ کے فرزند امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مومنوں (بصیغہ جمع) کے بارے میں نازل ہُوئی ہے کسی نے کہا کہ سیّدنا علیؓ کے بارے میں نازل ہُوئی ہے۔ اِس پر آپ نے فرمایا کہ وُہ یعنی سیّدنا علیؓ بھی مؤمنین سے ہیں)

حضرت صدّیقؓ کی خلافت اور اُن کا لوگوں سے بیعت لینا حق تھا۔ اِس لیے سب مؤمنین نے جن میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے حضرت صدّیقِ اکبرؓ کو واجب الاطاعت سمجھ کر اور خلیفہ مان کر اِس واقعہ میں اُن کی بھرپُور امداد کی۔ اور اللہ تعالےٰ نے بھی ان معاونین کے اِس قدر اوصاف آیاتِ قُرآنیہ میں بیان کیے اور اُنھیں یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ (یعنی اللہ تعالےٰ اُن سے محبت کرتا ہے اور وُہ اُس سے محبّت کرتے ہیں) کا شرف بخشا۔ حق تو یہ ہے کہ مہاجرینِ اوّلین (جن کے اوصاف مفصّل پہلے بیان ہو چکے ہیں) اور انصار کے اُس گروہ نے، جن کی تعریف و توصیف جابجا کلامِ الٰہی میں وارد ہے، خلافت کے بارے میں جو کچھ کیا وُہ حق تھا۔ اور حق کیوں نہ ہو جب خُود حق سُبحانہٗ تعالےٰ منتظمِ کار ہو۔

چند مزید اعتراضات اور اُن کے جواب

یہاں اَب چند اور سوالات اور اُن کے جواب بیان کیے جاتے ہیں جو اِس ضمن میں پُوچھے جاتے ہیں:۔

پہلا سوال یہ ہے کہ جمیع اُمور عمُوماً خواہ جائز ہوں یا ناجائز، بغیر ارادہ و مشیّتِ ایزدی عزّ اسمہٗ ہرگز نہیں ہو سکتے تو باری تعالےٰ کے مُستخلف اور مُمکّن اور مُبدّل ہونے سے خلافت کی حقّانیّت بہ ترتیب کذائی کیسے ثابت ہُوئی۔ کارروائی اگر غاصبانہ ہو پھر بھی تو فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ وُہی ہے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ ارادۃ الٰہیہ کا تعلّق سب مکوّنات سے ہے مگر یہاں پر وعدۃ الٰہیہ بمقابلہ ایمان و اعمالِ صالحہ موعُودلہم اور تقیید و توصیفِ دین بوصفِ ارتضیٰ لہم اور تزکیہ موعُودلہم کا بقولہٖ تعالےٰ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا (وُہ میری عبادت کرتے ہیں اور کسی کو میرا شریک نہیں ٹھیراتے) صاف بتلا رہے ہیں کہ امرِ استخلاف و خلافتِ خُلفا مُراد ہونے کے علاوہ منجملہ مرضیاتِ حق سے

بھی ہیں یعنی آیتِ استخلاف کے مصداق لوگ فقط سربراہ ہی نہیں ہوں گے بلکہ وُہ اُمّتِ مُسلمہ کے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ خُدا کے نیک اور پسندیدہ بندے بھی ہوں گے جنھیں اُن کے نیک عقائد و اعمال کے پیشِ نظر یہ مقام عطا ہو گا۔

پھر یہ اعتراض بھی پیش کیا جاتا ہے کہ آیۃ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا۔ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا کا مطلب یہ نہیں بلکہ اس کا ترجمہ ایک مُتبحّر اور محقّق عالم نے یُوں کیا ہے "اور خوف کے بعد اُن کو اُس کے بدلے میں امن دے گا تاکہ میری عبادت کریں اور میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں۔ انتہٰی"۔ اس ترجمہ سے یَعْبُدُوْنَنِیْ کا مدلُول امر بالعبادۃ اور لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا کا معنی نہی عن الشرک ٹھہرایا گیا ہے کہ اوامر و نواہی تشریعیہ مُستلزم وقُوع یا عدم وقُوع مامُور یا منہی عنہ نہیں ہوتے چُنانچہ امر اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ سے یہ نہیں پایا جاتا کہ مُخاطبین ضرور ہی تعمیل کریں گے۔ مُشاہدہ سے یہ ثابت ہے کہ بہتیرے لوگ نماز اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ ایسا ہی لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی کے یہ معنی نہیں کہ مُخاطبین زنا کے مُرتکب نہ ہوں گے۔ پس یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا سے بھی یہ ثابت نہ ہوا کہ خُلفاء موعُودلہم ضروری طور پر خُدا پرست اور غیر مُشرک ہوں گے۔ لہٰذا آیۃ استخلاف اُن کے لیے مزکّی اور مثبت عدالت نہ ٹھہری۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ آیت ہٰذا کا ترجمہ مذکُورہ بالا صحیح نہیں کیونکہ اس تقدیر پر یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْا بِیْ باسقاط نُون اعرابی ہونا چاہیئے تھا۔ کما لا یخفٰی علی من لہ ادنی مہارۃ فی النحو۔ درحقیقت یہ جُملے بحق خُلفاء اربعہؓ پیشین گوئی کے طور پر ہیں یعنی وُہ میری عبادت کریں گے اور میرا شریک کسی کو نہیں ٹھہرائیں گے ہوا پرست، غاصب اور ظالم نہ ہوں گے جناب شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر یہ حدیث ہے۔ الخلافۃ من بعدی ثلثون سنۃ ثم تصیر ملکًا عضوضًا یعنی خلافتِ راشدہ میرے بعد تیس ۳۰ سال رہے گی بعد ازاں دانتوں سے کاٹنے والی بادشاہت ہو جائے گی۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے عربی زبان میں خلافت جانشینی کو کہتے ہیں یعنی ایک شخص دُوسرے کی جگہ بیٹھے اور اُس کا نائب ہو کر کام کرے۔ شرع شریف میں خلیفہ وُہ بادشاہ ہے جو بہ نیابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم دینِ محمّدیؐ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کو قائم رکھے پس جو شخص کہ بادشاہ نہ ہو اور حُکم اُس کا عام نافذ نہ ہو وُہ خلیفہ نہ ہوگا۔ ایسا ہی اگر کافر بادشاہ ہو یا مُسلمان ہی بادشاہ ہو جو مالیہ وغیرہ تو وصُول کرے مگر دین کی اقامت مثل جہاد و اقامتِ حدُود و فیصلہ جات شرعیہ نہ کرے تو وُہ بھی خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں جیسا کہ متغلبہ موجُودہ اور پہلے زمانے کے تھے۔ یہ معنی خلیفہ عام کا ہے۔ اور خلافتِ خاصہ راشدہ میں علاوہ حکمرانی و اقامتِ دینِ محمّدیؐ کے خلیفہ کا مہاجرینِ اوّلین سے ہونا اور سوابق اسلامیہ سے مُتّصف ہونا بھی شرط ہے چُنانچہ خُلفائے اربعہؓ بایں معنی خلافتِ راشدہ کے ساتھ موصُوف تھے۔ اور مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم قول و فعل میں واجب الاطاعت تھے۔ قال علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین یعنی تم پر میرا اور میرے خُلفاء کا طریقہ اور سُنّت لازم ہے۔ جو لوگ کہ علاوہ صفات مذکُورہ کے خلیفہ میں ہاشمی اور فاطمی اور معصُوم ہونا شرط کرتے ہیں آیۃ استخلاف کا فیصلہ اُن حضرات کے بالکل خلاف ہے کیونکہ بروقت نزُول سُورۃ نُور، علاوہ علی کرّم اللہ وجہہٗ کے کوئی ہاشمی مشرّف بالایمان حاضر نہیں تھا اور وعدۃ الٰہیہ مندرجہ آیۃ کا تحقّق بھی بہ تحقّق خلافتِ خُلفاء اربعہ علیہم الرّضوان یکے بعد دیگرے ہوا نہ صرف بہ تحقّق خلافت سیّدنا علی کرّم اللہ وجہہٗ کیونکہ اس آیت میں جتنے ضمائر موعُودلہم کے لیے ہیں وُہ سب بصیغہ جمع ہیں۔ اور نیز تحقّق بہ معنی استخلاف و تمکین و اقامتِ دین و تبدیلِ خوف بالامن اور عبادتِ خالصہ یہ سب علی کرّم اللہ وجہہٗ کی خلافت کے پہلے

؎ کیونکہ اگر یہ صیغے امر اور نہی کے ہوتے تو حسبِ قواعدِ نحو یہ امرِ غائب لیعبدونی اور نہی غائب لایشرکوا بی ہونا چاہیئے تھا۔

سے چلا آیا ہے۔ اور وعدۂ الٰہیہ کا تحقق بمراعاۃ اوصاف موعودہم ضروری اور واجب ہے علاوہ بریں جن کے ساتھ وعدہ ہوا ہے یعنی مہاجرین اوّلین اُنہی کے عہد میں اِس کا تحقق بھی ضروری ہے۔ جو خلافتِ خُلفاء اربعہ علیہم الرّضوان کے وقت خلافت میں ہوا اور ایسے روزِ روشن کی طرح ہوا کہ کسی منکر کو گنجائشِ انکار نہ رہی سُورۂ توبہ کی مندرجہ ذیل آیت اِس بات کو مزید واضح کرتی ہے:۔

هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ (التوبہ۔ ۳۳)

(اللہ) وُہ ذات ہے جس نے اپنے رسُولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ غالب کرے اُس (دینِ حنیفی) کو سب ادیان پر اگرچہ ناخوش ہوں مُشرک لوگ۔

اُس وقت شرک کا مجمع اور گھر دو ہی دین تھے ایک اہلِ کتاب کا دین افتراؤں اور تحریفوں کی وجہ سے، اور دُوسرا مُشرکین غیر اہلِ کتاب کا دین مُشرکوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغلوب فرمایا اور وُہ مشرّف باسلام ہُوتے۔ اہلِ کتاب میں سے بعض مثل نصارٰیٔ نجران و یہُودِ خیبر نے بھی مغلوب ہو کر جزیہ و خراج دینا منظور کر لیا۔ عہدِ نبویؐ میں دینِ توحید اور دینِ حنیفی کا جس قدر غلبہ ہوا اُسے لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ کا تحقق و ظہُورِ اتم یا سب ادیان پر غلبہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ اس عہدِ پاک میں تو مشرکینِ عرب اور مجُوس ہجر و نصارٰیٔ نجران و یہُودِ خیبر پر ہی غلبہ حاصل ہوا تھا جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے اُس وقت دُنیا کے باقی اطراف و اکناف مثل رُوم، رُوس، فرنگستان، ایمان، افریقہ، شام، مصر، بعض بلادِ مغرب و حبشہ یعنی اتباعِ قیصر، دینِ نصرانیّت میں اور خراسان، توران، ترکستان، زاولستان، بختر وغیرہا کسرٰی کے متابعین، دینِ مجُوسیت میں، بڑی قوّت اور طمطراق سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اُن عطیات و نوازشات لینے کا وقت آ گیا جو بغیر اس کے کہ آپ ملاءِ اعلیٰ سے جا ملیں میسّر نہیں ہو سکتی تھیں۔ لہٰذا حق سُبحانہٗ و تعالےٰ نے آپؐ کے وصالِ مُبارک کے بعد بطریقِ استخلاف، اپنے دُوسرے برگزیدہ اور منتخب بندوں کے ہاتھ سے ادیانِ باطلہ کا قلع قمع کروایا اور لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ کی مکمّل شان کو ظہُور بخشا۔ اس طرح خُلفاءِ اربعہؓ معہ اعوانہم بمنزلہ جوارح و اعضائے نبویؐ سمجھنے چاہئیں۔ اُن کا قول و فعل گویا آپؐ ہی کا قول و فعل تھا۔ آیتِ استخلاف میں جُملہ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے اسی معنی کی طرف اشارہ ہے یعنی جیسا کہ حضرت مُوسےٰ کے بعد یُوشعؑ اور داؤد و سُلیمان علیہم السّلام کے ذریعہ مُوسوی عہد کی بشارات کا اتمام ظہُور میں آیا جن کے بارہ میں حضرت مُوسےٰ علیہ السّلام کو مُخاطب کیا گیا تھا حضرت یُوشعؑ نے حضرت مُوسٰی علیہ السّلام کی وفات کے بعد اسی شہر فتح کیے اور حسبِ وصیّتِ مُوسوی تقسیم فرمائے۔ پھر جب عمالقہ نے بنی اسرائیل کو متفرق کر دیا تو اللہ تعالےٰ نے داؤد و سُلیمان علیہما السّلام کو حسبِ فرمان یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ خلیفہ بنا کر اُس زمانہ کے مُسلمانوں کو مُطمئن کیا۔ اُسی طرح اللہ تعالےٰ نے اُن وعدوں اور بشارتوں کو جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو مخاطب کیا گیا تھا (مثل لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وغیرہ کے) خُلفاءِ اربعہؓ کے ہاتھوں اتمام کو پہنچا کر سچّا کر دکھایا۔ آنحضرتؐ کے بعد ظہُورِ ارتدادِ عرب و قتالِ فارس و رُوم وغیرہ میں خُلفاء نے بطریقِ نیابتِ نبوّت کام کیا گویا اُن کا فعل فعلِ نبویؐ تھا اور فعلِ نبویؐ كما قال: وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی فعلِ خُدائی ہے۔ اِسی زمانہ میں اُن مبشّرات کا عملی ظہُور ہوا جو آپؐ صحابۂ کرامؓ کو خطاب فرما کر کہتے تھے کہ تم قیصر و کسرٰی کے خزانے راہِ خُدا میں تقسیم کرو گے پس یہی زمانہ یعنی خلافتِ خُلفائے اربعہؓ کا دور ظرف ہے لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ کے تحقق کے لیے۔

اِن سب آیات میں ادنٰی غور و تامّل کے بعد واضح اور محقّق ہو جاتا ہے کہ دینِ حق اور دینِ پسندیدۂ الٰہی میں خفا اور تقیّہ نہیں بلکہ بحسب وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ اور فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ وغیرہ وغیرہ اظہار مقصُود تھا جو بعہدِ خُلفاءؓ بشہادت قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (البقرۃ: ۲۵۶) اور بشہادت آیۂ شریفۂ ذیل صفحۂ ہستی پر وقُوع پذیر ہوا:۔

كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (آلِ عمران۔ ۱۱۰)

(اے اُمّتِ محمّدیہؐ) تم بہترین اُمّت ہو جو لوگوں (کی بہتری اور اصلاح) کے لیے پیدا کی گئی ہے تم اچّھے کاموں کا امر کرتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور خُدا پر ایمان لاتے ہو۔ اگر اہلِ کتاب (بھی) ایمان لاتے تو اُن کے لیے اچھا ہوتا (لیکن) اُن میں سے بعض مومن ہیں اور بہتیرے فاسق۔

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ سے مطلب یہ ہے کہ باطنِ مقدّسِ نبویؐ لوگوں کی اصلاح اور بہتری کے لیے پُر تھا۔ كما قال اللہ تعالےٰ: حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ (وُہ تم پر حریص ہیں اور مومنین کے لیے رؤف اور رحیم ہیں) اُس پاک باطن سے نُورانیت پھیلنے لگی۔ جن لوگوں کو بوجہ استعداد اور اہلیتِ باطن تناسب تھا وُہ بھی موصُوف بصفت اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ہُوتے یعنی لوگوں کی اِصلاح اُن کے طفیل اللہ تعالیٰ کو منظور ہُوئی اور اُن کی ہمّتِ عالیہ نے مومنین کی بڑی بڑی جماعتوں میں، جو متفرق ہو گئی تھیں، ائتلاف اور اتحاد پیدا کر دیا اور ہفت اقالیم کو اُنھوں نے فتح کر لیا۔ اور لوگوں کی کثیر تعداد اُن کی بدولت مشرّف باسلام ہُوئی پس ثابت ہوا کہ خُلفاءِ کرام معہ اعوان علیہم الرّضوان خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ سے تھے۔

سُورۂ حدید کی دسویں آیت لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ ... بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔ کا بیان پہلے آ چکا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم اُن کے برابر نہیں جنھوں نے فتحِ مکّہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا...... اور ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے نیک بات (یعنی نجات) کا وعدہ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے کاموں سے باخبر ہے۔ اِس مقام پر شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ شیخینؓ کی افضلیت اُس جماعت پر جو فتحِ مکّہ کے بعد مُسلمان ہُوتے منطوق آیت سے ثابت ہے اور جماعتِ متقدمہ پر بمفہُوم موافق یعنے جماعتِ متقدمہ میں سے جس کا انفاق و قتال مقدّم ہوگا وُہ سب سے افضل ہوگا اور شیخینؓ کا انفاق اور قتال احادیثِ صحیحہ سے مقدّم ثابت ہے۔ لہٰذا خلافت اُن کی خلافتِ راشدہ و خاصّہ ٹھہری جس میں خلیفہ کا افضل ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔

[1] چُونکہ حضرت مؤلّف نے یہ رسالہ خلافتِ راشدہ کے مُنکرین کے ردّ میں لکھا ہے اِس لیے خُلفائے راشدینؓ کی فضیلت کے بارے میں اِس مختصر بیان پر اکتفا فرمائی۔ اِس مسئلہ کی مزید تفصیل اکابر عُلمائے اہلِ سُنّت کی کتابوں میں مُلاحظہ ہو خصُوصاً متاخّرین عُلمائے کرام و مشائخِ عظّام سے حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اور اُن کے معاصر مشہُور شیخِ طریقت حضرت مولانا فخرِ جہاں چشتی نظامی دہلوی کی کتاب عقائدِ نظامیہ قابلِ دید ہیں۔ جن میں ثابت کیا گیا ہے کہ خُلفاءِ اربعہؓ کی فضیلت اُن کی ترتیبِ خلافت کے مُطابق ہے۔ البتّہ بعض فضائلِ جُزئیہ جیسے علم، شجاعت، قرابتِ نبوی وغیرہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو امتیازی شان حاصل ہے۔ فیض عفی عنہ

خلافتِ راشدہ کے متعلق مزید قرآنی بشارات

اُوپر آیتِ استخلاف کے بیان کے سلسلہ میں متعدد دُوسری ایسی آیات قرآنی بھی تحریر کی جا چکی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خُلفائے اربعہؓ راشدین ہی خلافت خاصہ کے مستحق تھے۔ اُن آیات میں اللہ تعالیٰ نے اُن حضرات علیہمُ الرّضوان کو اپنی خُوشنودی، انعامات اَور بخشش کی بشارت بھی دی ہے۔ یہاں چند ایک اَور آیات بھی اسی مضمون کی تحریر کی جاتی ہیں۔ ان سے یہ ثابت کرنا مقصُود ہے کہ ایسے حضرات جن کے لیے قرآن کریم اتنی صریح اَور واضح بشارات دے رہا ہے وُہ بھلا کہاں ایسے افعال کے مُرتکب ہو سکتے ہیں جن کی تہمت اُن پر لگائی جاتی ہے۔

۱۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (توبہ۔ ۱۰۰)

مہاجرین اَور انصار میں سے سب سے پہلے سبقت کرنے والے اَور وُہ لوگ جنھوں نے نیکی میں اُن کی پیروی کی۔ خُدا تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اَور وُہ خُدا تعالیٰ سے راضی ہوئے اَور اُن کے لیے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اَور وُہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے اَور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں مہاجرین و انصار کو جنّتی فرمایا گیا ہے۔ جن میں اُبُوبکر و عُمر و عُثمان و علی علیہمُ الرّضوان بھی ہیں۔ اس بشارت کے ضِمن اُن لغزشوں کی مُعافی بھی آ گئی جو مُقتضائے بشریّت ان حضرات سے سرزد ہُوئی ہوں۔ مثلاً سیّدنا علیؓ کی نسبت صحیح بُخاری میں ہے کہ آپ (علیؓ) فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رات کے وقت رسُولُ اللہ میرے اَور فاطمہؓ (بنتِ رسُولُ اللہ) کے پاس آئے اَور ہم سے فرمایا "کیا تم نماز (تہجّد) نہیں پڑھتے؟" حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے کہا "یارسُولُ اللہ۔ ہماری رُوحیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ وُہ جب ہمیں اُٹھانا چاہتا ہے ہم اُٹھ جاتے ہیں"۔ جب حضرت علیؓ نے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے یہ کہا تو آپؐ واپس ہُوئے اَور حضرت علیؓ کو کچھ جواب نہ دیا۔ اَور پھر حضرت علیؓ نے آپؐ کو کہتے سُنا جب آپؐ واپس ہو رہے تھے اَور اپنی ران پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (اَور انسان سب چیزوں سے زیادہ جھگڑنے والا ہے)

اِس حدیث شریف میں سیّدنا علیؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو مُناسب جواب نہ دینا ظاہر ہے۔ اسی طرح صحیح بُخاری میں مذکُور ہے کہ جب حُدیبیہ میں حضرت علیؓ صُلح نامہ لکھ رہے تھے تو اُنھوں نے آنحضرتؐ کے نام مُبارک کے ساتھ رسُولُ اللہ لکھا۔ اس پر رؤسائے کُفّارِ مکہ نے اعتراض کیا اَور کہا کہ ہم اگر آپ کو رسُول سمجھتے تو پھر جنگ کیوں کرتے۔ اس پر آنحضرتؐ نے ہر چند حضرت علیؓ کو فرمایا کہ یہ الفاظ کاٹ دو مگر حضرت علیؓ نے تعمیل نہ کی۔ یہاں تک کہ خود آنحضرتؐ نے صُلح نامہ اپنے ہاتھ میں لے کر یہ الفاظ مٹا دیئے۔

اس طرح کے واقعات میں صحابۂ کرام سے جو لغزشیں ہُوئی ہیں وُہ اللہ تعالٰے نے اپنے فضل و کرم سے بخش دی ہیں مرضِ وفات النّبیؐ کے وقت حضُورِ نبویؐ میں صحابہؓ کا آپس کی گفتگو میں شور و غُل کرنا، جو مُناسب نہ تھا بھی اسی نوعیت کی لغزش ہے جسے قرآن کریم قابل عفو بتاتا ہے۔ مقامِ انصاف ہے کہ خارجی کا اِن واقعاتِ مذکُورہ بالا میں سیّدنا علیؓ کو اَور اہلِ تشیع کا حضرت علیؓ کے بغیر باقی تمام صحابہؓ پر حُکم لگا دینا کہ معاذ اللہ یہ لوگ مُنافق و مُرتد تھے اَور مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (تم کو جو رسُولؐ عطا کرے لے لو اَور جس چیز سے منع فرمائے اُس سے رُک جاؤ) کے مخالف اَور مُنکر تھے کیسا ظُلم ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنّتی فرماتا ہے۔ ان کے متعلق ایسا کہنا خُود کُفر سے کیا کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں جن لوگوں کا خاتمہ بالایمان نہیں یعنی جو مُنافق و مُرتد ہیں اُن سے اللہ تعالٰے عالمُ الغیب کیسے

راضی ہو سکتا ہے اَور وُہ کیسے بہشتی ہو سکتے ہیں۔

۲۔ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (نحل۔ ۴۱)

جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اپنے مظلُوم ہونے کے بعد ہم اُن کو دُنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اَور قیامت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔ کاش وُہ جانیں۔

اس آیت میں جُملہ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً صاف بتا رہا ہے کہ مہاجرینِ اوّلین کو ہم دُنیا میں بھی اچھی طرح رکھیں گے یعنی مسندِ خلافت پر بٹھائیں گے۔

۳۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ۙ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (انفال۔ ۶۳-۶۴)

اَے رسُولؐ اُس خُدا نے تجھے اپنی نُصرت سے تائید دی اَور مومنوں کی جماعت میں اَور اُن کے قلوب میں باہمی اُلفت ڈالی۔ اگر تُو ساری زمین کی دولت بھی خرچ کر دیتا تو ان کے دلوں کو آپس میں نہ جوڑ سکتا۔ تیرا رب بڑا حکمت والا ہے۔ اَے نبیؐ تجھے تیرا اللہ کافی ہے اَور مومن پیروکار تیرے۔

اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ میں نے مومنین کے دلوں کو باہمی محبت سے جوڑ دیا ہے۔ مگر طاعنین کا کہنا یہ ہے کہ اُن حضرات کو سوائے ایک دُوسرے کے خلاف سازش کرنے کے اَور کوئی کام نہ تھا۔

۴۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ (توبہ۔ ۲۰-۲۱)

جو لوگ ایمان لاتے اَور اُنھوں نے خُدا تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کی اَور اپنے مالوں اَور جانوں سے جہاد کیا وُہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اَور وُہی لوگ مُراد کو پہنچنے والے ہیں۔ خُدا اُن کو اپنی رحمت اَور خُوشنودی کی بشارت سُناتا ہے اَور بہشتوں کی جن میں وُہ ابدی عیش حاصل کریں گے۔

کیا کوئی خُلفاء اربعہ علیہمُ الرّضوان کی مالی اَور جانی خدمات سے انکار کر سکتا ہے؟

۵۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (توبہ: ۱۱۱-۱۱۲)

اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اَور مال خرید لیا ہے اَور اس کے عوض اُنھیں جنّت ملے گی۔ وُہ خُدا کی راہ میں لڑتے ہیں۔ کُفّار کو قتل کرتے ہیں اَور اُن کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہیں۔ اُن کے لیے تورات۔ انجیل اَور قرآن میں سچّا وعدہ ہو چُکا۔ اَور اللہ سے زیادہ قول کا پُورا کون ہے۔ اَے اہلِ ایمان اِس سَودے پر خُوشی مناؤ جو تم نے خُدا کے ساتھ کیا۔ اَور یہ بڑی کامیابی ہے۔ یہ لوگ گناہوں سے توبہ کرنے والے بندگی کرنے والے، شُکر بجا لانے والے، دُنیا سے بے تعلق، رکُوع و سجُود کرنے والے، بھلائی کا امر کرنے والے اَور بُرائی سے

روکنے والے اور خُدائی حُدود کو نگاہ رکھنے والے ہیں۔ اَے پیغمبرؐ اُن کو بشارت دیجئے۔

اَب خارجی اور شیعہ حضرات یہ بتائیں کہ یہ لوگ جنھوں نے خُدائے تعالیٰ سے سَودا کیا تھا اور جن کے اَوصافِ جمیلہ اِس آیت میں بیان کیے گئے ہیں کیا خُلفاء اربعہ علیہمُ الرِّضوان اُن میں سے نہ تھے؟ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ وُہ تھے اور یقیناً تھے۔ کیا اُنھوں نے اپنا زرِ ثمن (جانی و مالی خدمات) خُدائے تعالیٰ سے واپس لے لیا تھا؟ یا اللہ تعالیٰ نے اُن سے مال بیع (جنّت) کے واپس لینے کا اِرادہ فرماکر اِس بیع کو فسخ کر دیا تھا؟ حاشا وکلّا یہ سَودا تو خُدائی سَودا ہے۔ یہ بیع تو قطعی اور پکّی ہو چُکی ہے جو کبھی فسخ ہونے کی نہیں۔

۶۔ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ (حج : ۷۸)

اور خُدا کی راہ میں سچّائی سے جہاد کرو۔ خُدائے تعالےٰ نے تمھیں پسند کیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی یہ دین تمھارے باپ ابراہیمؑ کا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تمھارا نام مُسلمان (فرمانبردار) پہلے ہی سے رکھا ہوا ہے (یعنی اگلی آسمانی کتابوں میں) تاکہ رسُولؐ تمھارا گواہ ہو اور تُم اور لوگوں پر گواہ ہو۔

دیکھئے جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ والوں کو نہ صرف قرآن بلکہ سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی مُسلمان اور فرمانبردار لکھا گیا ہے۔ کیا اُس وقت اللہ تعالےٰ کو اُن لوگوں کے (بزعمِ طاعنین) بروزِ قرطاس و وفاتِ شریفِ نبویؐ مُرتد ہو جانے کا، یا اُن کے سیّدۃ النّسآ کو ایذا دینے کا علم نہ تھا؟ نعوذ باللہِ من شرورِ انفسنا۔

۷۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○ (الانبیاء : ۱۰۵)

اور یقیناً ہم نے توراۃ کے بعد زبُور میں لکھ دیا ہے کہ زمین موعُود کے وارث میرے پاک بندے ہوں گے۔

یہ پیشین گوئی بہ شہادتِ توراۃ و زبُور فارُوقِ اعظمؓ کے حق میں ہے جن کے ہاتھ سے اَرضِ مقدسہ شام فتح ہُوئی۔ آپؓ بحسب اِس آیت کے عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ سے ٹھہرے۔

۸۔ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (توبہ : ۱۱۷)

البتہ اللہ تعالےٰ نے نبیؐ پر اور اُن مہاجرین و انصار پر بالتحقیق رحمت والی توجّہ فرمائی جنھوں نے تنگی کے وقت آپؐ کی متابعت کی بعد اس کے کہ اُن میں سے بعض کے دِل پھر جانے لگے تھے۔ پھر اُن پر رجُوع برحمت فرمایا۔ بالتحقیق اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ مہربان اور رحمتِ خاصہ سے رجُوع کرنے والا ہے۔

اِس آیت میں اللہ تعالےٰ اُن مہاجرین و انصار کی تعریف فرماتا ہے جنھوں نے جنگِ تبُوک میں شریک ہو کر آنحضرتؐ کی متابعت کی اور حضرتِ عثمانؓ نے تین سَو اُونٹ مع جُملہ سامان کے اور ایک ہزار طلائی اشرفی اِمداد میں دی۔

۹۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ○

اور بے شک اللہ تعالےٰ نے بدر کی مہم میں تمھیں نُصرت عطا فرمائی جب تم کمزور ہو گئے تھے پس اللہ سے ڈرو اور اُس کا شُکر ادا کرو جب تو مومنوں سے کہتا تھا کہ کیا تمھیں یہ کافی نہیں ہے کہ

(آلِ عمران : ۱۲۳-۱۲۴)

تمھارا رب تین ہزار فرشتے اُتار کر تمھاری مدد کرے۔

یہاں مومنین کے لقب سے ملقب سیّدنا صدیقؓ و عُمرؓ و علیؓ بھی اِس جنگ میں شامل تھے۔ سیّدنا عُثمانؓ بہ تعمیلِ حُکمِ نبویؐ پیچھے رہ گئے تھے۔

۱۰۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (آلِ عمران : ۱۲۱)

اور جب تو صُبح اپنے گھر سے جاکر مومنوں کو لڑائی کی جگہ بٹھاتا تھا۔ خُدائے تعالیٰ سُننے اور جاننے والا ہے۔

اِس آیت میں جنگِ اُحد کا ذِکر ہے جس میں شامل ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ مومنین کے لقب سے پُکارتا ہے۔

۱۱۔ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ (حشر : ۲)

خُدائے تعالےٰ نے اُن (یہُود) کے دِلوں میں مومنین کا رُعب ڈال دیا اور وُہ اپنے گھروں کو اپنے اور مومنین کے ہاتھوں سے اُجاڑنے لگے۔

قُرآنِ کریم ہر جگہ اُن اصحابؓ کرام کو "مومنین" کے لفظ سے پُکارتا ہے جن کے اِیمان پر مُعترضین حملہ کرتے ہیں۔

۱۲۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (آلِ عمران : ۱۰۴)

تُم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو داعی اِلی الخیر آمر بالمعرُوف اور ناہی عن المنکر ہو۔ اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اصحابِ کرام علیہمُ الرِّضوان بلاشک موصُوف باوصافِ مذکُورہ تھے۔

۱۳۔ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (انفال : ۳۴)

اب اُن کے لیے کون سی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب نہ دے جب کہ وُہ (پیغمبرؐ کو مسجدِ حرام میں نماز پڑھنے سے) روکتے ہیں اور وُہ کافر اِس مسجد کے متولّی نہیں ہیں۔ اِس کے متولّی تو متّقی لوگ ہیں مگر اُن میں سے اکثر نہیں جانتے۔

مسجد کے متولّی بعد از وفات النّبیؐ وُہی اصحابؓ کرام تھے جنھیں اللہ تعالیٰ یہاں متّقی کے لقب سے نواز رہا ہے اور جو اَب محلِّ طعن بنائے جاتے ہیں۔

۱۴۔ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ؗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (توبہ : ۸۸-۸۹)

لیکن رسُولؐ اور جو اُس کے ساتھ اِیمان لائے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی جان اور مال سے جہاد کیا اور اُنھی کے لیے ہیں خُوبیاں اور وُہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ اللہ نے اُن کے لیے باغ تیّار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وُہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ خُلفاء اربعہؓ جانی و مالی خدمات میں سبقت اور فوقیت رکھتے تھے سب سے پہلے صدیقِ اکبرؓ کو مکّہ میں دعوتِ اِسلام پر لبّیک کہنے سے زدوکوب کیا گیا اور بکثرت تکالیف دی گئیں۔ یہاں تک کہ اُنھوں نے بمعیّتِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ہجرت اختیار کی۔ آیۃ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ (البقرۃ۔ ۲۷۱) اگر تم خیرات ظاہر کرکے دو تو وُہ اچھّا ہے) کے نزُول پر فارُوقِ اعظمؓ نے نصف مال اور صدیقِ اکبرؓ نے گھر کا سارا سامان حضُورِ نبویؐ میں حاضر کیا۔ استفسار پر صدیقِ اکبرؓ

نے عرض کیا کہ میں نے گھر میں سوائے خدا اور اس کے رسولؐ کے کچھ نہیں چھوڑا تو فاروق اعظمؓ نے اُن سے کہا کہ ہر چند ہم اُمورِ خیر میں تم سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں مگر ناکام رہتے ہیں سبقت تمھی کو نصیب ہوتی ہے حضرت عمر فاروقؓ نے بھی مکہ میں اظہارِ توحید پر تکلیفیں اُٹھائیں اور ہجرت کے بعد بھی اُن سے اعلیٰ درجہ کی جاں نثاری ظہور میں آئی حضرت علی مرتضٰیؓ نے تو بروقتِ ہجرت آنحضرتؐ کے بسترِ مبارک پر سونے کی وجہ سے اپنی جان تک قربانی کے لیے پیش کر دی حضرت عثمانؓ نے راہ خدا میں جس قدر مالی خدمت کی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ہے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر اُنھوں نے تین سو اُونٹ بمعہ ساز و سامان اور ایک ہزار طلائی اشرفی حضورِ رسالتؐ میں پیش کیے۔ طاعنین اُن کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں جنابِ عثمانؓ اُن مفروروں میں سے تھے جن کے اِس مشہدِ خیر سے فرار کا باعث شیطان بنا تھا۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ رحمتِ الٰہیہ نے اِس کا تدارک فرما کر اِس جرم کو معاف فرما دیا تھا۔ کماقال اللہ تعالیٰ :۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۔ (آلِ عمران : ۱۵۵)	جو لوگ تم میں سے (اُحد کے دن) جب (مومنوں اور کافروں کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے۔ تو اُن کے بعض افعال کے سبب شیطان نے اُن کو پھسلا دیا مگر خدا نے اُن کا قصور معاف کر دیا۔

جنگِ بدر میں حضرت عثمانؓ کی غیر حاضری بتعمیل فرمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بوجہ تیمارداری حضرت رُقیہ بنتِ رسول اللہ کے تھی۔ لہٰذا وُہ اہلِ بدر ہی سے شمار کیے گئے اور اجر و غنیمت سے محروم نہ ہوتے۔ ایسا ہی باوجود غیر حاضری کے وُہ اہلِ بیعتُ الرضوان میں سے محسوب ہوئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عثمانؓ کو ضعیف مسلمانوں کی خبر گیری اور پیغامِ صلح پہنچانے کے لیے حدیبیہ سے مکّہ بھیجا تھا۔ اُن کے جانے کے بعد بیعتُ الرضوان وقوع میں آئی۔ اور آنحضرتؐ نے اپنا ایک ہاتھ مبارک اُٹھا کر اُسے عثمانؓ کا ہاتھ کہا اور اپنا دُوسرا ہاتھ اُس پر رکھ کر فرمایا۔ ھذہٖ یدی وھذہٖ ید عثمان (یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے) یہ شرف بھی حضرت عثمانؓ ہی کو نصیب ہُوا۔

الغرض قرآن کریم میں ان حضراتِ خلفائے اربعہؓ کی صفات اور اُنھیں دیئے جانے والے انعامات کا جابجا ذکر ہے۔ ایسے حضرات کو یہ کہہ کر قابلِ تعزیر ٹھہرانا کہ وُہ خلافت یا بادشاہت کے لیے دُوسرے کا حق غصب کرنے سے بھی گریز نہ کرتے تھے قابلِ صد ملامت ہے۔

۲۔ حدیثِ قرطاس

بروایتِ ابنِ عبّاس حدیثِ قرطاس کا ذکر صحیح بُخاری میں دو جگہ آیا ہے۔ اِس مقام پر ان دونوں احادیثِ شریفہ کو بلفظہٖ نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ ناظرین کے لیے اِس واقعہ کی اصلیّت کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ اُن پر طعن کنندگان کی کم علمی اور کم فہمی بخوبی ظاہر ہو جائے۔ اور مُشتے نمونہ از خروارے کی طرح سائر مطاعن کی حقیقت بھی کھُل جائے پہلی حدیث یہ ہے :۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لما حضر رسول صلی اللہ علیہ وسلّم و فی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال النّبی صلی اللہ علیہ وسلّم ھلمّ اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ فقال عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلّم قد غلب علیہ الوجع و عندکم القران حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا منھم من یقول قربوا یکتب لکم النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کتابا لن تضلوا بعدہٗ و منھم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغو و الاختلاف عند النبی صلی اللہ علیہ وسلّم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قوموا قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم و بین ان یکتب لھم ذلک الکتاب من اختلافھم و لغطھم۔ (صحیح بخاری کتاب الطب)

ترجمہ۔ عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کا وقت آیا اور دولت کدہ میں لوگ جمع تھے جن میں جناب عمرؓ بن الخطاب بھی تھے تو حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا آؤ میں تمھیں ایک ایسی تحریر لکھ دُوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے پس حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم پر درد غالب ہو گیا ہے اور تمھارے پاس قرآن ہے اور کتاب اللہ ہمارے لیے کافی ہے پس گھر والوں نے اختلاف کیا اور آپس میں جھگڑ پڑے بعض کہتے تھے کہ (سامانِ کتابت) پاس رکھ دو تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم تمھارے لیے ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اور بعض ویسا کہتے تھے جیسا کہ عمرؓ نے کہا پس جب اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس شور و اختلاف زیادہ کیا تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اُٹھ جاؤ۔ عبید اللہ راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابنِ عبّاسؓ کہتے تھے کہ مُصیبت بڑی مُصیبت وُہ چیز ہے جو بسبب اُن کے اختلاف اور شور کے حائل ہو گئی درمیان رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم اور اس کے کہ آپؐ اُن کے لیے وُہ تحریر لکھتے۔

دُوسری حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں :۔

عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس یوم الخمیس و ما یوم الخمیس اشتد برسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وجعہ فقال ائتونی اکتب لکم کتابًا لن تضلّوا بعدہٗ ابدًا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہٗ اھجر

---

[1] یہ بھی قابلِ غور ہے کہ بُخاری میں فقط ابنِ عبّاس کی روایت میں اِس اختلاف کا ذکر ہے جو وفاتِ نبویؐ کے وقت نابالغ کمسن تھے دیگر کسی بالغ مرد سے یہ روایت نہیں۔ فیض

ستفهموا فذ هبوا يردون عليه فقال دعوني فالذي انا فيه خير مما تدعوني اليه واوصاهم بثلاث قال اخرجو المشركين من جزيرة العرب واجيزوا الوفد بنحو ماكنت اجيزهم۔ وسكت عن الثالثة او قال فنسيتها۔

(صحيح بخاری باب مرض النبی صلی الله عليه وسلم ووفاته)

ترجمہ۔ سعیدؓ بن جبیر سے روایت ہے کہ کہا ابنِ عباسؓ نے پنجشنبہ کا دِن اَور کیسا عجیب اَور سخت تھا پنجشنبہ کا دِن رسُول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلّم پر آپؐ کا درد شدّت اختیار کر گیا پس آپؐ نے فرمایا (سامانِ کتابت) میرے پاس لاؤ میں تمہارے لیے ایک ایسی تحریر لکھ دُوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ پس حاضرین نے جھگڑا اَور اختلاف کیا اَور کسی پیغمبر کے پاس جھگڑا اَور اختلاف مُناسب نہیں پس بعض نے کہا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ مُبارک اَور حال کیا ہے؟ کیا کبھی آپؐ کی زبانِ مُبارک سے پریشان کلام یا ہذیان نکلا ہے؟ آپؐ سے دریافت کر لو پس وُہ معاملۂ کتابت کو آپؐ پر دوبارہ پیش کرنے لگے۔ اِس پر آپؐ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں جس حالت (مشاہدۂ حق) میں ہُوں وُہ اُس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بُلا رہے ہو۔ اَور آپؐ نے اُن کو تین باتوں کی وصیت فرمائی کہ مُشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اَور ایلچیوں کو اِنعام دو جیسے میں دیا کرتا تھا۔ اَور تیسری بات کے متعلق سعیدؓ بن جبیر چُپ رہے یا راوی کہتا ہے کہ میں بھُول گیا۔

اِن روایات کا لُبِّ لباب یہ ہے کہ جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کا وقت قریب آیا اَور دولت خانہ شریف میں لوگ جمع تھے جن میں عمرؓ بن الخطاب بھی تھے تو حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ سامانِ کتابت میرے پاس لاؤ میں تمہارے لیے ایسی تحریر لکھ دُوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ حاضرین میں اِس پر اِختلاف ہو گیا۔ بعض جن میں عمرؓ بن الخطاب بھی تھے، کہتے تھے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر درد غالب ہے آپؐ کو تکلیف نہ دو۔ اَور ہمارے پاس کتاب ہے اَور کتاب اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔ اَور دُوسرے کہتے تھے کہ آپؐ کے اِرشاد کی تعمیل کی جائے۔ آپؐ کی زبانِ مُبارک سے کبھی پریشان کلام نہیں نکلا۔ دوبارہ دریافت کر لو۔ جب شور و اختلاف زیادہ ہُوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ اَور مجھے میرے حال (مشاہدۂ حق) پر چھوڑ دو۔

حدیثِ قرطاس سے اَخذ کردہ غیر صحیح نتائج

اِن اَحادیث کے معانی کے سمجھنے میں دانستہ یا نادانستہ غلطی کی وجہ سے جو نتائج غیر صحیحہ نکالے گئے وُہ یُوں ہیں:۔

۱۔ مرضِ وفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا کاغذ طلب فرمانا یقیناً کسی دینی امر کے لیے تھا جو اُمّت کو گمراہی سے بچانے کے لیے نہایت اہم تھا۔ ایسی تحریر کو روکنا اعلیٰ درجہ کا ظُلم ہے اَور مظالمِ کثیرہ کے لیے بُنیاد ہے۔

۲۔ کاغذ طلب کرنے کے وقت آپؐ باہوش اَور صحیح الحواس تھے۔ اَیسے نہ تھے کہ مغلُوبِ مرض ہو کر معاذ اللہ ہذیان کا شکار ہے تھے۔ عُمرؓ فارُوق حسبنا كتاب الله کہہ کر اس تحریر کے مانع ہُوئے۔ جس سے ایسا شور و غُل بپا ہُوا کہ حضُورِ اقدسؐ نے بیزار ہو کر فرمایا میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم تحریری طور پر سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ اِس واقعہ سے کئی مہینے پہلے خمِ غدیر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو آپؐ بحضُورِ کُل صحابہ مہاجرین و انصار علیہم الرّضوان من كنت مولاهُ فعليٌّ مولاهُ ..... الخ فرما کر خلیفہ بنا چُکے تھے۔ اَب اُسی کی تائید بذریعہ تحریر فرمانے کا اِرادہ تھا۔ وَرعُمرؓ فارُوق کو چُونکہ یقیناً معلُوم تھا کہ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلّم علی کرم اللہ وجہہٗ کو تحریری دستاویز عطا فرمانے لگے ہیں لہٰذا اُنھوں نے یہ دستاویز لکھنے نہ دی۔ یہی ایک موقعہ کیا، حضرت عُمرؓ تو ہمیشہ حضرت علیؓ کے مُخالف رہے اَور سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت علیؓ کو خلافتِ بلافصل سے محرُوم رکھا اَور اپنی زندگی میں علیؓ مُرتضٰے کو اپنے سے دُور رکھا اَور اپنے بعد بھی اپنی لاجواب منصُوبہ بندی سے اُنھیں خلیفہ نہ بننے دیا۔

۴۔ اہلِ سُنّت کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت اَبُوبکرؓ کو تحریری دستاویز عطا فرما کر اپنا خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ مگر یہ اُن کا خیال کا خیال ہے۔ اُن کے پاس اِس کی صداقت کی کوئی دلیل نہیں۔

۵۔ اہلِ سُنّت نے مشہُور حدیث انّی تارك فيكم الثقلين ما ان تمسكتم بهما لن تضلوا بعدی كتاب الله وعترتی اهل بيتی[1] پر عمل نہ کیا بلکہ فقط اِمامیہ کو اِس پر عمل کرنا نصیب ہُوا۔

اِن نتائجِ غیر صحیحہ کے جوابات

پہلے اَور دُوسرے نتائج (متعلّقہ حدیثِ قرطاس) کا جواب

یہ تو ظاہر ہے کہ جس بات کو آپؐ لکھنا چاہتے تھے اگر اُس پر اُمّت کی اصلی یا دائمی ہدایت کا دارومدار ہوتا تو آپؐ اُسے ہرگز ہرگز ترک نہ فرماتے۔ یہ آپؐ کی شانِ ہادی، مُبلّغ، بشیر، نذیر، حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ وغیرہ اَوصافِ منصُوصہ کے سراسر خلاف ہے کہ آپؐ ایک اَیسے امر کو پُورے تین دِن جُمعہ، شنبہ، یک شنبہ معہ بقیہ روزِ پنجشنبہ کی مُہلت میں ترک فرما دیں پھر خطاب اَور اِرشادِ نبویؐ سب حاضرین کے لیے تھا جن میں سیّدنا علیؓ اَور سیّدنا عبّاسؓ بھی تھے نہ صرف حضرت عُمرؓ کے لیے ہی خطاب تھا۔ اگر مطعُون ٹھہریں گے تو سب نہ صرف اکیلے حضرت عُمرؓ بلکہ سب سے زیادہ سیّدنا علیؓ پر مطاعن اَور نتائجِ فاسدہ کا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ دولت خانۂ نبویؐ پر حضرت علیؓ ہی کتابتِ وحی کا کام کرتے تھے۔ وُہ خطاباتِ اسدُ اللہ الغالب، خیبر شکن، اَور لَافَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ وغیرہ سے ملقّب تھے یہ ہو نہیں سکتا کہ کسی سے ڈر کر یا کسی کے رُعب میں آ کر تعمیلِ اِرشادِ نبویؐ سے گریز کیا ہو۔ اگر بفرضِ محال ایسا تھا بھی، پھر بھی کامل تین دِن میں حضرت عُمرؓ سے علیحدگی کے وقت اُنھیں تعمیل کا موقعہ مل سکتا تھا۔ حاضرین میں سے کسی کا بھی تعمیل نہ کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ کتابت زیرِ بحث ضرُوری نہ تھی ورنہ حضُور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم جو بالاتفاق معصُوم ہیں کسی کے روکنے سے کب رُک سکتے تھے۔

اُس کتابت کے غیر ضرُوری ہونے کی ایک اَور دلیل یہ ہے کہ جب معاملۂ کتابت دُوسری دفعہ پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے لیے اس تحریر سے مشاہدۂ حق بہتر ہے۔ حالانکہ یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ انبیاء کرام کے حق میں تبلیغِ اوامر و نواہیِ اِلٰہیہ سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا مکمّل تین دِن کے عرصہ میں معاملۂ کتابت کی طرف تعرّض نہ فرمانا باوجُود اِس امر کے مُہتم بالشّان ہونے کے جیسا کہ جُملہ لن تضلّوا بعدہٗ اس پر دال ہے اِس لیے ہُوا کہ آپؐ کو حسبِ وعدۂ اِلٰہیہ مندرجہ آیتِ اِستخلاف پُورا اِطمینان تھا کہ اللہ تعالیٰ اِنھی بعض حاضرینِ حُدیبیہ کو خلیفہ بنا کر خوف سے امن عطا کرے گا اَور اِنھی کے ہاتھوں پر اپنے پسندیدہ

---

[1] میں تم میں دو بڑی باعظمت چیزیں چھوڑے جا رہا ہُوں جب تک اُن سے تمسّک کرو گے اَور اُن کی تابعداری کرو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وُہ دو چیزیں اللہ کی کتاب اَور میرے اہلِ بیت ہیں۔

دین کو قائم فرما کر سب ادیان پر غالب کرے گا۔ اِس وجہ سے من وجہ سبکدوشی ہو گئی تھی۔ من وجہ اِس لیے کہ گو آیۂ اِستخلاف میں ناموں کی تصریح نہیں تھی مگر آیت میں مُخاطبین کا خلیفہ بننا مُوجبِ عدمِ ضرُورتِ تحریر ہو سکتا تھا۔ لہٰذا وجُوبِ تبلیغِ تحریری سے سُبکدوشی ہُوئی اَور اِرشادِ پاک در بارۂ تحریر اِحتیاطی تھا نہ وجُوبی۔ گو یا تبیینِ دِین کا عدمِ تعرّض حسبنا کتاب اللہ کے سہارے پر تھا جو محدّثِ اُمّت[1] سیّدنا عُمر رضی اللہ عنہ کی زبانِ حق ترجمان سے ظاہر ہُوا۔ اَور تقریباً در سلکِ تطابقِ وحی بارائے عُمر رضی اللہ عنہ مُنسلک ہُوا۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کو محلِ طعن بنانے والوں نے دو غلطیاں کی ہیں۔ ایک تو اُن کے کلام کا مطلب ایسے زہریلے رنگ میں ادا کیا ہے جو کوئی مُنافق بھی اُس وقت کے مُنافقین میں سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ دُوسرا "اَھَجَرَ اِسْتَفْھِمُوْہُ" (یعنی کیا حضُورؐ پریشان کلام کر سکتے ہیں؟ دوبارہ دریافت کر لو) کا جُملہ بھی مُخالفین نے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسُوب کیا ہے جو خلافِ واقعہ ہے۔ بالفرض اِسے صحیح مان لیا جائے تو بھی کوئی اِلزام عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ جُملہ اِستفہامِ اِنکاری ہے اور در صُورتِ ہذیان و بے ہوشی یہ جُملہ (دریافت کر لو) کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بلکہ اِس کا مطلب تو یہ ہے کہ آپؐ کی حالت ہذیان کی نہیں۔ کیونکہ یہ شانِ نبوّت سے بعید ہے۔ دوبارہ دریافت کر لو۔

اس واقعہ کے سلسلہ میں ایک اَور اعتراض کے جواب میں بھی یہاں کُچھ کہنا ضرُوری معلوم ہوتا ہے۔ حدیثِ قرطاس میں حاضرینِ بیتِ نبوّت کا آپس میں تنازع اَور اِختلاف آیۂ کریمہ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (تم اپنی آوازیں نبیؐ کی آواز پر بلند نہ کرو) کے خلاف نہیں کہ بلحاظِ فرمان اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ اُن کے اعمال کو محبُوط اَور کَلَاشَیٔ سمجھا جائے۔ کیونکہ وہاں حاضرین میں سے صرف ایک گروہ دُوسرے گروہ کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتا رہا۔ اَور قرآن کریم میں یُوں نہیں آیا کہ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ بَیْنَکُمْ عِنْدَ النَّبِیِّ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس تم آپس میں اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔ اَور حدیثِ قرطاس میں لَا یَنْبَغِیْ آیا ہے جس سے ایسا کرنا ترکِ اَولیٰ معلُوم ہوتا ہے۔ اَور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمانا کہ تم میرے پاس سے اُٹھ جاؤ اَز رُوئے نصیحت تھا یا بوجہ ناسازگیٔ طبع تھا۔

تیسرے نتیجہ (مُتعلّقہ حدیثِ خُمِ غدیر) کا جواب

روایت ہے کہ خُمِ غدیر[2] میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے بمحضرِ کُل صحابۂ کرامؓ سب کو مُخاطب بنایا اَور فرمایا الستم تعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسھم (کیا تم نہیں جانتے کہ میں ایمان والوں سے بہ نسبت اُن کے نفوس کے نزدیک تر اَور دوست تر ہُوں) یعنی میں مومنوں کا خیر خواہ ہُوں اَور اُن کو اُنہی اُمُور کی ہدایت کرتا ہُوں جو اُن کے لیے مُوجبِ فلاح و نجات و بہتری ہوں۔ اس کے جواب میں سب نے عرض کیا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی یقیناً آپؐ صحیح فرماتے ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا "گویا مجھے اُس عالم میں بُلا یا گیا ہے اَور میں نے اس دعوت کو قبُول کر لیا ہے۔ جان لو کہ میں تمہارے درمیان دو عظیمُ الشّان امر چھوڑ چلا ہُوں یعنی قرآن اَور میرے اہل بیت۔ خبردار، ہوش کرنا اَور میرے جانے کے بعد اُن کے ساتھ نیک سلُوک کرنا اَور اُن کے حقُوق کی رعایت ملحُوظ رکھنا۔ اَور یہ دونوں امر میرے بعد ایک دُوسرے سے جُدا نہ ہوں گے

---

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدّثون فان یکن فی اُمّتی اَحَدٌ فانہٗ عُمرؓ (بخاری و مسلم) پہلی اُمّتوں میں محدّث لوگ ہُوئے ہیں میری اُمّت میں عُمرؓ ہیں یعنی جنہیں خُدا کی طرف سے اُمُورِ واقعی کا اِلقا ہوتا ہے اَور جو خُدا کے نزدیک پسندیدہ ہوتے ہیں۔

[2] ایک جگہ کا نام جہاں پانی کا جوہڑ تھا۔ فیض

یہاں تک کہ سب حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے"۔ بعد ازاں فرمایا "میرا مولا خُدائے عزّ و جلّ ہے اَور میں سب مومنوں کا مولا ہُوں"۔ پھر سیّدنا علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ اللّٰھم من کنت مولاہ[1] فعلی مولاہ۔ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ (اَے اللہ جس کا مولا میں ہُوں علیؓ بھی اُس کا مولا ہے۔ اَے اللہ اُس کو دوست رکھ جو علیؓ کو دوست رکھے اَور دُشمن رکھ اُس کو جو علیؓ سے عداوت رکھے)

ایک اَور روایت میں علاوہ فرمانِ پاک مذکُورہ یہ بھی آیا ہے۔ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر الحق حیث دار (مدد کر اُس کی جو علیؓ کی مدد کرے اَور رُسوا کر اُسے جو علیؓ کو رُسوا کرے اَور حق کو علیؓ کے ساتھ رکھ یعنی جدھر علیؓ جائے اُدھر حق کو لے جا)

بلا شُبہ اِس حدیث شریف سے بدیہی طور پر سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کی غایت درجہ فضیلت اَور تکریم ظاہر ہوتی ہے۔ اَور ہر اہلِ ایمان کے لیے ترغیب بھی ہے کہ وُہ عترتِ پاک کے ساتھ اُسی طرح محبت رکھے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ کہ اُس پر ایمان کا دار و مدار ہے۔ اس کے سُننے کے بعد سیّدنا عُمرؓ نے سیّدنا علیؓ سے اثنائے مُلاقات کہا کہ اَے ابُو طالب کے بیٹے خُوش ہو اَور تجھے بشارت ہو کہ تُو ہر مومن مرد اَور مومنہ عورت کا مولا ہو گیا ہے۔

اِس حدیث شریف کی تقریب کے متعلق بریدہ اسلمی سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے سیّدنا علیؓ کو لشکر دے کر یمن بھیجا تھا۔ اَور میں بھی اُس لشکر میں تھا، فتح کے بعد جب خُمس (مالِ غنیمت کا وُہ حصّہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اَور آپؐ کے اہلِ بیت وغیرہ کے لیے تھا) غنائم سے علیحدہ کیا گیا تو سیّدنا علیؓ نے قیدیوں میں سے ایک نہایت خُوبصُورت لونڈی لے کر اپنی صُحبت میں رکھ لی۔ اُن کے ایسا کرنے سے میرے دِل میں اُن کی طرف سے کدُورت اَور اِنکار پیدا ہُوا۔ میں نے خالدؓ بن ولید سے کہا "تم نے دیکھا یہ مرد (علیؓ) کیا کر رہا ہے؟" اَور سیّدنا علیؓ سے بھی میں نے کہا "یا ابا الحسنؓ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟" آپؓ نے فرمایا کہ یہ جاریہ (لونڈی) قیدیوں کے خُمس (پانچویں حصّے) اَور مالِ غنیمت میں آئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے حصّہ میں سے علیؓ کے حصّہ میں آ گئی اَور میں نے اُسے اپنی صُحبت میں رکھا ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے خُمس ذوی القربیٰ کے تقسیم کرنے کا اِذن سیّدنا علیؓ کو حاصل تھا۔

بُریدہ کا بیان ہے کہ جب واپسی پر میں خُمِ غدیر میں حضُورِ نبویؐ میں حاضر ہُوا تو میں نے وہاں بھی یہ ماجرا عرض کیا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا "اَے بُریدہ شاید تُو نے علیؓ کو دُشمن جانا"۔ میں نے عرض کیا "ہاں رسُولؐ اللہ"۔ اِس پر آپؐ نے فرمایا "اَے بُریدہ! علیؓ کو دُشمن نہ سمجھ۔ اَور اگر پہلے اُس سے کُچھ محبت رکھتا ہے تو اَب اُس سے زیادہ محبت رکھ۔ علیؓ کا حصّہ خُمس میں سے اُس لونڈی کے علاوہ اَور بھی تھا"۔

بُریدہ سے اِسی واقعہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ میری بات سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا چہرہ مُبارک سُرخ ہو گیا۔ اَور آپؐ نے فرمایا "اَے بُریدہ! علیؓ کی طرف سے بدگمان نہ ہو۔ علیؓ مجھ سے ہے اَور میں علیؓ سے ہُوں (یعنی کمالِ اِتحاد) اَور وُہ تمہارا مولا ہے۔ کیونکہ جس کا مولا میں ہُوں، علیؓ بھی اُس کا مولا ہے"۔

خُمِ غدیر کے واقعہ کے اِس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا اِرشادِ عالی من کنت مولاہ فعلی مولاہ بریدہ کی شکایت کی وجہ سے تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ علیؓ سے دوستی اَور محبت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے دوستی ہے

---

[1] واضح ہو کہ لفظ مولیٰ بہت معنوں میں مستعمل ہے یہاں مولیٰ بمعنی محب و ناصر ہے۔ جیسے قرآن مجید میں اِرشاد ہے فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ یہاں جبریلؑ اَور نیک مومنوں کو نبی کریمؐ کا مولا قرار دیا گیا ہے جس کا معنی وُہی محب و ناصر ہے نہ سیّد و سردار جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے ۱۲

اور علیؓ سے عداوت آپؐ کے ساتھ عداوت ہے۔ بُریدہ کہتا ہے کہ اس کے بعد مجھے سب اصحاب میں سے کسی کے ساتھ ایسا پیار نہ تھا جیسا علیؓ سے۔

چوتھے نتیجہ (متعلقہ خلافتِ سیدنا ابُوبکرؓ) کا جواب

بُریدہ اسلمی کے بیان، واقعات و مُبشّرات اور اپنے مقام پر بیان شُدہ نصُوصِ قرآنیہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ خُمِ غدیر والی حدیث کو سیدنا علیؓ کی خلافت بلافصل سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اس حدیث کا یہ مطلب ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایّامِ مرض میں عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ کو نہ فرماتے کہ سامانِ کتابت لے آ کہ ابُوبکرؓ کے لیے عہد نامہ لکھ دُوں تاکہ کوئی اختلاف نہ کرے۔ یہ روایت، جیسا کہ ابھی بتایا جائے گا، کئی ذرائع سے ثابت ہے۔ جب عبدالرحمٰنؓ نے سامانِ کتابت لانے کا قصد کیا تو آپؐ نے پھر فرمایا کہ "اللہ تعالےٰ اور اہلِ ایمان ابُوبکرؓ کے بارے میں اختلاف کرنے سے انکاری ہیں۔" ایّامِ مرض میں تین روز کی نمازیں اور بقول بعض سترہ نمازیں صدیقِ اکبرؓ نے پڑھائیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مکرر اور اصرارِ مؤکّد سے امام بنائے گئے۔ اس پر علیؓ مُرتضےٰ نے جناب ابُوبکرؓ سے مُخاطب ہو کر فرمایا۔ قَدَّ مَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یُؤَخِّرُكَ یعنی تجھیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدّم کیا ہے پھر کون ہے جو تمھیں پیچھے کرے۔

حسنؒ بصری، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ رسُولِ خُدا نے ابُوبکرؓ کو مقدّم کیا اور لوگوں کو نماز پڑھوائی۔ اور مَیں وہاں موجُود تھا غیر حاضر نہیں تھا۔ مَیں تندرُست تھا بیمار نہیں تھا۔ چُونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ تھا اس لیے ہم سب اپنی دُنیا کے لیے بھی اُس شخص پر راضی ہُوئے جس کو اللہ اور اُس کے رسُولؐ نے اپنی رضا سے ہمارے لیے دینی پیشوا بنایا۔ یعنی ہم ابُوبکرؓ کی خلافت پر راضی ہُوتے۔

انہی ایّام میں ایک دفعہ حضرت عُمرؓ نے بوجہ عدم موجُودگیٔ صدیقِ اکبرؓ کے نماز پڑھائی۔ حضرت عُمرؓ چُونکہ بلند آواز تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کی آواز سُنتے ہی دریافت فرمایا "کیا یہ عُمرؓ ہے؟" عرض کیا گیا کہ "جی ہاں یارسُولؐ اللہ۔" اس پر ارشاد ہُوا کہ اللہ تعالیٰ اور اہلِ ایمان غیرِ ابُوبکرؓ کی امامت سے انکاری ہیں۔ ابُوبکرؓ نماز پڑھائے۔" اس پر اُمّ المؤمنین عائشہؓ صدیقہ نے آپؐ سے حضرت ابُوبکرؓ کی رقّتِ قلبی کی وجہ سے اُن کی امامت سے معذرت چاہی۔ مگر یہ درخواست منظُور نہ ہُوئی۔ اس سے معلُوم ہُوا کہ امامتِ ابُوبکرؓ معمُولی امامت نہ تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار خصُوصاً اس دُنیا سے عین وصال کے وقت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تفویضِ خلافت تھی جس کو علی کرم اللہ وجہہٗ نے، جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ہے، خُود بھی تسلیم فرمایا۔ مزید براں سیّدنا علیؓ اور سیّدنا عبّاسؓ رضی اللہ عنہما کے باہمی مکالمہ وگفتگوئے ذیل سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ سیّدنا علیؓ حدیثِ خُمِ غدیر کو اپنی خلافت کے لیے سند نہیں سمجھے ہُوتے تھے۔

صحیح بُخاری میں عبدُاللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبّاسؓ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا۔ اور کہا "کیا تُو نہیں دیکھتا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پانے کو ہیں۔ اللہ کی قسم تُو تین دن بعد غیر کا تابع ہوگا۔ میرا گمان ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں وفات پائیں گے۔ میں عبدُالمطلب کی اولاد کے چہروں میں موت (کے نشان) پہچانتا ہُوں۔ تو ہمیں رسُولؐ اللہ کے پاس لے چل۔ ہم آپؐ سے دریافت کریں گے کہ خلافت کن میں ہوگی۔ اگر ہم میں ہُوئی تو یہ ہمیں معلُوم ہو جائے گا۔ اور اگر ہمارے سوا کسی اور میں ہُوئی تو ہم حضُور میں عرض کریں گے کہ خلافت ہمارے لیے وصیّت فرمائیں۔ پس آپؐ ہمارے لیے وصیّت فرمائیں گے۔" حضرت علیؓ نے جواباً کہا اللہ کی قسم اگر ہم رسُولؐ اللہ سے خلافت طلب کریں اور آپؐ انکار فرمائیں تو پھر لوگ ہمیں کبھی خلافت نہیں دیں گے۔ اس لیے میں تو

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی خلافت طلب نہیں کرُوں گا۔ انتہیٰ (صحیح بُخاری جزو رابع باب المعانقة)

ایسا ہی طبقات ابنِ سعد مطبُوعہ جرمنی صفحہ ۱۹۳ پر زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت عبّاسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے کہا "میں چاہتا ہُوں کہ حضُور علیہ السّلام سے درخواست کرُوں کہ ہم ہاشمیوں میں سے کسی کو خلیفہ بنائیں۔" اس پر حضرت علیؓ نے کہا۔ "ایسا نہ کر۔" حضرت عبّاسؓ نے پُوچھا "کیوں؟" حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "مجھے خوف ہے کہ اگر آنحضرتؐ نے انکار فرما دیا تو پھر جب ہم لوگوں سے خلافت کا مطالبہ کریں گے تو لوگ کہیں گے کیا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں انکار نہیں فرمایا تھا؟"

ان روایاتِ مصدّقہ اور امُورِ مذکُورہ بالا سے اس بات کا قوی امکان ظاہر ہوتا ہے کہ مطالبہ قرطاس و سامانِ کتابت صدیقِ اکبرؓ کی خلافت کے لیے سند لکھنے کو تھا چنانچہ مشکٰوۃ باب فی مناقب ابی بکر الصدیقؓ میں ہے۔

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ اموت میں فرمایا کہ اپنے باپ ابُوبکرؓ اور اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ کو میرے پاس بُلا تاکہ میں ایک تحریر لکھ دُوں۔ کیونکہ میں ڈرتا ہُوں کہ آرزُو کرنے والا آرزُو کرے اور کہنے والا کہے کہ میں خلافت کا مُستحق ہُوں اور میرے سوا کوئی مُستحق نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور مومنین کو ابُوبکرؓ کے سوا کوئی منظُور نہیں۔"

نیز مشکٰوۃ مناقبِ عُمرؓ میں حضرت ابُوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ جس اثنا میں سویا ہُوا تھا میں نے اپنے تئیں ایک کوئیں پر دیکھا کہ جس پر ایک ڈول تھا۔ پس میں نے اُس کوئیں میں سے پانی نکالا جس قدر اللہ نے چاہا۔ پھر اُس ڈول کو ابُوقحافہ کے بیٹے (ابُوبکرؓ) نے لے لیا اور اُس کوئیں میں سے ایک یا دو ڈول نکالے اور ابُوبکرؓ کے نکالنے میں سُستی تھی۔ اللہ اُس کی سُستی کو مُعاف فرمائے۔ پھر وُہ ڈول چرسا بن گیا۔ پس اُسے عُمرؓ بن الخطاب نے لیا۔ میں نے لوگوں میں سے کسی ایسے قوی شخص کو نہیں دیکھا جو پانی اس طرح نکالے جس طرح عُمرؓ نے نکالا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے اُونٹ سیراب کرکے اُنھیں اُن کی نشست گاہوں میں بٹھا دیا۔"

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میری زندگی تمھارے درمیان کس قدر ہے پس پیروی کرنا اُن دو شخصوں کی جو میرے بعد (خلیفہ) ہوں گے۔ (رواہ الترمذی فی مشکٰوۃ)

حضرت جُبیرؓ بن مُطعِم فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریمؐ کے پاس آئی۔ اور اُس نے کسی امر کے متعلق آپؐ سے گفتگو کی۔ پس آپؐ نے فرمایا میرے پاس پھر آنا۔ اُس نے کہا "یارسُولؐ اللہ! مجھے بتائیے کہ اگر میں پھر آؤں اور آپؐ کو نہ پاؤں (تو کیا کرُوں) آپؐ نے فرمایا "اگر تو مجھے نہ پائے تو ابُوبکرؓ کے پاس جانا۔" (بُخاری و مُسلم)

ابُومُوسےٰؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہُوئے۔ پس آپؐ کی بیماری سخت ہو گئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ ابُوبکرؓ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ وُہ رقیقُ القلب ہیں جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپؐ نے دوبارہ فرمایا۔ "ابُوبکرؓ کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں"۔ حضرت عائشہؓ نے پھر وُہی عُذر کیا۔ پس آپؐ نے پھر فرمایا کہ ابُوبکرؓ سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ البتّہ تم صواحبِ یُوسفؑ (یعنی زُلیخا اور اُس کی خدمت گار عورتوں) کی مانند ہو۔ پس قاصد حضرت ابُوبکرؓ کے پاس آیا اور اُنھوں نے نبی کریمؐ کی حیاتِ شریف میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔ (صحیح بُخاری)

حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ہم نے اپنے معاملہ میں نظر کی پس ہم نے دیکھا کہ نبی کریمؐ نے ابُوبکرؓ کو نماز میں ہمارا امام بنایا تھا اس لیے ہم نے اپنی دُنیا کے لیے اُسی کو پسند کیا جسے رسُولؐ اللہ نے ہمارے دِین کے لیے پسند فرمایا تھا۔ پس ہم نے ابُوبکرؓ کو خلیفہ بنا لیا۔ ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابُوبکرؓ کی خلافت کے متعلق

سند لکھنے کے بارے میں اہلِ سُنّت کا خیال بِلا دلیل نہیں۔

الحاصل اللہ تعالےٰ نے آیتہ اِستخلاف میں مجمل طریقہ پر حاضرینِ حدیبیہ علیہمُ الرّضوان میں سے بعض کو خلیفہ بنانے اور اُنہی کے ہاتھ پر اپنے پسندیدہ اور مُرتضےٰ دین کی تمکین کا وعدہ فرمایا۔ پھر خُود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے خلافتِ شیخین رضی اللہ عنہما کی تصریح فرمادی اور آخری وقت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نماز میں امام بنا کر اس تصریح قولی کو عملی رنگ میں پیش فرمادیا۔ پھر صدّیقی خلافت کو تحریری سند سے پُختہ کرنا چاہا یعنی اُمّت پر کمال شفقت و رحمت کی وجہ سے احتیاطاً لکھ دینا چاہا مگر بعد میں اِس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ خُود بحسب وعدہ حقّہ اِس امر کی تکمیل فرمادے گا اور بہیئتِ مجمُوعی کُل مہاجرین و انصار کے قلُوب میں حقّانیّتِ خلافتِ صدّیقیہ ڈال دے گا اور سب کا اِس پر اجماع ہوجائے گا، ارادۂ تحریر کو غیر ضروری سمجھ کر ملتوی فرمایا۔ گو جُملہ لن تضلوا بعدہ تحریری سند کے ضرُوری ہونے پر دال ہے مگر انکشافِ امر بحسب وعدہ مندرجہ آیتہ استخلاف جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ہے مُوجبِ تسکین و تشفی و التوا ہوا۔ لہٰذا تین دن سے کچھ اُوپر کی مُہلت میں سامانِ کتابت منگانے کا نہ خُود آپؐ نے اور نہ کسی ہاشمی و غیر ہاشمی علیہمُ الرّضوان نے اہتمام فرمایا۔

پانچویں نتیجہ (متعلقہ حدیثِ ثقلین) کا جواب

اَب رہا طاعنین کا یہ دعوےٰ کہ اہلِ سُنّت والجماعت نے کبھی حدیثِ ثقلین پر عمل نہیں کیا اور حضراتِ امامیہ ہی نے اُس پر عمل کیا ہے یہ بھی صحیح نہیں بلکہ معاملہ برعکس ہے۔ کیونکہ اہلِ سُنّت نے تو اُسی قرآن کو شرقاً غرباً دستُورُ العمل بنایا ہوا ہے جو اُن کے پاس ہے، اور غیر محرّف و کامل کلامِ الٰہی ہے اور جس کے حق میں خود سیّدنا علیؓ نے بھی وَاعْلَمُوْا اَنَّہٗ لَیْسَ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ الْقُرْاٰنِ حُجَّۃٌ (نہج البلاغۃ) (جان لو کہ قرآن کے بعد کسی پر کوئی حُجّت نہیں) فرمایا ہے۔ سیّدنا علیؓ کا یہ فرمان فیصلہ کر دیتا ہے کہ حدیثِ ثقلین میں تمسک بالعترۃ سے مُراد ہے ثقلِ اکبر (قرآن کریم) پر عترتِ پاک علیہمُ السّلام کے موہُوبی اور خُداداد فہم کے مُطابق عمل کرنا اور یہ عمل خلافتِ راشدہ کی تیس سالہ مدّت میں باتّفاقِ رائے سیّدنا علیؓ ہوتا رہا جس سے خُدا کے پسندیدہ دین کے غلبہ کا خُداوندی وعدہ بھی پُورا ہوا۔ اتمام وعدۃ الٰہیہ دربارۂ تمکینِ دینِ مُرتضےٰ بھی ہوا اور حدیثِ ثقلین کی تعمیل دربارۂ تمسک بالعترۃ بھی ہوتی رہی۔ اس کے برخلاف طاعنین کا عقیدہ ہے کہ ثقلِ اکبر یعنی قرآن کریم کو حضرت امیر علیہ السّلام نے غائب کر دیا تھا۔ اور تیسری صدی ہجری سے اِمام غائب علیہ السّلام کے پاس غار سُرَّ مَنْ رَاٰی[1] میں بتایا جاتا ہے پس ان حضرات کو تو آج تک تمسک بالقرآن نصیب ہی نہ ہوا۔ رہا تمسک ثقلِ اصغر، تو قرآن کریم کے فقدان اور گُم ہوجانے کی صُورت میں (جیسے اُن کا خیال ہے) وُہ موہوبی فہم بھی متحقّق نہ ہوسکا جس کے بارہ میں سیّدنا علیؓ نے فرمایا "ہم اہلِ بیت کے پاس خُداداد فہم ہے" لہٰذا ان حضرات کا دعوائے تمسک بالثقلین سراسر غلط[2] اور بے معنی ہے۔

حدیثِ خُم غدیر، حدیثِ قرطاس اور قولِ سیّدنا عمرؓ حسبنا کتاب اللہ، حدیثِ ثقلین، اِن سب کی تشریح و تفصیل میں غور کرنے سے جو اُوپر لکھی گئی ہیں، انصاف پسند ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ طاعنین براہم اللہ تعالیٰ نے جس قدر نتائج فاسدہ و تفریعاتِ کاسدہ بوجہ دانستہ

---

[1] بغداد کے قریب ایک شہر ہے جسے آج کل سامرہ کہتے ہیں۔

[2] کیونکہ اگر قرآن مجید ہی مفقُود ہے تو عترت اِس کے بغیر کس سے حُجّت پیش کرے گی۔ خُداداد فہم قرآن کی مُوجُودگی ہی میں تو کام آسکتا ہے۔ اور اگر موجُودہ دور کے اِمامیہ کے بقول یہ موجُودہ قرآن درُست ہے تو جب تیسری صدی سے عترت غائب ہے تو پھر قرآن کے مطالب سے بھی اُمّت محرُوم ہوگئی کیونکہ بقول اُن کے اِمام ہی قرآن کو سمجھ سکتا ہے۔ فیض

یا نادانستہ غلط فہمی کے مرتّب کیے ہیں وُہ سب از قبیلِ بناء الفاسد علی الفاسد ہیں۔

حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کی عظمتِ کردار کے چند تاریخی شواہد

وفاتِ شریفِ نبویؐ کے بعد جو اِختلافِ عظیم دربارۂ خلافت مہاجرین اور انصار میں واقع ہوا اُس کی وجہ ہوائے نفسانی یا غرضِ ذاتی نہ تھی۔ مکرّر طور پر وضاحت کے ساتھ پہلے بھی لکھا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے سُورۂ نُور کی آیتہ اِستخلاف میں جن لوگوں کو اقامتِ دینِ پسندیدہ کا وعدہ دیا ہے۔ اُن لوگوں کی نسبت اسی آیت میں یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا بھی فرمادیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وُہ لوگ اہلِ دُنیا کی طرح ہوا پرست اور لالچی نہیں ہوں گے۔ اِس اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ ہر فریق یہ چاہتا تھا کہ میں ہی خادمِ اسلام بنُوں۔ ریاست، شیخیت یا طمعِ نفسانی کا خیال اُن مقدّس لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا تھا۔ اِس بات کو واضح کرنے کے لیے یہاں اُن حضرات علیہمُ الرّضوان کے چند کلمات و ملفُوظات کُتبِ تاریخ سے نقل کیے جاتے ہیں:۔

ایک روایت یہ ہے کہ بیعتِ ابُوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد ابُوسفیانؓ جناب علیؓ مُرتضےٰ کے پاس یہ کہتے ہُوئے آئے: "مدینہ کے اِس شور و غل کو اَب تلوار ہی مٹا سکتی ہے۔ بغیر اِس کے کوئی علاج نہیں۔ اَے بنی عبد مناف بڑے حیف کی بات ہے کہ تُمھارے سامنے ابُوبکرؓ خلیفہ ہوجائے۔ کدھر ہیں وُہ دونوں جنھیں لوگ علیؓ اور عبّاسؓ کہتے ہیں۔ وُہ کمزور اور بُزدل بشر کا مقام ہے کہ اُن کے سامنے قُریش کی سرداری ایک حقیر اور چھوٹے سے قبیلہ میں چلی جائے" اس کے بعد علیؓ مُرتضےٰ سے مُخاطب ہوکر کہنے لگے "اُبسط یدك ابایعك فواللہ لئن شئت لاملأنہا علیہ خیلا و رجالا یعنے اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں تم سے بیعت کرُوں گا۔ خُدا کی قسم اگر تم اجازت دو تو میں ابُوبکرؓ پر اِس میدان کو تنگ کرُدوں اور چشم زدن میں اِسے سوار اور پیادوں سے بھرُدوں" یہ سُن کر حضرت اسد اللہ الغالبؓ نے چیں بجبیں ہوکر جواب دیا "اَے ابُوسفیان! تمھارے مزاج سے فتنہ و فساد کی بُو ابھی تک نہیں گئی۔ تم نے (قبل از اسلام) اپنے ایّامِ جہالت میں بھی جنگ و جدل میں کبھی دریغ نہ کیا۔ اَب حالتِ اسلام میں بھی (مُسلمانوں کے) گلے کٹوانا چاہتے ہو۔ خبردار مجھ سے ایسی باتیں نہ کرنا میں ہرگز نہیں مانوں گا" یہ جواب سُن کر ابُوسفیانؓ اُٹھ گئے اور شیرِ خُدا علیؓ مُرتضےٰ حضرت صدّیقِ اکبرؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ جناب فارُوقِ اعظمؓ بھی اُس وقت وہاں موجُود تھے۔ شیرِ خُداؓ نے فرمایا کہ "ابُوبکرؓ! مجھے تنہائی میں تم سے کچھ کہنا ہے ذرا سُن لو" حضرت صدّیقؓ نے جناب عُمرؓ کو وہاں سے الگ کر دیا اور حضرت علیؓ کی طرف متوجّہ ہُوئے۔ دونو حضرات کے درمیان جو مکالمہ ہُوا، اُس کا لُبِّ لُباب یہ تھا:۔

جناب علیؓ مُرتضےٰ:۔ اَے ابُوبکرؓ! مجھے تم سے بڑی شکایت ہے۔ تم نے سقیفہ بنی ساعدہ میں چُپ چاپ لوگوں سے بیعت لے لی اور ہمیں خبر تک نہ کی اور نہ ہم سے مشورہ لیا۔ اگر مجھے بُلا لیتے تو کیا حرج تھا۔ یہ تو بڑی قابلِ افسوس بات ہے۔

حضرت صدّیقؓ:۔ میں خُدا کو واحد و شاہد جان کر عرض کرتا ہُوں کہ میں اپنے ہاتھ پر بیعت کرانے کے لیے سقیفہ میں ہرگز نہیں گیا تھا بلکہ میرا دِلی منشا یہ تھا کہ مہاجرین اور انصار میں جو تنازعہ وہاں ہو رہا تھا اُسے رفع کرُوں۔ فریقین میں اُس وقت زبردست لے دے ہو رہی تھی۔ ایک فریق کہتا تھا کہ امیر ہم میں سے ہو، اور دُوسرا گروہ اِس پر اڑا ہوا تھا کہ نہیں امیر ہماری جماعت میں سے کسی کو ہونا چاہیئے۔ نوبت یہاں تک جا پہنچی تھی کہ قریب تھا فریقین دست بشمشیر ہوجائیں اور سر تن سے جُدا ہوکر گرنے لگیں۔ آپ یقین فرمالیں اور بے شک تحقیق بھی کرلیں کہ میں نے اپنی زبان سے بالکل یہ درخواست نہیں کی کہ لوگ مجھ سے بیعت کریں۔ نہ مجھے خلیفہ بننے کا اشتیاق تھا اور نہ ہے۔ حاضرین نے اتفاق کرکے بغیر میرے مطالبے کے میرے ہاتھ پر بیعت کرلی، اور یہ جو آپ نے

فرمایا ہے کہ میں نے آپ کو بُلوایا نہیں اَور آپ سے مشورہ نہیں لیا۔ اِس کے متعلق آپ ہی اِنصاف فرمائیں کہ آپ کے گھر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ آپ اُس کی تجہیز و تکفین میں مصرُوف تھے۔ اَور دُنیا آپ کی آنکھوں میں اندھیر ہو رہی تھی۔ ایسی مُصیبت کے وقت اگر میں آپ کو اِس اِختلاف کی خبر دیتا تو آپ کے لیے اَور بھی قیامت بالائے قیامت ہوتی۔ میں نے تو سارے نشیب و فراز پر غور کرنے کے بعد اَور مصلحتِ وقت سمجھ کر لوگوں کے کہنے پر فوراً اپنے ہاتھ پر بَیعت لے لی۔ اگر ذرا بھی تامّل کرتا تو معلُوم نہیں اِس طُوفان کے جھونکے میں لوگوں کی رائے کدھر سے کدھر پلٹا کھا جاتی اَور پھر آپ مدینہ کی گلیوں میں لاشوں کے ڈھیر اَور خُون کی ندّیاں بہتے دیکھتے اَور ایسا فتنہ اُٹھ کھڑا ہوتا جس کا فرو کرنا حدِّ امکان سے باہر تھا۔"

جنابِ مُرتضےٰؓ یہ معقُول اَور مدلّل تقریر سُننے کے بعد تھوڑی دیر کچھ سوچتے رہے پھر ہاتھ بڑھا کر خود بھی اَبُوبکرؓ صدّیق سے بَیعت کر لی۔ مگر صحیح روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد آپ نے مجمعِ عام کے سامنے حضرت ابُوبکرؓ سے بَیعت فرمائی۔ خلوت میں خفیہ بَیعت کرنا مُناسب نہ سمجھا۔

بَیعتِ سقیفہ کے دُوسرے دِن جناب صدّیقِ اکبرؓ نے جو خُطبہ پڑھا۔ اُس میں یہ دو جُملے بھی مندرج تھے اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ۔ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم۔ یعنی جس کام میں خُدا اَور رسُولؐ کی اطاعت مجھ سے ظاہر ہو تم بھی اُس میں میری اطاعت کرنا اَور اگر میں اُن کی نافرمانی کرُوں تو پھر تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ ان سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ خلافت قبُول کرنے سے اُن کا مقصد صرف اَور صرف خُدا اَور اُس کے رسُولؐ کی اطاعت تھی۔

یہاں سیّدنا عُمر فارُوقؓ کے عہدِ خلافت کا ایک واقعہ جس کا ذِکر تاریخ میں آیا ہے بیان کرنا بھی ضروری سمجھتا ہُوں۔ اس سے یہ صاف ظاہر اَور ثابت ہو جائے گا کہ ان حضرات علیہم الرِّضوان نے خلافت کو اپنے ذاتی مفاد یا جاہ و جلال کے لیے قطعاً قبُول نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ اُن کا مطمحِ نظر محض خدمتِ دینِ اِسلام تھا۔

تاریخ میں مذکُور ہے کہ قریباً پچاسؓ صحابہ کسی مسجد میں جمع تھے۔ اِدھر اُدھر کی باتوں میں اُن میں سے کسی نے کہہ دیا کہ اِس شخص (عُمرؓ) کے زُہد و اِتقاء نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ خُدا نے اپنے فضل و کرم سے بلادِ مشرق و مغرب و عرب و عجم اُس کے ہاتھ سے فتح کروا دیئے۔ دُور دُور سے بادشاہوں کے سفیر اُس کے پاس آتے ہیں۔ مگر اُس کا لباس دیکھو وُہی موٹا کپڑا جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوتے ہیں۔ اِس طرح سلطنتِ اِسلام کی عظمت پر حرف آتا ہے۔ ان صحابہؓ کے اصرار پر جنابہ عائشہ صدّیقہؓ اَور جنابہ حفصہؓ نے جناب فارُوقِ اعظمؓ سے گفتگو کرنے کی اِجازت چاہی۔ تاکہ اُن سے اِس موضوع پر گفتگو کر سکیں۔ اُن کے درمیان جو گفتگو ہُوئی وُہ مختصراً یُوں تھی:-

فارُوقِ اعظمؓ:- اُمّ المؤمنین فرمایئے کیا اِرشاد ہے؟

جنابہ صدّیقہؓ:- آپ جانتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اَور صدّیقِ اکبرؓ دُنیا کو چھوڑ گئے اَور جنّت میں اپنے رب کے پاس پہنچے۔ اُن دونوں صاحبوں نے نہ تو دُنیا کی کبھی پرواکی اَور نہ دُنیا کبھی اُن کے پاس پھٹکی۔ اَب اُن کی جگہ آپ ہمارے نگران و مُحافظ ہیں۔ خُدا نے آپ کے ہاتھوں سے قیصر و کسرٰے کے ملک فتح کرائے۔ اُن کے سارے خزانے اَور سلطنتیں آپ کے ماتحت ہیں۔ اُمّید ہے اللہ تعالیٰ اِس میں دِن دُگنی رات چوگنی ترقی دے گا۔ اِس وقت رُوم کے سفیر دربارِ عالی میں حاضر ہوتے ہیں عجم کے قاصد دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ عرب کے وفُود آ کر زیارتِ مُبارک سے مشرّف ہوتے ہیں۔ مگر افسوس کہ آپؓ کے لباس کی بڑی خستہ حالت ہے۔ اس میں چمڑے کے پیوند لگے ہیں۔ آپؓ اگر عُمدہ لباس زیبِ تن فرماتے تو آپؓ کی بڑی ہیبت اَور عظمت ہوتی۔ گھر میں بھی

آپؓ اپنے سامنے صبح و شام نیا اَور لمبا چوڑا دسترخوان بچھایا کریں جس پر انواع و اقسام کے اطعمہ لذیذہ اَور میوہ ہائے خوشگوار چُنے ہوں۔ جو آپؓ بھی کھائیں اَور آپؓ کے مصاحب بھی۔ اِس طرح سے شانِ خلافت بڑھے گی۔ اَور باہر سے آنے والوں پر ہمارا رُعب و وقار قائم رہے گا۔

فارُوقِ اعظمؓ:- اَے صدّیقہؓ تمھیں قسم ہے خُدائے عزّ و جل کی، مجھے بتا دو کہ حبیبِ ربّ العالمین جناب سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے کبھی دس دن لگا تار گندم تو کجا جَو کی رُوکھی اَور سُوکھی روٹی بھی پیٹ بھر کر کھائی تھی۔ دس دِن تو زیادہ ہیں مجھے صرف تین دِن متواتر ہی کا پتہ بتا دو۔ اِسے بھی جانے دو، کیا تم مجھے اُن کے ایک صُبح و شام بھی سیر ہو کر کھانے کی اِطلاع دے سکتی ہو؟ جب اُس باعثِ تخلیقِ ارض و سمانے دُنیا میں اِس طرح سے زِندگی بسر فرمائی تو میں کس قطار و شمار میں ہُوں جو ناز و نعم سے زِندگی بسر کرُوں۔ اَے عائشہؓ عُمرؓ سے یہ اُمّید کبھی نہ رکھنا کہ غریب مُسلمانوں کے مال سے تن پروری کرے صدّیقہؓ! کبھی تم نے یہ بھی دیکھا کہ ہمارے حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم نے زمین سے ایک بالشت بھی اُونچا رکھ کے تناول فرمایا ہو۔ آپؐ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ میں بندہ ہُوں اَور غلاموں کی طرح زمین پر بیٹھ کر کھایا کرتا ہُوں۔ کیا تمھیں یاد نہیں تمھارے باپ صدیقؓ اکبر نے تمھاری ماں کو بیتُ المال میں سے صرف چار پیسوں کی فرمائشی مٹھائی منگوا کر نہیں دی تھی۔ اَور جب تمھاری ماں نے اپنے روزینہ میں سے منگوالی تو اُتنا ہی اُن کا روزینہ کم کر دیا۔ یہ سب باتیں تمھیں خُوب معلوم ہیں۔ پھر تم مجھے ایسا نامُناسب مشورہ دینے کیسے آئی ہو۔

جنابہ صدیقہؓ یہ دردناک تقریر سُن کر رو پڑیں اَور فرمایا۔ امیر المؤمنین آپؓ سچ فرماتے ہیں۔ آپؓ سے پہلے دونو سرداروں کی عادت مُبارک ایسی ہی تھی۔

فارُوقِ اعظمؓ نے اپنا جواب جاری رکھتے ہُوئے فرمایا۔ اَے عائشہؓ و حفصہؓ، تم دونو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بیبیاں اَور اُمّ المؤمنین ہو۔ کُل مُسلمانوں پر تمھارا حق ہے خصُوصاً مجھ پر تو سب سے زیادہ ہونا چاہیئے۔ کیا تم دونو اِس لیے میرے پاس آئی ہو کہ مجھے دُنیا کی طرف راغب کرو۔ تم جانتی ہو کہ جناب رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم موٹے اَور صُوف کا جُبّہ پہنا کرتے تھے۔ جس سے اکثر حضُور کا تنِ مُبارک چھِل جاتا تھا۔ آپؐ مدّتوں اپنی اکہری عبا پر آرام فرماتے رہے۔ اَے عائشہؓ میں نے تمھارے گھر میں ٹاٹ اَور بوریے کے سوا کبھی کوئی فرش یا پلنگ اَور مسہری نہیں دیکھی۔ حضُورؐ اُسی کھُردرے بچھونے پر اِستراحت فرماتے تھے اَور جسمِ مُبارک پر ہمیشہ موٹے موٹے اَور نمایاں نشان اُبھر آتے تھے۔ ہاں اَے بیٹی حفصہؓ، کیا تُو نے ایک دفعہ مُجھ سے بیان نہیں کیا تھا کہ میں نے ایک رات ٹاٹ کی دو تہیں کر کے حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کے نیچے بچھا دیں۔ اِس طرح کچھ نرم اَور گدگدا فرش ملنے پر آپؐ کو آرام کے باعث گہری نیند آ گئی۔ اَور آپؐ کی آنکھ اُس وقت کھُلی جس وقت بلالؓ نے صُبح کی نماز کی اذان دی۔ حضُورؐ نے برہم ہو کر فرمایا "اَے حفصہؓ تُو نے بڑا غضب کیا جو ایسا نرم بچھونا میرے نیچے بچھا دیا کہ صُبح ہونے کو آئی اَور میری آنکھ نہ کھُلی۔ آئندہ ایسے کم بخت بچھونے پر مجھے کبھی نہ سُلانا۔ دُنیا سے مجھے کیا تعلق۔ وُہ میرے حصّہ میں نہیں آئی نہ میں دُنیا کے لیے پیدا کیا گیا ہُوں۔" میری پیاری حفصہؓ کیا تجھے نہیں معلُوم کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مغفُور تھے۔ اِس پر بھی سدا آپؐ نے اپنے آپ کو بھُوکا ہی رکھا۔ رکُوع پر رکُوع اَور سجدے پر سجدے کیا کرتے تھے۔ ساری عُمر روتے روتے اَور گڑگڑاتے گڑگڑاتے گزار دی مغفُور ہونے پر بھی آپؐ نے کبھی نہ اچھا کھایا اَور نہ اچھا پہنا، نہ کبھی نرم بستر پر سوتے۔ پھر میں اپنے ہادیؐ کے طریقہ سے کیسے قدم باہر رکھوں۔

جنابہ صدّیقہؓ اَور حفصہؓ، فارُوقِ اعظمؓ کا یہ کلام سُن کر ہاتھوں سے کلیجہ تھامے باہر آئیں اَور جو کچھ حضرت عُمرؓ سے سُنا تھا، رو رو کر سب حاضرین کو سُنا دیا۔ جس کے کان میں بھی اِس بیان کے الفاظ پڑتے تھے، تیر کی طرح دِل کے پار ہو جاتے تھے۔ تمام سامعین میں

ایک حشر سا بپا ہو گیا۔ (شمس التواریخ بتغیر ما)

ان اخلاق و عادات کو زیرِ نظر رکھتے ہوئے خلفاء اربعہؓ کی خلافت کے متعلق یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ ہوا ہے حق ہے اور تدبیر الٰہی کے موافق ہوا ہے۔ اِس امر (یعنی خلافت) کے لیے اُس وقت ایسے ہی مقدس لوگ ہونے ضروری تھے۔ اور ترتیب خلافت کی حقانیت پر بھی ابتداء و انتہا اور فیما بین کے واقعات شاہد و عادل ہیں کہ کسی نے کسی کا حق غصب نہیں کیا قبل از وقوع کو مُراد و مرضیٔ الٰہی کو نہ سمجھنے کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے معمولی اختلاف ہو گیا مگر پھر فوراً بعد سب لوگ متفق الرائے ہو گئے۔ اِس لیے یہ اختلاف کالعدم اور لایُعبأ بہ ہے جو نظر انداز کیے جانے کے لائق ہے۔

اگر بہ نظرِ انصاف علاوہ نصوص قرآنیہ کے بھی اِن حضرات کے سوانح حیات، طرزِ معاش اور اپنی بالیاقت اولاد سے اپنے سلوک دربارۂ استخلاف (یعنی صدیقِ اکبرؓ کا اپنے فرزند عبدالرحمٰنؓ اور جناب فاروقِ اعظمؓ کا اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہم کو اپنا خلیفہ و جانشین نہ بنانا) مُلاحظہ کیا جائے تو یقیناً کہنا پڑتا ہے کہ خلافتِ راشدہ میں ترتیب جس طرح بحسب ایفاء وعدۂ الٰہیہ مندرجہ آیت استخلاف وقوع میں آئی۔ وُہی حق ہے۔ اور جو کچھ استخلاف و ماتعلق بہ کے متعلق بہ عہدِ خلافت خلفاء اربعہ علیہم الرضوان ظہور میں آیا وُہی عند اللہ دین مُرتضےٰ و پسندیدہ تھا۔ اس دینِ پسندیدہ عند اللہ کے قائم کرنے والے ہوا پرست نہ تھے اور تکمیل ارادۂ الٰہیہ و وعدۂ ربانیہ اُنہی حضرات کے ہاتھوں پر ہُوئی۔ اقامتِ دین کے بارہ میں اُن کا طریقہ ۔ جائے گُل گُل باش جائے خار خار۔ کے مصداق تھا۔ یہاں تک کہ حق سُبحانہٗ و تعالےٰ نے بحسب وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور بعد ازاں جناب صدیقؓ اور فاروقِ اعظمؓ سے بھی اقامتِ دین کے متعلق ایسے کام کروائے جو شدّت کے بغیر نرمی کے ساتھ نہیں ہو سکتے تھے اللہ تعالےٰ نے ان حضرت کے قلوبِ صافیہ میں اقامتِ دین کے متعلق اطمینان ودیعت فرما دیا۔ اِسی بناء پر جنگِ فارس کے وقت جناب سیّدنا علیؓ نے جناب فاروقِ اعظمؓ کو اطمینان دِلایا تھا اور فرمایا تھا کہ اَے عمر لشکرِ اسلام کی فتحمندی لشکر کی قِلّت و کثرت سے وابستہ نہیں۔ چُنانچہ تم بعہدِ نبویؐ دیکھتے رہے ہو کہ نحن موعودون بالنصر ہم لوگوں کو من جانب اللہ فتحمندی کا وعدہ ہو چکا ہے۔ کما قال سُبحانہٗ وتعالیٰ: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۔ اِس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ اِس موضوع پر بعد کی فصلوں میں بھی تفصیلاً بیان کیا جائے گا۔
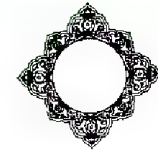
۳۔ باغِ فدک اور وراثتِ نبویؐ سے متعلقہ سوالات اور اُن کے جواب

باغِ فدک کے معاملہ کے متعلق جو سوالات کیے جاتے ہیں وُہ مع جوابات درج ذیل ہیں :-

سوال نمبر۱۔ ابُوبکر صدیق نے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کو میراثِ پدری (باغِ فدک) سے محرُوم کیا حالانکہ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ (النساء۔۱۱) (خُدا تمہاری اولاد کے متعلق تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصّہ دو لڑکیوں کے برابر ہے)

جواب نمبر۱۔ اِس آیۃ شریفہ میں خطاب کُلُّ اُمّت کے لیے ہے۔ چُنانچہ اِسی سُورۃ نساء میں الفاظ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ سے ماقبل پہلے رکوع میں فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ (النساء۔۳) (جو عورتیں تم کو پسند ہوں دو، دو، یا تین، تین، یا چار، چار، اُن سے نکاح کر لو) کا خطاب بھی اُمّت کی طرف ہے۔ ایسا ہی وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ (النساء۔۴) (اور عورتوں کو اُن کے مہر خُوشی سے دے دیا کرو) میں بھی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے لیے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا اور بغیر مہر کے نکاح کرنا جائز تھا۔ پس حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ۔ (ترجمہ ہم معاشر انبیاء اپنا ورثہ نہیں چھوڑتے ہمارا ورثہ صدقہ ہوتا ہے) مخالف قرآن نہیں بلکہ حدیث شریف نے واضح کر دیا کہ آیۃ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ میں خطاب خاص اُمّت ہی کی طرف ہے نہ یہ کہ اُمّت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم دونوں کو مُخاطب ہو۔

چُنانچہ آیاتِ سابقہ مسطُورہ بالا میں، نیز يُوصِيكُمُ اللّٰهُ کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ۚ وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۞ وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۞

(النساء۔۱۳-۱۴)

یہ (تمام احکام) خُدا کی حدُود ہیں۔ اور جو شخص خُدا اور اُس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرے گا خُدا اُس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہیں وُہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو خُدا اور اُس کے رسُولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اُس کی حدُود سے نکل جائے گا اُس کو خُدا دوزخ میں ڈالے گا۔ جہاں وُہ ہمیشہ رہے گا اور اُس کو ذِلّت کا عذاب ہو گا۔

اس آیت میں بھی جُملے وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ اور مَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ بتلا رہے ہیں کہ یہ حکم اُمّت کے لیے ہے نہ رسُولؐ کے لیے پس معلوم ہوا کہ حضُورؐ کی میراث تھی ہی نہیں تو اُس سے محرُوم کرنے کا سوال کیسے پیدا ہوتا ہے۔

سوال نمبر۲۔ آیاتِ مذکُورہ بالا میں خطاب عام تو ہے لیکن عام مخصُوص البعض ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم عمُوم سے خاص کیے گئے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ کے لیے چار سے زائد اور بغیر مہر بیوی کرنا جائز تھا۔

جواب نمبر ۲۔ اگر یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ میں خطاب عام مخصوص البعض بھی مانا جائے پھر بھی اِس آیۃ شریفہ اور حدیث شریف نحن معاشر الانبیاء میں تخالف نہیں بلکہ حدیث آیت کے لیے مخصص ٹھہری۔

سوال نمبر ۳۔ حدیث شریف نحن معاشر الانبیاء کا راوی صرف ابُوبکرؓ ہی ہے۔ لہٰذا بوجہ خبرِ واحد یعنی صرف ایک شخص کے روایت کرنے کے اِس میں وُہ قوت نہیں کہ قرآنِ کریم کے عمُوم کو توڑ دے چُنانچہ مسلّم قضیہ ہے کہ قرآنِ کریم کی تخصیص اِس حدیث کے ساتھ جس کا راوی ایک ہو، جائز نہیں۔

جواب نمبر ۳۔ اِس حدیث کے راوی اکیلے صدیقِ اکبرؓ ہی نہیں بلکہ اَور لوگ بھی ہیں۔ کُتبِ صحاح مُلاحظہ ہوں۔ اِسی وجہ سے یہ حدیث مجتمع علیہا ہے۔ اُمّہات المومنینؓ میں سے کسی نے اِسے سُننے کے بعد مطالبۂ میراث پر اصرار نہ کیا۔ اَور نہ ہی نبی کریمؐ کے چچا نے۔ اَور تمام خُلفاء اربعہؓ کے عہد میں اِسی حدیث پر عمل رہا حتّٰی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے عہدِ خلافت میں اِس میں ذرّہ بھر تغیر نہیں کیا۔ تاہم بالفرض اگر اِس کے راوی صرف صدّیقِ اکبرؓ ہی ہوں تو بھی یہ حدیث بوجہ سامعین میں سے کسی کے اِنکار نہ کرنے کے یعنی بباعثِ اجماعِ سکُوتی کے حدِ تواتر اَور قطعیّت تک پہنچتی ہے۔ اَور آیت کا یہ مفہُوم کہ اُس میں عام مخصُوص البعض ہے ظنّی ٹھہرا کیونکہ اُس کے عمُوم سے متوفّی کے قاتل اَور کافر رشتہ دار اَور مملُوک غلام کو بھی، ایسے دلائل کی بناء پر، جو حدیث "نحن معاشر الانبیاء" سے کم وزنی ہیں مخصُوص کیا گیا ہے۔ اَور یہ مسلّم ہے کہ ظنّی دلیل قطعی دلیل سے معارضہ اَور مقابلہ نہیں کرسکتی۔

سوال نمبر ۴۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوٗدَ (النمل۔ ۱۶) یعنی سُلیمانؑ (پیغمبر) اپنے والد داوٗدؑ کا وارث ہُوا۔ اِسی طرح ذکریا علیہ السّلام دُعا مانگتے ہیں کہ الٰہی مجھے ایک ولی عہد عطا فرما جو میرے بعد میرا وارث ہو۔ قال اللہ تعالیٰ عن ذکریا علیہ السّلام:۔

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ۔ (مریم۔ ۵۔ ۶)

اَور مَیں اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہُوں اَور میری بیوی بانجھ ہے۔ تُو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما، جو میری اَور اَولادِ یعقُوبؑ کی میراث کا مالک ہو۔

بشہادت اِن آیات کے ثابت ہُوا کہ انبیاء علیہمُ السّلام بھی اُمّت کی طرح مُورث ہوتے ہیں یعنی اُن کے مرنے کے بعد اُن کی اَولاد اُن کے ترکہ کی مالک ہوتی ہے۔ اِس لیے معلوم ہُوا کہ آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ میں خطاب نبیؐ اور اُمّت دونوں کی طرف ہے۔ اَور یہ آیت اپنے مفہُوم عام میں نصِ قطعی ہے۔

جواب نمبر ۴۔ لفظ "اِرث" اَور "وراثت" کا مفہُوم جنس ہے جس کے تحت اِنتقال کے کئی انواع ہیں۔ اِس کا استعمال کبھی اِنتقال مالی میں ہوتا ہے کبھی اِنتقال فی الملک اَور کبھی اِنتقال فِی العلم، جیسے کہ مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہوگا:۔

(ا) وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِیَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا (الاحزاب۔ ۲۷)

اَور اُن کی زمین اَور اُن کے گھروں اَور مال کا، اَور اُس زمین کا جس میں تم نے پاؤں بھی نہیں رکھا تھا، تم کو وارث بنایا۔

(ب) اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ (الاعراف۔ ۱۲۸)

زمین تو خُدا کی ہے وُہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُس کا وارث بناتا ہے اَور بالآخر بھلا توڈرنے والوں کا ہے۔

(ج) وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا (الاعراف۔ ۱۳۷)

اَور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اُن کو زمین (شام) کے مشرق ومغرب کا جس میں ہم نے برکت دی، وارث کر دیا۔

(د) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ○ (الانبیاء۔ ۱۰۵)

اَور ہم نے نصیحت (والی کتاب یعنی توراۃ) کے بعد زبُور میں لکھ دیا تھا کہ میرے نیکوکار بندے مُلک کے وارث ہوں گے۔

(ہ) ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ج (فاطر۔ ۳۲)

پھر ہم نے اُن لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا۔

(و) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (المومنون۔ ۱۰۔ ۱۱)

یہی وُہ وارث لوگ ہیں جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے اَور اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(ز) وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (زخرف۔ ۷۲)

اَور یہ جنّت جس کے تم وارث کر دیئے گئے ہو، تمہارے اعمال کا صلہ ہے۔

آیت شریف وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوٗدَ میں وراثت فی العلم والنبوّہ مُراد ہے نہ وراثتِ مالِ متروکہ، کیونکہ داوٗد علیہ السّلام کے سُلیمان علیہ السّلام کے علاوہ اَور بھی بیٹے تھے۔ پھر اِس کے کیا معنی کہ اُن کے وارث صرف سُلیمان علیہ السّلام ہی ہوں اَور دُوسرے نہ ہوں۔ نیز باپ کے مرنے کے بعد بیٹے کا وارث ہونا اَور ترکۂ پدری کا مالک بننا ایک معمُولی اَور عام رواجی بات ہے اَور یہ اِس قابل نہیں کہ خاص طور پر اِس کا ذکر قصصِ انبیاء علیہمُ السّلام میں کیا جاتے۔ مزید برآں اِس آیت کا ماقبل یعنی عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ بتا رہا ہے کہ داوٗدؑ کے بعد سُلیمانؑ کا وارث ہونا کسی کمال میں تھا یعنی کمال فی العلم والنبوّۃ۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ داوٗد علیہ السّلام کے بعد علمِ پدری اَور نبوّت کا وارث سُلیمانؑ ہُوا۔ ایسا ہی آیت یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ میں بھی ارثِ مالی مُراد نہیں۔ بالفرض اگر ذکریا علیہ السّلام کا وارثِ مالی اُن کا بیٹا ہی مانا جائے پھر بھی اُس بیٹے کا دیگر ساری آلِ یعقوبؑ کا وارثِ مالی ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ آلِ یعقوبؑ کے وارثِ مالی اُن کے بیٹے ہوں گے نہ ذکریا علیہ السّلام کا بیٹا۔ پھر ذکریا علیہ السّلام کی شانِ نبوّت سے یہ بالکل بعید ہے کہ وُہ اللہ تعالیٰ سے فرزند اِس لیے مانگیں کہ اُن کے بعد اُن کے مالِ دُنیوی کو کوئی اَور نہ لے جاتے۔ اِس کے علاوہ ذکریا علیہ السّلام مالی طور پر معمُولی حیثیت کے مالک تھے۔ تاریخ اُن کو نجّار بتاتی ہے۔ اَور اُن کے پاس اِتنا مال نہ تھا کہ اُس کے لیے بالخصُوص اللہ تعالیٰ سے وارث کی اِلتجا کی جاتی۔ اَور اُن کے بیٹے یحییٰ علیہ السّلام تو زاہد اَور تارک الدُّنیا تھے۔

حاصل اینکہ وراثت کا مسئلہ انبیاء علیہمُ السّلام کے ترکہ میں جاری نہیں۔ اَور حدیث شریف نحن معاشر الانبیاء دلیلِ قطعی ہے کسی نے اِس کا اِنکار نہیں کیا۔ اِس لیے ازواجِ مطہّرات میں سے کسی نے بھی مطالبۂ میراثِ نبویؐ پر اصرار نہیں کیا۔ اَور جن جن حضرات نے مطالبہ کیا بھی تھا اُنھوں نے اِس حدیث کے سُننے کے بعد مطالبہ کو ترک کر دیا تھا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ فدک، خیبر کے علاقہ میں یہُودیوں کا ایک گاؤں تھا۔ ۷ھ میں مُسلمانوں نے اِس گاؤں کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اُنھوں نے نہ مُسلمان ہونا چاہا اَور نہ خُود میں لڑنے کی طاقت دیکھی۔ لہٰذا فدک کی نصف زمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو دے کر صُلح کر لی۔ ایسی چیز کو جو بغیر جنگ وقتال کے ملے، اُس کو فَیْ کہتے ہیں۔ اگر جنگ سے حاصل ہو تو اُسے غنیمت کہا جاتا ہے۔ آنحضرتؐ فدک کی آمدنی اہل بیت کے نفقہ میں صَرف فرماتے تھے۔ اگر کچھ بچ جاتا تو وُہ فقراء و مساکین کو دے دیا جاتا تھا۔ حضرت ابُوبکر صدّیقؓ نے بھی اپنے عہدِ خلافت میں اُسی طرح کیا جیسا اُنھوں نے آنحضرتؐ سے سُنا اَور اُنھیں کرتے دیکھا تھا۔ بفرضِ محال اگر معاذ اللہ صدّیقِ اکبرؓ کو سیدۃ النّساءؓ سے عداوت تھی تو اپنی بیٹی عائشہ صدیقہؓ اَور باقی ازواجِ مطہّرات اَور حضرت عباسؓ

کوکیوں محروم کردیا۔صدیقِ اکبرؓ کا حلفی بیان ہے کہ واللہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الیّ من ان اھل قرابتی یعنی مجھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی قرابت اَور خویشاوندی کی پاسداری اَور صِلہ زیادہ ملحُوظ و محبُوب ہے بہ نسبت اپنی قرابت کے صِلہ کے۔عام لوگوں کے لیے بھی صدّیقِ اکبرؓ کا اِرشاد تھا کہ ارقبوا محمّدً افی اھل بیتہ یعنی اَے لوگو اہلِ بیتِ نبویؐ کے ساتھ برتاؤ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو ملحُوظِ خاطر رکھو۔کتاب اللہ و احادیثِ نبویؐ اَور تاریخ شاہد ہیں کہ صدّیقِ اکبرؓ خُدا اَور رسُولؐ کی راہ میں اپنی جان و مال قُربان کرنے والے تھے جنھوں نے کبھی کسی غیر مُسلم یہُودی و نصرانی کی بھی حق تلفی نہیں کی تھی پھر یہ کیونکر متصوّر ہو سکتا ہے کہ وُہ جگر پارۂ رسُولؐ کی حق تلفی کریں۔سُبحٰنک ھٰذا بھتان عظیم۔

رہا یہ امر کہ حضرت اَبُوبکرؓ نے سیّدۃُ النّساءؓ کے مطالبہ کرنے پر کیوں یہ حق اُنھیں نہ دیا سو اِس میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت اَبُوبکرؓ کو حسبِ درخواست سیّدۃُ النّساء اُنھیں اِس مال کا دے دینا جائز اَور مباح بھی ہوتا تو بھی اُس کے نہ دینے پر جائے شکایت نہ تھی کیونکہ سیّدۃُ النّساءؓ نے آنحضرتؐ سے ایک دفعہ ایک خادمہ کی درخواست کی مگر آپؐ نے یہ درخواست منظور نہ فرمائی اَور بجائے اِس کے کہ خادمہ عطا فرمائیں آپؐ نے تسبیحیںؔ[1] تعلیم فرمائیں۔کما فی صحیحِ البُخاری و مُسلم بروایت سیّدنا علیؓ۔ایسا ہی اگر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا خلیفہ بھی تعمیلِ درخواست نہ کرے تو محلِ شکایت نہ ہوگا چہ جائیکہ جب اِس مال کا دے دینا شرعاً ناجائز ہو۔بلکہ مؤخّر صُورت میں تو بجائے محلِّ شکایت ہونے کے یہ قابلِ ستائش ہوگا کیونکہ اُس نے اللہ اور اُس کے رسُولؐ کے حُکم کی پابندی کی ہے۔

اِس معاملہ میں غور کرتے وقت اُمُورِ ذیل کو ملحُوظ رکھنا بھی ضرُوری ہے :۔

۱۔ خلیفہ اپنے مُستخلف کی اَولاد اَور قرابت کا عادتاً و عقلاً ضرُور ممتازانہ لحاظ رکھتا ہے اَور خیال کرتا ہے کہ جب میں مُستخلف کے منصب کا بالکُلّیہ مالِک ہو گیا ہُوں تو مجھے اُس کی اَولاد کو ایک قلیل المِقدار چیز کے لیے ناراض نہ کرنا چاہیئے کیونکہ درصُورتِ ناراضگی محلِّ ملامت ٹھہرُوں گا۔

۲۔ اَبُوبکرؓ و عُمرؓ فدک کی آمدنی سے کئی گُنا زیادہ مال اہلِ بیتِ نبویؐ کو فتُوحات کے غنائم سے دیتے رہے۔صرف فدک نہ دیا اَور اُس کی آمدنی کے سِلسلہ میں وُہی عمل رکھّا جو بعہدِ نبویؐ تھا۔مزید براں بعہدِ مُرتضویؓ و حسنینؓ بھی یہی عمل جاری رہا۔

۳۔ جابرؓ بن عبدُ اللہ انصاری کو صدّیقِ اکبرؓ نے بحرین کے مال سے صرف اُسی ایک کے اپنے بیان پر جس قدر اُس نے چاہا بغیر مزید شہادت طلب کیے دے دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے فرمایا تھا کہ جب بحرین سے مال آئے گا۔حثوت لك، ثم حثوت لك ثلاثا (یعنی تین بار تجھے دونو ہاتھ بھر کر دُوں گا)

تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ وُہ سیّدۃُ النّساءؓ کو فدک میں اُن کا وُہ حِصّہ نہ دیتے جو قرآن و حدیث کی رُو سے اُنھیں مِلنا چاہیئے تھا اگر اُنھوں نے نہیں دیا تو یقیناً و ضرورۃً و طبعاً معلُوم ہو جاتا ہے کہ اُن کا یہ فیصلہ بالکل شرعی اَور بحُکمِ خُدا و رسُولؐ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دینِ پسندیدہ کے قائم کرنے کے لیے ایسے پاکیزہ اشخاص کو معیّن فرماتا ہے جو علمی، عملی اَور اخلاقی صفات میں اُس زمانے کے جُملہ بنی نوع سے فوقیت اَور اِمتیاز رکھتے ہیں۔اُن کی صداقت، دیانت و اخلاص فی العمل کا فر پر بھی اثر کیے بغیر نہیں رہتی۔وہ گو ظاہراً وُہ اِنکار ہی کرے مگر دل میں ضرُور جانتا ہے کہ جب یہ شخص مُعاملاتِ دُنیوی میں کامل صدق و راست بازی سے کام لیتا ہے اَور جھُوٹ سے متنفّر رہتا ہے تو یقیناً یہ اپنے خُدائے عزّوجل پر بھی بُہتان نہ باندھے گا۔وُہ منجانب اللہ مامُور

[1] ۳۳ بار سُبحَانَ اللہ، ۳۳ بار اَلحَمدُ لِلّٰہ، ۳۴ بار اَللہُ اَکبَرُ، بعد نمازِ پنجگانہ اَور سوتے وقت۔

ہوتا ہے کہ وُہ مالِ دُنیوی میں سے صرف بقدرِ ضرُورت لے لے اَور جو بچ رہے اُسے خُدا کے تفویض کردہ اُمُور میں صَرف کرے دُنیاوی بادشاہوں کی طرح اپنی ذاتی جائدادوں کا ذخیرہ جمع نہ کرے تاکہ اُس کے بعد اُس کی اَولاد اَور اقارب اُس ذخیرہ کے دعوےدار نہ بنیں۔یہ سب کچھ اِس لیے ہے کہ اللہ کی حُجّت خلق پر پُوری ہو اَور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ شخص لالچی اَور طمّاع ہے۔جو کچھ کر رہا ہے اپنے لیے دُنیوی مال جمع کرنے کے لیے کر رہا ہے۔

اِس بات میں عُلماء کا اِختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اموالِ بنی نضیر و فدک و خُمسِ خیبر وغیرہ کے مالک تھے یا صرف قاسم چُنانچہ اِرشاد ہُوا ہے کہ انّی واللہ لا اعطی احدًا و لا امنع احدًا و انّما انا قاسمٌ اضع حیث امرت یعنی میں کسی کو دینے والا یا محرُوم کرنے والا نہیں ہُوں (بلکہ دینے والا یا نہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے جو ہر چیز کا مالِک ہے) میں صرف بحکم اُس کے تقسیم کرنے والا ہُوں، جہاں حکم ہو رکھ دیتا ہُوں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اِس بات میں مختار کیے گئے تھے کہ آپؐ بادشاہ رسُول ہوں یا عبدِ رسُول، اَور آپؐ نے عبدِ رسُول ہونا پسند فرمایا چُنانچہ قاسم ہونے کی صُورت میں چُونکہ آپؐ مالِک ہی نہ ہُوئے تو نہ خُود مُورث ہوں گے اَور نہ کوئی آپؐ کا وارث۔مالِک ہونے کی صُورت میں بھی آپؐ کو اموال میں سے صرف بقدرِ حاجت اپنی ذات اَور اپنے اہلِ بیت پر صَرف کرنے کی اجازت تھی۔اَور جو بچے وُہ فقراء و مساکین کے لیے صدقہ تھا۔اِس لیے اُس میں بھی اِرث جاری نہ ہوگا۔چُنانچہ صحیح بُخاری و مُسلم میں اِس مضمُون کی متعدد احادیث بروایتِ اَبُوہریرہؓ وغیرہ موجُود ہیں۔اِسی طرح جگر گوشۂ رسُولؐ بھی مالکانہ تصرّف کرنے کی مجاز نہیں۔کیونکہ بوجہ شرفِ جزئیّت اِس کا اثر منصبِ نبوّت پر غیر مُناسب پڑنے کا اِحتمال ہے۔اَور عبدِ رسُولؐ لوگوں کی نگاہوں میں دُنیوی بادشاہوں کی طرح دِکھائی دیں گے۔اَور یہ بات حکمتِ بالغہ پسند نہیں فرماتی۔

تاریخ شہادت دیتی ہے کہ صرف فدک ہی نہیں بلکہ اِس کے علاوہ مندرجہ ذیل چھ جائدادیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے خصُوصی قبضہ میں تھیں۔اَور آپؐ کے علاوہ اَور کسی کا اُن میں تصرّف نہ تھا۔

۱۔ ایک یہُودی جنگِ اُحد کے دِن مُسلمان ہُوا۔بنی نضیر کے سات باغ بحسب اُس کی وصیت کے آنحضرتؐ کے قبضہ میں آئے۔

۲۔ کچھ زمین انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو دے رکھی تھی۔

۳۔ جب بنی نضیر مدینہ منوّرہ سے نکالے گئے تو اُن کا مال اَور جائداد آپؐ کے قبضہ میں آ گئے۔

۴۔ وادی القریٰ کی ایک تہائی۔

۵۔ خیبر کے دو قلعے وطیح اَور سلالم جو صُلح سے ہاتھ آئے۔

۶۔ خیبر کا پانچواں حِصّہ (نووی باب الجہاد)

حیرت ہے کہ فدک کے متعلق تو اِرث یا ہبہ یا وصیّت کا ذِکر تیرہ سو سال سے بہ اصرار جاری ہے مگر بقیہ چھ جائدادیں کبھی محلِّ بحث نہیں بنیں۔نہ اُن کا دعویٰ جنابِ سیّدہؓ نے کیا۔نہ شیرِ خُدا علی مُرتضیٰؓ ہی نے ان کے متعلق جنابِ سیّدہؓ کو یاد دلایا اَور نہ آپؓ نے خود اپنے عہدِ خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی میراث یا ہبہ یا وصیّت پر عمل کیا۔اگر میراث یا ہبہ یا وصیّت ہوتی تو چاہیئے تھا کہ وُہ اپنی خلافت کے زمانہ ہی میں حسنین رضی اللہ عنہما کو یہ فرما کر فدک دے دیتے کہ لو بیٹا اَبُوبکرؓ نے تو تمھاری والدہ پر ظُلم کیا تھا مگر میں تُمھارا حق تمھیں دیتا ہُوں۔طاعنین کے قول کو صحیح ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ جنابِ علیؓ صدّیقِ اکبرؓ کے سامنے فدک کے معاملہ میں شہادت دینے تو گئے مگر اپنی اِس شہادت کے مُطابق خُود اپنے دَورِ خلافت میں عمل نہ کیا۔عہدِ خلافتِ مُرتضویؓ میں صدّیقیؓ فیصلہ کو بحال رکھنا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت علیؓ نے اِس فیصلہ کی حقّیّت کو تسلیم فرما لیا تھا۔

سیدۃ النساءؓ سے فدک کے متعلق ہبہ یا وصیت کے دعویٰ کو منسوب کرنا اس لیے بھی محض افتراء وبہتان ہے کہ اُس زمانہ میں مجلّ بحث میں (معاذ اللہ) موجودہ زمانہ کے وکلاء کی طرح خود غرضی اور لالچ کے لیے بناوٹی اور جعلی مسودہ برداری نہ تھی کہ دعاوی متناقضہ سے کام لیا جاتا۔ سیدۃ النساءؓ کا مطالبہ اگر بطریقِ ارث تھا تو ظاہر ہے کہ بطرز ہبہ نہیں ہو سکتا اور نہ بالعکس۔ پھر ہبہ یا قبضہ دونو کو تسلیم کرنے کی صورت میں بھی ثبوت چاہیئے یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت، جو یہاں مفقود ہے۔ جناب اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا گو مبشّرہ بالجنّۃ ہیں اور سیدنا علیؓ مصاحب قرآن اور قرآن مصاحب علیؓ مگر نصاب شہادت بحسب کتاب اللہ وسُنّتِ رسُول اللہ دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ لہٰذا اس فیصلہ میں بھی صدیقِ اکبرؓ پر الزام عائد نہیں ہوتا۔ ایسا ہی دعوائے میراث اور دعوائے وصیّت میں تناقض ہے۔ قال علیہ السّلام الا لاوصیۃ الوارث (خبردار وارث کے لیے وصیّت جائز نہیں)

یہاں معترضین کی طرف سے یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ اگر فیصلہ صدّیقیؓ بحسب حدیث (نحن معاشر الانبیاء لانورث ماترکنا صدقۃ) صحیح ہوتا تو بغلہ اور سیف اور عمامہ جو ترکہ نبوی سے تھیں اور جن کا دعوےٰ جناب عبّاسؓ نے کیا تھا، صدیقِ اکبرؓ نے سیّدنا علیؓ کرم اللہ وجہہ کو کیوں دے دیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ حضرات ابُوبکرؓ یا عُمرؓ نے یہ اشیاء بطورِ تملیک سیدنا علیؓ کو دے دی تھیں۔ بلکہ یہ دینا ایسا تھا جیسا کہ فدک جناب علیؓ کی تحویل میں کر دیا تھا کہ اُس کو اُمورِ شرعیہ میں صرف کریں۔

ایک اور سوال جو اس ضمن میں کیا جاتا ہے وُہ یہ ہے کہ اس حدیث میں فدک کو صدقہ کہا گیا ہے۔ حالانکہ اس کی آمدنی میں سے اہلِ بیتِ نبویؐ پر صرف ہوتا رہا۔ جن کے لیے صدقہ حسب ارشادِ نبویؐ حرام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل بیتؓ پر صدقہ کی صرف ایک قسم یعنی زکوٰۃ کا صرف ناجائز تھا مُطلق صدقہ ناجائز نہیں تھا۔ فدک فیٔ میں سے تھا جو بغیر جنگ وقتال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے قبضہ میں آگیا تھا۔ اور فیٔ پر بھی لفظ صدقہ بولا جاتا ہے۔ چُنانچہ فیٔ اہل بیت کے لیے ناجائز نہیں۔

مال بحرین کے آنے پر جابرؓ بن عبدُاللہ انصاری کو صدیقِ اکبرؓ کا صرف اُنھی کی شہادت پر مال دے دینے کا ذکر آچکا ہے۔ جابرؓ بن عبدُاللہ انصاری نے صدیقِ اکبرؓ کے سامنے شہادت دی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے فرمایا تھا کہ جب بحرین سے مال آئے گا تو میں تجھے مٹھی بھر کر تین مرتبہ دُوں گا۔ اس پر صدیقِ اکبرؓ نے کہا کہ آگے بڑھ اور اُسی مقدار کا مال لے لے۔ اُن سے شہادت کی مزید تائید طلب نہیں فرمائی۔ اس بارے میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ بحرین کے مال میں بھی تو مُسلمین کا حق تھا لیکن وہاں مزید شہادت کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ اس کے برعکس سیدۃ النساءؓ سے شہادت طلب کی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جابرؓ بن عبدُاللہ نے بیتُ المال میں سے کچھ مانگا تھا اور خلیفہ کو بیتُ المال سے دینے کا کُلّی اختیار ہے۔ پھر جابرؓ بن عبدُاللہ کو تو قلیل مقدار میں مال دیا گیا تھا لیکن صدیقِ اکبرؓ اور عُمر فارُوقؓ اس سے کئی گُنا زیادہ مال بیتُ المال میں سے جناب عبّاسؓ وعلیؓ وحسن وحُسین علیہما السّلام اور ان کے علاوہ دیگر بنی ہاشم کو بھی دیتے رہے بخلاف فدک کے کہ وہاں پر اس امر کا دعوےٰ کیا گیا تھا کہ فدک بوجہ ارث یا ہبہ یا وصیّت ہمارا حق ہے اور اثباتِ دعوےٰ کے لیے بحسب کتاب اللہ وسُنّتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم حُجّتِ شرعیہ کا مطالبہ ضرُوری تھا۔

اس موضُوع پر ایک اور دلیل جو فریقِ مخالف کی طرف سے دی جاتی ہے وُہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بموجب آیتِ تطہیر اہل بیت علیہمُ الرّضوان کو پاک گردانا ہے۔ لہٰذا سیدۃ النساءؓ رضی اللہ عنہا فدک کا دعویٰ کرتے ہُوئے کسی ناجائز امر کی مُرتکب نہیں ہو سکتیں۔ اس دلیل کا تفصیلی جواب آگے چل کر آیتِ تطہیر کی فصل میں دیا جائے گا۔ یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ آیتِ تطہیر کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ پاک گروہ معصُوم ہیں اور اُن سے کسی قسم کی بھی خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بمقتضائے بشریّت اُن سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو وُہ عفو وتطہیرِ الٰہی میں داخل ہوگی۔ سیدۃُ النساءؓ رضی اللہ عنہا کی تحریک اور سلسلہ جُنبانی نے ہم کو سمجھا دیا کہ آیۃ

یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ۔ (النّساء۔ ۱۱) (خُدا تمھاری اولاد کے متعلق تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصّہ دو لڑکیوں کے برابر ہے) میں خطاب اُمّت کی طرف ہے اور خُلفائے ثلثہؓ کے علاوہ اہل بیتِ پاک علیہمُ الرّضوان نے بھی باغِ فدک کے غیر مُورث ہونے کو اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا اور سارے عالم پر واضح ہو گیا کہ جناب سیّدۃُ النساءؓ بھی بوجہ بضعۃ الرّسُولؐ ہونے کے عبدیّتِ محضہ کی وارث ہیں اور اپنے والدِ ماجد علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی طرح اُن کی عالی اور پاک شان بھی ملکیّت کے دھبّہ اور خُدائی فیصلہ پر ناراضگی کے نقص سے منزّہ اور پاک ہے۔

۴۔ آیتِ مُباہلہ کی تشریح وتفسیر

سنہ ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے نجران کے نصاریٰ کو تحریری دعوتِ اسلام دی۔ اُن کے چودہ منتخب آدمی بہ قیادت عبدُالمسیح عُرف عاقب مدینہ پاک پہنچے اور بڑے مکلّف اور ریشمی لباس پہن کر مسجدِ نبویؐ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا مگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے توجّہ نہ فرمائی۔ یہ کیفیت دیکھ کر وُہ لوگ اپنے قبلہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ اصحابؓ کرام نے اُنھیں روکنا چاہا مگر آپؐ نے اُنھیں ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ اُس سے فارغ ہو کر وُہ دوبارہ حضُور میں آئے مگر پھر بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) اُن کی طرف متوجّہ نہ ہُوئے۔ وُہ لوگ مسجد سے باہر چلے گئے۔ اور حضرات عثمانؓ بن عفّان، عبدُالرحمٰنؓ بن عوف اور علی کرم اللہ وجہہٗ سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ آپؐ نے ہمیں نامہ بھیج کر بُلوایا تھا۔ مگر ہم آئے ہیں تو آپؐ نے ہم سے بات بھی نہیں کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرے خیال میں آپ لوگوں کی متکبّرانہ اور جاہ وجلال والی روش سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی طبیعت مُبارک مکدّر ہوگئی۔ اگر آپ سادہ کپڑے پہن کر جائیں تو اُمیّد ہے ضرُور توجّہ فرمائیں گے۔ چُنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ جب یہ لوگ سادہ کپڑے پہن کر حاضر ہوئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے اُن کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا قسم ہے خُدا کی جس نے مجھے سچّا رسُولؐ بنا کر بھیجا ہے کہ کل جس وقت یہ لوگ آئے تھے ان کے دِل غرُور سے بھرے ہُوئے تھے۔ اِس کے بعد گفتگو شرُوع ہُوئی آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے اُنھیں دعوتِ اسلام فرمائی مگر اُنھوں نے معذرت کی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) سے سوال کیا کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کا باپ کون تھا۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ حضرت مسیحؑ (معاذ اللہ) خُدائے تعالیٰ کے بیٹے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے انتظارِ وحی کیا جس پر یہ آیت نازل ہُوئی:۔

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ (آلِ عمران۔ ۵۹ تا ۶۱)

آیت کا مطلب :۔ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسٰےؑ کا حال مثلِ آدمؑ کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے مٹّی سے بنایا اور کہا "ہو" اور وُہ ہوگیا۔ حق تُمھارے ربّ کی طرف سے ہے۔ پس شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔ اگر کوئی اِس علم اور دانست کے بعد تُم سے اِس بات پر جھگڑے تو اُس کو کہہ دو کہ فریقین معہ اپنے بیٹوں اور عورتوں کے مِل کر جھُوٹوں پر عجز و اِنکسار سے لعنت کریں (یعنی مُباہلہ کریں)"۔

یہ کلامِ الٰہی سُن کر بھی وُہ لوگ اپنے عقیدہ سے نہ پھرے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر اب بھی نہیں مانتے ہو تو آؤ ہم مُباہلہ کرلیں۔ اُنہوں نے مشورہ کے لیے اُنھیں وقت دیا۔ اپنی فرودگاہ میں پہنچ کر اُن کے قائد نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ گو آپ لوگ محمّدؐ کے نبی برحق ہونے کا زبان سے اقرار نہیں کرتے مگر آپ سب لوگ دِل میں محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو نبی برحق مانتے ہیں۔ اور اور اُن کا بیان دربارہ مسیح علیہ السّلام بھی مدلّل اور معقُول ہے۔ لہٰذا مُباہلہ کرنا میرے نزدیک ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ سچّے نبی سے مُباہلہ

کرنے والی قوم یقیناً ہلاک ہوجاتی ہے بہتر ہے صُلح کرلیں۔

سب نے یہ رائے پسند کی اور دُوسرے روز جب حضُورِ نبویؐ میں آئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم جناب حُسین علیہ السّلام کو گود میں اُٹھائے اور حسن علیہ السّلام کا ہاتھ پکڑے ہُوئے ہیں۔ جناب سیّدۃُ النساءؓ آپؐ کے پیچھے اور سیّدنا علیؓ اُن کے پیچھے تشریف لا رہے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلّم اُن سے فرماتے ہیں کہ اگر نصاریٰ مُباہلہ کو آگئے تو میں دُعا مانگوں گا اور تم سب مِل کر "آمین" کہنا۔ جب نصاریٰ نے یہ نقشہ دیکھا تو کانپ گئے اور عاقب نے اُن سے کہا کہ "اے گروہِ نصاریٰ اِس میں کوئی شک نہیں کہ اگر یہ پانچ مُنہ خُدائے تعالیٰ سے کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے اُکھاڑنے کا سوال کریں گے تو اللہ تعالیٰ ضرُور اُسے پُورا کرے گا پس مُباہلہ مت کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے"۔ حسبِ رائے نصاریٰ نے عرض کیا کہ ہم مُباہلہ نہیں کرتے اور اِس بات پر صُلح کرتے ہیں کہ آپ ہمارا تعرّض نہ فرمائیں اور ہم دو ہزار حلّہ (پوشاک) سالانہ حضُور میں بطورِ جزیہ پہنچایا کریں گے۔ آخرُالامر اسی پر صُلح ٹھہری۔ اور آپؐ نے فرمایا:۔

والّذی نفس محمّد بیدہ انّ العذاب قد تدلّٰی علٰی اھل نجران ولو تلاعنوا لمسخوا قردۃً وخنازیر ولاضطرم علیھم الوادی نارا ولاستاصل اللہ نجران واھلہٗ حتی الطیر علی الشجر ولما حال الحول علی النصارٰی کلّھم حتّٰی ھلکوا۔

ترجمہ۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بالتّحقیق عذاب قریب آگیا تھا اہلِ نجران پر۔ اور اگر وُہ مُباہلہ کرتے تو بندروں اور خنزیروں کی شکلوں پر ہو جاتے اور وادی اُن پر آگ ہو کر بھڑکتی اور البتّہ اللہ تعالیٰ نجران کو مع اُن کے اہل کے بیخ سے اُکھاڑ دیتا یہاں تک کہ درختوں پر پرندوں کو بھی، اور کامل سال گزرنے نہ پاتا کہ وُہ ہلاک ہو جاتے۔

اِس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آلِ عبا یعنی علی وحسن وحُسین وسیّدۃُ النساء علیہمُ السّلام کا ایک جُداگانہ قُرب بحضُورِ نبویؐ تھا پنجتن پاک کا یہ کیفیتِ مذکُورہ جلوہ گر ہونا بے نظیر اور عجیب نظّارہ ہوگا اور دیکھنے والے محوِ حیرت ہوں گے۔ اُن کی زبانِ حال مترنّم بدیں مقال ہوگی ؎

مُبتلائے حیرتم جاں گو میت یا جانِ جاں　　اِصطلاحِ شوق بسیار است و من دیوانہ ام

؎ اِس صُورت نُوں مَیں جان آکھاں، جانان کہ جانِ جہان آکھاں !
سچ آکھاں تے ربّ دی شان آکھاں جس شان تھیں شانان سب بنیاں

اِلٰہی بحُرمتِ آں وقتیکہ پنجتن پاک علیہمُ الصّلوٰۃ والسّلام برائے مباہلہ تشریف فرما شدند ایں سیاہ جریدہ تر دامنے رامع اقارب ودوستان وسائر برادرانِ اِسلام واخوانِ طریقت وہمگی اُمّتِ مرحُومہ بہ بخشا کہ بغیر از فضل وکرم تو در دست نداریم۔ خَلَقْتَنَا مَجَّانًا وَرَزَقْتَنَا مَجَّانًا فَاغْفِرْ لَنَا مَجَّانًا فَاِنَّكَ قَدِيْمُ الْاِحْسَانِ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وَلَطِيْفٌ قَبْلَ كُلِّ لَطِيْفٍ وَلَطِيْفٌ بَعْدَ كُلِّ لَطِيْفٍ، فَالْطُفْ بِنَا كَمَا لَطُفْتَ فِيْ ظُلُمَاتِ الْاَحْشَاءِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ بِحُرْمَتِ حَبِيْبِكَ رَحْمَةِ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ط

آیتِ مُباہلہ میں کلمہ "اَبْنَآءَنَا" میں حسنینؓ پاک کو فرزندانِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کہلانے کا شرف ثابت ہے۔ اسامہؓ بن زید سے روایت ہے کہ میں رات کو کسی کام کے لیے رسُولِ خُدا کے پاس حاضر ہُوا۔ آپؐ باہر تشریف لائے اس حالت میں کہ کسی نامعلُوم شئے کو ڈھانپے ہُوئے تھے (یعنی مجھے پتہ نہ چل سکا کہ کیا چیز ہے) جب میں اپنے کام سے فارغ ہُوا تو میں نے عرض کیا کہ یہ آپؐ نے کس چیز کو ڈھانپا ہُوا ہے۔ اِس پر آپؐ نے پردہ اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہُوں کہ حسنؓ و حُسینؓ آپ کے دونوں پہلوؤں

ہیں ہیں پس آپؐ نے فرمایا۔ ھذان ابنای وابنا بنتی (یہ دونو میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی (فاطمہؓ) کے فرزند ہیں۔ (ذکرہ ترمذی)

اِس آیتِ شریفہ میں لفظ "نِسَآءَنَا" اگرچہ بصیغۂ جمع ارشاد ہوا ہے مگر طرزِ عمل نبویؐ سے واضح ہوگیا کہ مُراد سیّدۃُ النّساء جگرپارۂ رسُولؐ حضرت فاطمہؓ ہیں۔ اِس موقعہ سے قبل آنجنابؐ کی باقی تینوں دُختریں وفات پاچکی تھیں۔

ایسا ہی کلمۂ "اَنْفُسَنَا" سے کمال اتّحاد اور قرابت مابین نفسِ نبویؐ اور نفسِ مُرتضویؓ پائی جاتی ہے۔ ظاہرہ قرابت تو کسی سے پوشیدہ نہیں۔ علاوہ اِس کے معنوی یا باطنی قرابت بھی جسے کمال اتّحاد سے تعبیر کرنا چاہیئے اِس کلمۂ "اَنْفُسَنَا" کا مفہوم ہے۔ یہی تعبیر ایک اور حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اسامہؓ بن زید سے روایت ہے کہ رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "اَمّا اَنت یا علیّ فختنی وابو ولدی انت منّی وانا منک (اے علیؓ تو میرا داماد اور میرے دونو فرزندوں کا باپ ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہُوں)

حضرت شیخِ اکبرؒ کا فتُوحاتِ مکّیہ میں کشفی بیان ہے کہ حقیقت کُلّیہ تجلّی نُوری کے وُرُود کے بعد ھَبَا[1] ہوگئی اور اس میں سب سے پہلا تعیّن حقیقتِ محمّدیہ کے لیے تھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ اُس کے بعد وکان اقرب الیہ علی ابن ابی طالب امام ولاولیاء وسرّالانبیاء اجمعین یعنی اُس حقیقتِ محمّدیہ اور تعیّنِ اوّل سے نزدیک تر علیؓ ابنِ ابی طالب تھے جو اولیّاؒ کے امام اور انبیاءؑ کے سِرّ یعنی راز ہیں۔

پھر اسی نرالے اور مُمتازانہ ارتباط معبّر عنہ بلفظ اَنْفُسَنَا کا کرشمہ وُہ منزلت اور مرتبہ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے بحضُورِ کُل صحابہ مہاجرین و انصار علیہم الرّضوان خمِ غدیر کے موقعہ پرظاہر فرمایا۔ اور سیّدنا علیؓ کی دوستی اور محبّت ہرمومن پر اُسی طرح واجب کی گئی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات سے محبّت۔

اِسی طرح اِرشادِ نبویؐ :-

انت منّی بمنزلۃ ھارُون من مُوسٰی ، الا انّہ لا نبیّ بعدی

ترجمہ :- (اے علیؓ تیری منزلت میرے ساتھ ایسے ہے جیسے ہارُونؑ کی مُوسٰیؑ کے ساتھ سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں) بھی اِس قُرب پر دال ہے جو رسُولِ اکرمؐ اور حضرت علیؓ کے مابین تھا۔ اِس کے ماسوا کئی اور ارشادات اِس تعلق کی طرف اِشارہ کرتے ہیں۔ مثلاً :-

امّا بعد فانّی امرت بسدّ ھذہ الابواب غیر باب علی وقال فیہ قائلکم واللہ ما سددتہٗ ولا فتحتہٗ ولٰکنّی امرت فاتّبعتہٗ۔

یعنی میں اِس بات پر مامُور ہُوں کہ علیؓ کے دروازہ کے بغیر اور سب دروازے بند کر دُوں۔ خُدا کی قسم مَیں کسی دروازہ کو بند نہیں کرتا اور نہ کسی کو کھولتا ہُوں مگر اُس حکم کی تعمیل میں جو مجھے مِلتا ہے۔

جنگِ خیبر میں جب کہ جناب ابُوبکرؓ و عُمرؓ کے ہاتھ پر قلعہ فتح نہ ہُوا اُس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان پاک لاعطینّ ھذہ الرایۃ رجلاً یحبّ اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہٗ کہ البتّہ میں کل ایسے مرد کو جھنڈا دُوں گا جو اللہ اور اُس

---

[1] ہبا اور عما تجلّی کے نام ہیں جن کی تشریح حضرت مؤلّف کے ملفُوظات میں موجُود ہے۔ فیض

کے رسُولؐ سے محبّت رکھتا ہے اور اللہ اور اُس کا رسُولؐ اُس سے محبّت رکھتے ہیں۔ کس کے لیے تھا؟ حضرت علیؓ کے لیے۔ لَیَنتھینّ بنو ربیعۃ اولابعثنّ علیھم رجلاً کنفسی یعنی بنو ربیعہ باز آجائیں ورنہ میں اُن پر ایک ایسا مرد بھیجُوں گا جو میرے نفس جان کی طرح ہوگا۔ وُہ مرد جسے اِس فرمان میں کنفسی کا اعزاز بخشا گیا ہے وُہ جناب علیؓ ہی تھے۔ فرمان ہائے پاک علیٌّ منّی و انا منہ (علیؓ مجھ سے اور مَیں علیؓ سے ہُوں) اور اما انت یا علی انت صفیی و امینی بھی حضرت علیؓ ہی کے لیے تھا۔

ایسا ہی جب سُورۂ براۃ کے نزُول کے بعد اُس کی تبلیغ کے لیے کسی کو اہل مکّہ کی طرف بھیجنا پڑا تو آپؐ نے فرمایا۔ "لاینبغی ان یبلّغ ھٰذا الّا رجل من اھلی"۔ یعنی سُورۂ براۃ مکّہ والوں کو وُہ شخص جاکر سُنائے جو میرے اہل سے ہو۔ کیونکہ یہ اُس وقت کے رواج کے مُطابق تھا۔ تو آپؐ نے اُس وقت اپنے سارے اہل میں سے حضرت علیؓ کو انتخاب فرمایا۔

ایسے ہی آپؐ کا فرمانا کہ مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ یعنی جس نے علیؓ کو بُرا کہا اُس نے مجھ کو بُرا کہا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے یمن کی طرف بھیجنا چاہا۔ مَیں نے عرض کیا یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مَیں نوعُمر (ناتجربہ کار) ہُوں۔ اور جن کی طرف مجھے بھیجا جا رہا ہے وُہ عُمر میں مجھ سے بڑے ہیں۔ یعنی زیادہ تجربہ کار ہیں۔ ایسے حالات میں مَیں واقعات کے فیصلے کیسے کرُوں گا؟ آپؐ نے فرمایا۔ اِنّ اللہ سیھدی قلبک ویثبّت لسانک یعنی اللہ تیرے قلب کو ہدایت بخشے گا اور تیری زبان کو حق پر ثابت رکھے گا۔ جناب علیؓ کا قول ہے کہ قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جو دانہ پھوڑ کر اُس میں سے درخت اُگاتا ہے کہ آپؐ کے اِس فرمان کے بعد مَیں نے دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی کسی طرح کا شک یا ہچکچاہٹ محسُوس نہیں کی بلکہ کیسا ہی باریک اور مشکل مقدمہ کیوں نہ ہو جب میرے پاس پیش ہوا میں نے بے دھڑک اور بغیر تردّد کے فیصلہ کر دیا۔ (انتہٰی مافی الخصائص[1] وصواعق محرقہ)

حدیث شریف انا مدینۃ العلم وعلیٌّ بابھا بھی حضرت علیؓ ہی کے مرتبہ کو بیان کرتی ہے۔ اس کی تفسیر اور اِس پر اعتراضات کے جواب ایک علیحدہ فصل میں تحریر کیے جائیں گے۔

یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ کے بعد نابالغوں میں سب سے اوّل سیّدنا علیؓ ہی مشرّف باسلام ہُوئے۔ زیدؓ بن ارقم سے روایت ہے کہ اوّل من اسلم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابن ابی طالب (جو سب سے پہلے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لائے وُہ علیؓ ابنِ ابی طالب تھے) عفیف سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت یعنی قبل از قبُولِ اِسلام میں مکّہ اِس غرض سے گیا کہ اپنے گھر والوں کے لیے اشیائے صَرف خریدُوں میں عبّاس بن عبدالمطّلب کے پاس آیا۔ وُہ تجارت کا کام کرتا تھا۔ میں اُس کے پاس بیٹھا تھا۔ کیا دیکھتا ہُوں کہ ایک مردِ جوان آیا۔ اُس نے آسمان کی طرف دیکھا اور رُو بہ کعبہ کھڑا ہوا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ایک لڑکا آکر اُس جوان کے دائیں جانب کھڑا ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک عورت آکر اُن دونو کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ پھر جوان نے رکُوع کیا۔ لڑکے اور عورت نے بھی رکُوع کیا۔ پھر جوان سیدھا ہوگیا۔ لڑکا اور عورت بھی سیدھے ہو گئے۔ پھر جوان نے سجدہ کیا۔ لڑکے اور عورت نے بھی سجدہ کیا۔ مَیں نے عبّاس سے کہا یا عبّاس امرٌ عظیمٌ۔ عبّاس نے بھی کہا امرٌ عظیمٌ یعنی بڑی اور نرالی بات ہے۔ اے عفیف تُو جانتا ہے یہ جوان کون ہے؟ مَیں نے جواب دیا نہیں مَیں نہیں جانتا۔ عبّاس نے کہا یہ جوان محمّدؐ بن عبدُاللہ میرا بھتیجا ہے، یہ لڑکا علیؓ بن ابی طالب بھی میرا بھتیجا ہے۔ اور یہ عورت خدیجہؓ بنت خویلد

---

[1] صواعق محرقہ مصنّفہ علّامہ ابنِ حجرؒ و خصائص کبریٰ مصنّفہ علّامہ سیُوطیؒ مذکورہ احادیث کا ماخذ ہیں جن میں اسناد مذکُور ہیں۔ فیض

اِس جوان کی بیوی ہے۔ میرے اِس جوان بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے کہ ربّہٗ ربّ السماء والارض امرہٗ بھٰذ الدّین الّذی ھو علیہ کہ رب میرا وُہ ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے اور اُسی نے مجھے اِس دین پر مامُور کیا ہے۔ عبّاس کا بیان ہے کہ اُس وقت ساری زمین پر بغیر اِن تینوں کے اور کوئی اِس دین پر نہیں تھا۔ (خصائص وصواعق وغیرہما)

اَب یہاں میں دوبارہ آیتِ مُباہلہ کی طرف رُجوع کرتا ہُوں۔ نصاریٰ نجران کو چُونکہ مسیح علیہ السّلام کا بے پدر ہونا محال اور خلافِ عادت معلُوم ہوتا تھا لہٰذا اُن کے مرکُوزِ خاطر اور پُختہ شُبہ کے دفعیہ کے لیے علاوہ تمثیلِ آدم علیٰ نبیّنا وعلیہ السّلام کے آیتِ مذکُورہ میں کئی قسم کی تاکیدات سے کام لیا گیا ہے۔ مثلاً :-

۱۔ آیت اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ میں حرفِ تاکید اِنَّ سے ابتدا کی گئی جو تاکیدِ مضمُون مدخُول کے لیے آتا ہے۔

۲۔ پھر فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ فرمایا یعنی پس شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ فَلَا تَمْتَرِ یعنی شک نہ کر اِس لیے یہاں پر اِس مضمُون کا افادہ منظُور ہے کہ پاسداری و اتباعِ عقلِ جُزوی اِنسان کو اِس حد تک پہنچ دیتی ہے کہ وُہ بوجہ رسُوخ وحصُول ملکۂ شک و امترا، گروہِ مُمترین و شک کُنندگان میں شمار کیے جانے کا اِستحقاق حاصل کر لیتا ہے۔ پس چاہیئے کہ تم گروہ مُمترین سے نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مطلب الفاظ فَلَا تَمْتَرِ سے حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ارشاد ہوا۔

۳۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ (حق تمھارے رب کی طرف سے ہے) یہ دکھانے کے لیے فرمایا گیا کہ حق الامر واقعی تیرے ربّ کی جانب سے نازل ہوتا ہے۔ اور اَلْحَقُّ مِنَ اِلٰھِکَ نہیں فرمایا گیا۔ اِس لیے کہ امرِ واقعی سے مطلع کرنا، از قبیلِ تربیتِ باطنی ہے۔ اور ظاہری و باطنی تربیت کُنندہ کو رب کہا جاتا ہے۔ اِس لیے برعایتِ مقام مِنْ رَّبِّکَ مُناسب تھا نہ مِنْ اِلٰھِکَ۔

الحاصل عیسٰے علیٰ نبیّنا علیہ السّلام کا بے پدر ہونا ایک ایسا واقعی اور حق الامر ہے جسے اِتنی تاکیداتِ بلیغہ کے ساتھ بتا دینے کے باوجُود مباہلہ تک نوبت پہنچی۔ اور پھر سُورۂ مریم میں اِس امر کی صاف صاف تصریح فرما دی گئی۔ افسوس ہے کہ بایں ھمہ مرزا غُلام احمد بانیٔ فرقۂ مرزائیت نے اپنی کتاب ازالۂ اوہام میں لکھا ہے "کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یُوسف نجّار کے ساتھ بائیس برس تک نجّاری کا کام کرتے رہے ہیں۔" نعُوذُ باللہ۔

یہاں حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا ذکر آگیا ہے تو اِس کتاب کے موضُوع سے ذرا ہٹ کر یہ بھی دیکھ لیں کہ صحابۂ کرام حضرت عیسٰے بن مریم علیہ السّلام کی حیات و ممات کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ کیا اُن کا عقیدہ وُہی تھا جس پر آج کل اجماعِ اُمّت ہے کہ حضرت مسیح کا رفع اور اُٹھایا جانا اِسی عنصری جسم سے زندگی میں ہوا۔ وُہ آج تک آسمان میں زندہ ہیں، قُربِ قیامت اُمّتِ محمّدیہ کے فرد کی حیثیت میں نزُول فرما کر شریعتِ محمّدی پر عامل ہوں گے اور عمر پُوری کرنے کے بعد بحکمِ الٰہی کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ وفات پائیں گے یا یہ کہ وُہ مر چکے ہیں اور اُن کا رفع رُوحانی اور اِنسانوں کی طرح ہوا۔

یہاں اِس موضُوع پر دیگر متعدّد احادیثِ صحیحہ کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔ جسے شوق ہو میری کتابوں شمسُ الہدایہ اور سیفِ چشتیائی میں مُلاحظہ کرے۔ اِس جگہ زریب بن برتملا والی حدیث پر اِکتفا کی جاتی ہے جس کی توثیق حضرت شیخ اکبرؒ نے اپنی کتاب فتُوحاتِ مکّیہ میں کی ہے اور جو قبل ازیں میری تصنیف سیفِ چشتیائی میں بھی لکھی جا چکی ہے اور جس کو حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی ازالۃ الخفا میں نقل کیا ہے۔ اِس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مہاجرین و انصار علیہمُ الرّضوان کا عقیدہ اوّل الذّکر اجماعی عقیدہ ہی تھا۔ اِس حدیث کا خُلاصہ یہ ہے :-

سیّدنا عُمرؓ فارُوق نے اپنے عہدِ خلافت میں سعدؓ بن ابی وقاص کو جب وُہ قادسیہ میں تھے، لکھا کہ نضلہ بن معاویہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب متوجہ کرو تاکہ وُہ کفّار کے ساتھ جنگ کریں۔ اِس پر سعدؓ نے نضلہ کو تین سو سوار کی جمعیّت کے ساتھ حلوان عراق کی جانب بھیجا۔ وہاں فتح کے بعد مالِ غنیمت لاتے ہُوئے نضلہ نے مال کو ایک پہاڑ کے دامن میں رکھ کر نمازِ عصر کے لیے اذان شرُوع کی جب اُس نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو پہاڑ سے کسی مُجیب نے جواب دیا کَبَّرْتَ کَبِیْرًا یا نضلۃ یعنی اَے نضلہ تم نے کبیر اور بزرگ ذات کی طرف وصفِ کبریائی کی نسبت کی ہے۔ پھر جب نضلہ نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو پہاڑ کی جانب سے جواب دینے والے نے کہا۔ کلمۃ الاخلاص یا نضلۃ۔ اَے نضلہ یہ کلمہ توحید اور اخلاص کا ہے۔ پھر جب نضلہ نے کہا۔ اشھد ان محمّد رسُول اللہ۔ تو مُجیب نے کہا "یہ وُہ شخص ہے جس کی بشارت ہمیں عیسٰے بن مریم نے دی جس کی اُمّت پر قیامت قائم ہوگی علیہما السّلام۔ پھر نضلہ نے کہا۔ حیّ علی الصّلوٰۃ۔ اِس پر مُجیب نے جواب دیا۔ طوبیٰ لمن مشٰی الیھا وواظب علیھا یعنی جو نماز کے لیے چل کر جائے اور اُس پر مداومت کرے اُس کے لیے خوشخبری ہے پھر نضلہ نے حیّ علی الفلاح کہا۔ اُس کے جواب میں آواز آئی۔ افلح من اجاب یعنی کامیاب ہوا جس نے اجابت کی۔

پھر جب نضلہ نے اذان ختم کرتے ہُوئے کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو جواب آیا۔ اخلصت کلمۃ الاخلاص کلّہٗ یا نضلۃ حرّم اللہ بھا جسدک علی النّار۔ اَے نضلہ تُو نے سارے کلمۂ اخلاص کو تمام کیا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر دوزخ کی آگ کو حرام کیا۔

اذان کے ختم ہونے پر صحابۂ کرام اُٹھ کھڑے ہُوئے اور آواز دے کر پُوچھا۔ تُو کون ہے؟ فرشتہ ہے یا جن یا کوئی اور بندگانِ خُدا سے۔ تُو نے ہمیں اپنی آواز سُنا دی ہے اَب اپنی صُورت بھی ہمیں دکھا۔ یہ وفد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور عُمرؓ بن الخطاب کا وفد ہے۔ نضلہ کہتا ہے پس پہاڑ پھٹ گیا اور اُس مُجیب کا سر چکّی کی طرح نمُودار ہوا۔ جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور چادرِ پشمینی اوڑھی ہُوئی تھی۔ اُس نے کہا "السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" صحابۂ کرام نے کہا "وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ" اور پُوچھا۔ من انت یرحمک اللہ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، تم کون ہو؟ اُس نے کہا زریب بن برتملا وصی العبد الصالح عیسٰی ابن مریم اسکننی ھذا الجبل ودعالی بطول البقا الیٰ حین نزولہ من السماء فاقرؤا عمر منی السّلام الخ۔ یعنی "میں زریب فرزندِ برتملا ہُوں اور عیسٰیؑ ابن مریمؑ خُدا کے نیک بندہ کا وصی ہُوں اُس نے مجھے پہاڑ پر ٹھہرایا اور میری درازیٔ عُمر کے لیے دُعا کی اُس وقت تک جب وُہ آسمان سے اُترے گا۔ عُمرؓ کو میرا سلام کہنا۔" اِتنا کہہ کر وُہ شخص نظروں سے غائب ہو گیا۔

نضلہؓ نے یہ واقعہ سعدؓ کو لکھا۔ اور اُس نے امیرُ المؤمنین فارُوقِ اعظمؓ کو۔ جس پر فارُوقِ اعظمؓ نے سعدؓ کو حکم بھیجا کہ تُو مع مہاجرین و انصار اُس پہاڑ کے پاس جا اور در صُورتِ مُلاقات اُس کو میرا سلام کہنا۔ حضرت سعدؓ چار ہزار مہاجرین و انصار کے ہمراہ اُس پہاڑ کے پاس جا کر چالیس روز ٹھہرے اور اذان کہتے رہے مگر پھر کوئی جواب نہ ملا اور نہ سُننے میں آیا۔ انتہیٰ

اِس بیان سے معلوم ہوا کہ مہاجرین و انصار علیہمُ الرّضوان نے اِس واقعہ کو اپنے عقیدہ کے مُطابق پایا۔ اور کسی نے اِختلاف یا اِنکار نہ کیا۔

۵۔ آیتِ تطہیر

قال اللہ تعالیٰ۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (الاحزاب۔۳۳)

ترجمہ۔ اے (پیغمبرؐ کے) گھروالو اللہ تعالیٰ سوا اس کے نہیں چاہتا کہ وُہ ناپاکی کو تم سے دُور کردے (رجس بمطلب گناہ، عذاب، ہر عیب) اور تمھیں پاک صاف کردے۔

۱۔ آیتِ تطہیر میں الفاظ "اہل البیت" سے مُراد مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) بحسب کثرتِ روایات آلِ کسا یعنی علی، حسن، حسین، سیدۃُ النّساء علیہم السّلام ہیں اور یہی قول ہے صحابہؓ کرام میں سے ابُوسعید خدریؓ کا اور تابعین میں سے بھی ایک گروہ کا جن میں مجاہدؒ اور قتادہؒ بھی ہیں۔

(۲) جمہُور کا قول ہے کہ لفظ "اہل بیت" فریقین یعنی اُمّہات المؤمنین اور آلِ عبا علیہمُ السّلام کو بھی شامل ہے۔

(۳) تیسرا قول صحابیؓ میں سے ابنِ عبّاسؓ اور تابعین میں سے عکرمہؓ کا ہے کہ "اہل بیت" سے مُراد ازواجِ مطہرات ہی ہیں۔

(۴) چوتھا قول جس کو ابنِ حجر نے صواعق میں ثعلبی سے نقل کیا ہے کہ "اہل بیت" سے مُراد بنو ہاشم اور بیت سے "بیت النسب" ہے۔ خازن میں ہے کہ زید بن ارقم کا بھی یہی قول ہے۔

(۵) پانچواں قول جس کو خطیب شربینی نے بقاعی سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ قول اَولیٰ ہے وُہ یہ ہے کہ "اہل بیت" سے مُراد سب تعلقدار، ازواج و اولاد علیہم السّلام اور وُہ خُدّام ہیں جن کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے مُمتازانہ لزُوم و تعلّق تھا جیسا کہ حدیث شریف میں سلمانؓ فارسی کی نسبت وارد ہے کہ سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلِ الْبَيْتِ۔ یعنی سلمانؓ ہم سے یعنی اہل بیت سے ہے۔

۲۔ دُوسرا قابلِ غور امر یہ ہے کہ اگر اذہاب الرّجس اور تطہیر سے مُراد محض فضل و موہبت کی رُو سے گنُاہوں سے پاک کرنا ہے۔ بغیر اس کے کہ کسی عمل کا عوض یا صلہ ہو، تو یہ معنی اُس صُورت میں کہ "اہل بیت" سے مُراد اُمّہات المؤمنینؓ ہی ہوں جیسا کہ ابنِ عبّاسؓ اور عکرمہؓ کا قول ہے نظمِ قرآنی سے نہیں سمجھا جاتا۔ البتہ اگر ان الفاظ کو در رنگِ تبلیغ اوامر و نواہی دیکھا جائے تو ان کے معانی زیادہ صحیح ہو جاتیں گے یعنی اَے اہل بیت اللہ تعالیٰ تم سے ناپسندیدہ اُمُور کے دُور کرنے کا اور تمھیں پاک و صاف کرنے کا اِرادہ رکھتا ہے۔ جس کی صُورت یہ ہے کہ اگر تم نے اوامر و نواہیِ شرعیہ کے مُطابق عمل کیا تو اُس کا نتیجہ اور اجر تمھارے لیے یہ ہو گا کہ تم کو اللہ تعالیٰ پاک و مصفّےٰ کردے گا۔ آیتِ تطہیر کا یہ مطلب نہیں کہ یہ پاک گروہ معصُوم ہیں اور صدُورِ خطا اُن سے ناممکن ہے۔

ایک اور آیتِ قرآنی بھی اسی دُوسرے معنی پر شاہد ہے۔ قولہٗ تعالیٰ :۔

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (مائدہ۔۶)
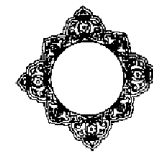
ترجمہ یعنی اللہ تعالیٰ (تبلیغ احکامِ شرعیہ سے) تم پر کسی قسم کی تنگی کرنا نہیں چاہتا لیکن اِس ذریعہ سے تم کو پاک کرنا اور تم پر اپنے اِنعام و احسان کو پُورا کرنا چاہتا ہے۔

اور اسی معنی کو ایک اور جگہ بھی اِرشاد فرمایا۔ قولہٗ تعالیٰ :۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ (نسآء۔۲۶)

ترجمہ۔ خُدا چاہتا ہے کہ اپنی آیات تم سے کھول کھول کر بیان فرمائے اور تم کو اگلے لوگوں کے طریقے بتائے اور تم پر مہربانی کرے۔

یعنی اللہ تعالیٰ یہ ہدایات و احکامات تمھارے پاک کرنے کے لیے بھیجتا ہے اور تمھیں مامُور فرماتا ہے جس کی غایت یہ ہے کہ جس نے تعمیلِ امرِ خُداوندی کی اُس نے مُوجبِ طہارت حاصل کر لیا۔ اور جس نے خلاف ورزی کی وُہ اِس سے محرُوم رہا۔ معلوم ہُوا کہ تطہیر بدیں معنی یعنی تنزیلِ احکام و ہدایاتِ قرآنیہ سب اہل ایمان کو شامل ہے۔ صرف اُمّہات المؤمنینؓ و آلِ عبا علیہمُ السّلام کے ساتھ مخصُوص نہیں۔ لہٰذا ہر دو فریقین یعنی سُنّی و شیعہ کا اِس پر زور لگانا کہ آیتِ تطہیر میں لفظ اہل بیت سے مُراد بقرینہ سیاق و سباقِ آیت ازواجِ مطہّرات ہی ہیں یا آلِ عبا ہی ہیں صحیح نہیں اور نہ ہی اِس آیت کا مفاد جُداگانہ اور مُمتازانہ تطہیرِ خاص ازواجِ مطہّرات یا آلِ کسا، یا ہر دو کے لیے ہے۔ کیونکہ آیت مذکُورہ کے نظائر دیگر آیاتِ قرآنیہ سے واضح ہو چکے ہیں۔ اِس لیے سُورۂ احزاب کے تیسرے رکُوع کی عبارت يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ......... وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ تک کا مطلب یہ ہُوا کہ اَے نبی (صلی اللہ علیہ وسلّم) اپنی ازواجِ مطہّرات سے کہہ دو کہ تُمھارے پاک اور اچھا کرنے کے لیے یہ احکامات بھیجے گئے ہیں۔ پس ازواجِ مطہّرات کی تطہیر بھی دیگر افرادِ اُمّت کی طرح بہ تبلیغ شرائع ہو گی نہ یہ کہ محض موہبت کے طریق سے۔ اور بغیر عوضِ عمل اُن کو پاک کیا گیا اور بخشا گیا۔ البتہ جُداگانہ اور مُمتازانہ تطہیرِ آلِ کسا، حدیثِ ذیل اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے :۔

عن اُمّ سلمۃ زوج النّبی صلی اللہ علیہ وسلّم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کان فی بیتہا علیٰ منامۃ لہ علیہ کساء خیبری فجاءت فاطمہ ببرمۃ فیہا خزیرۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ادعی زوجک وابنیک حسنا وحسینا فدعتہم فبینما ہم یاکلون اذ انزلت علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ (الاحزاب۔۳۳) فاخذ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم بفضلہ فغشاہم ایاہا ثم اخرج یدہ من الکساء والویٰ بہا الی السماء ثم قال اللّٰہم ہٰؤلاء اھل بیتی۔ وفی روایۃٍ[1] وخاصتی فاذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا قالہا ثلث مراتٍ۔ قالت ام سلمہ فادخلت رأسی فی الستر فقلت یارسول اللہ وانا معکم فقال انک الی خیرٍ مرتین۔ (مسند احمد وغیرہ)

ترجمہ حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضُور علیہ السّلام اُن کے گھر بستر پر آرام فرما تھے اور اُوپر خیبر سے لائی ہُوئی ایک اُونی چادر لی ہُوئی تھی۔ اِس حال میں جنابِ فاطمہؓ ایک برتن لائیں جس میں طعام تھا۔ حضُور علیہ السّلام نے اُنھیں فرمایا کہ اپنے خاوند

---

[1] ایک روایت میں فقط اھل بیتی اور دُوسری میں خاصتی بھی ہے۔

اور دونو بیٹوں حسنؓ اور حُسینؓ کو بھی بُلا لو۔ جب یہ حضرات کھانا تناول فرما رہے تھے تو آیتِ تطہیر نازل ہُوئی۔ حضُور علیہ السّلام نے اپنی چادرِ مُبارک کا کچھ حصّہ اُن کے اُوپر ڈال کر اُنھیں اُس میں ڈھانپ لیا۔ پھر چادر سے ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اِشارہ کرتے ہُوئے فرمایا۔ اَے خُدا یہ میرے خاص اہلِ بَیت ہیں۔ اِن سے رِجس اَور ناپاکی زائل فرما کر انھیں خُوب پاک فرما دے۔ آپؐ نے تین بار اِس طرح فرمایا حضرت اُمِّ سلمہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے چادر کے اندر سر کر کے عرض کیا۔ یا رسُولؐ اللہ میں بھی آپؐ کے ساتھ ہُوں۔ آپؐ نے جواباً دو بار فرمایا تُو بھلائی کی طرف ہے۔"

اِس حدیث سے آلِ کسا یعنی سیّدۃُ النّساء، حسَن، حُسَین اَور علی علیہمُ السّلام کے لیے جُداگانہ تطہیر معلُوم ہوتی ہے۔ کیونکہ آیتِ تطہیر کے نزُول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا اِنہی حضرات کو چادر کے اندر داخل کرنا اَور پھر تین مرتبہ دُعا مانگنا اَور فرمانا فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیراً بے شک ایک نِرالی تطہیر ہے۔ اِس طھرھم کے یہ معنی نہیں کہ آلِ کسا علیہمُ السّلام کے لیے خُدا گانہ احکامِ شرعیہ بھیج بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُن کو طہارتِ کاملہ سے مطہّر فرما۔ اِس حدیث میں جُملہ اللّٰھم ھٰؤلآء اھل بیتی وخاصّتی قابلِ غور ہے۔ ان چار تن پاک کی خصُوصیّت لفظ خاصّتی سے تو ظاہر ہے ہی۔ اِس کے علاوہ لفظ ھٰؤلآء سے جو خصُوصیّت و امتیازِ وصف (اہلِ بیت) مقصُود ہے وُہ اہلِ علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔

(**قاعدہ**) یہ امرِ مسلّم اَور ثابت شُدہ ہے کہ مسند الیہ کی تعریف باِلاشارہ اس کی تمیز کو اعلیٰ درجہ کی تمیز کا فائدہ دیتی ہے۔ یعنی یہ مسند الیہ بنی نوع سے ممتاز اَور مخصُوص ہے ساتھ اُس حُکم کے جو اِس مسند الیہ کے بعد ذکر کیا جائے گا کما قال الشاعر؎

هـذا ابو الصقر فرداً فی محاسنه   من نسل شیبان بین الضال والسـلم

معنی:۔ یہیں ابو الصقر جو ضال وسلم کے درختوں کے درمیان رہنے والے شیبانی نسل کے ایسے شخص ہیں جو اپنے محاسن میں مُنفرد ہیں۔

اِس حدیث شریف میں چار تن پاک کو ھٰؤلآءِ کے ساتھ اِس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ آلِ عبا علیہمُ السّلام حکمِ اہلِ بَیت وخواص ہونے میں دُوسرے لوگوں سے ممتاز ہیں۔ اَور اذہاب الرجس وتطہیر بدیں معنی یعنی سب عیُوب سے پاک کر دینا اُنہی کا حصّہ ہے۔ اگر بمقتضائے بشریّت اُن سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو زیرِ عفو وتطہیر داخل ہو گی۔

اگر اِس حدیث کے لحاظ سے آیتِ تطہیر میں وُہ معنی نہ لیے جائیں جو بقرینہ نظائر اُوپر لکھ چُکا ہُوں تو بھی غیر مُناسب نہیں بلکہ دُوسرے معنی کا مُراد لینا واجب ہے۔ یہ خیال نہ کیا جائے کہ، مرقطعی الوقُوع یعنی تطہیرِ آلِ کسا بوجہ مُراد ہونے باری تعالےٰ کے ضرُوری التحقق ہو گی۔ پھر دُعا مانگنے کے کیا معنی؟ اِس لیے کہ قطعی الوقُوع بھی بذریعہ دُعا طلب کیا جاتا ہے۔ دیکھیئے موعُود باری عزّ اِسمہٗ کا وقُوع یعنی وُہ امر جس کے متعلّق اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہو ضرُوری اَور قطعی التحقق ہے۔ معہٰذا

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ○ (آلِ عمران۔۱۹۴)

ترجمہ:۔ (اَے پروردگار تُو نے جن جن چیزوں کے ہم سے اپنے پیغمبروں کے ذریعے وعدے کیے ہیں وُہ ہمیں عطا فرما اَور قیامت کے دِن ہمیں رُسوا نہ کرنا۔ تُو بے شک خلافِ وعدہ نہیں کرتا) وارد ہے۔ اَور دیکھئے کہ باوجُود اِس کے کہ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ (الآیۃ) آ چکا تھا۔ پھر بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ، بجنابِ باری عزّ اِسمہٗ عرض فرماتے ہی رہے۔

حافظ جلالُ الدّین سیُوطیؒ نے تفسیرِ دُرِّ منثُور میں اِس آیت کے متعلّق پہلے تقریباً چار روایات اِس مضمُون کی ذِکر کی ہیں کہ "اہلِ بیت" سے مُراد ازواجِ مطہّراتؓ ہیں۔ اِس کے بعد تقریباً بیس روایات مختلفۃ الطرق اِس میں لائے ہیں کہ "اہلِ بَیت" سے مُراد آلِ کسا، پاک ہی

ہیں علیہمُ السّلام منجملہ اِن روایات کے حدیثِ اُمِّ سلمہؓ بھی ہے جس کا ذِکر اُوپر کیا گیا ہے۔ اگر کہا جائے کہ اِس تقدیر پر کلام بے ربط ہو جائے گا کیونکہ آیت میں خطاب ازواجِ مطہّرات کی جانب چلا آتا ہے تو جواباً کہہ سکتے ہیں کہ کلام متّسق النظام میں جُملہ اجنبیہ کا واقع ہو جانا محاورۂ عربیہ کے خلاف نہیں بلکہ یہ قرآنِ کریم میں کئی جگہ واقع ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:۔

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ○ وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ۔ (النمل۔۳۴۔۳۵)

بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اُس کو تباہ کر دیتے ہیں اَور اُس کے عزّت والوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اَور اِسی طرح یہ بھی کریں گے۔ اَور میں اُن کی طرف کچھ تحفے بھیجتی ہُوں۔

اِس آیت میں کلامِ بلقیس میں کَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ بقول اِبن عبّاس جُملہ مُعترضہ منجانب باری عزّ اِسمہٗ واقع ہُوا ہے۔

ایسا ہی

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۙ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ ۙ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ۔ (الواقعہ۔۷۵۔۷۷)

ہمیں تاروں کی منزلوں کی قسم، اَور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے، کہ یہ بڑے رُتبے کا قرآن ہے۔

میں وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ اعتراض پر اِعتراض ہے۔

حضرت شیخِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کشفی بیان سے بھی بمُطابق روایاتِ کثیرہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آیتِ تطہیر کا نزُول آلِ کسا یعنی سیّدۃُ النّساء، حسَن وحُسین وعلی علیہمُ السّلام اَور اُن کی اَولاد کی شان میں ہے چُنانچہ وُہ باب ۲۹ فتُوحاتِ مکیّہ میں لکھتے ہیں:۔

فدخل الشرفاء اولاد فاطمة كلهم رضی اللہ عنهم ومن هو من اهل البيت مثل سلمان الفارسی رضی اللہ عنه الی یوم القيامة فی حكم هذه الآية من الغفران فهم المطهرون اختصاصاً من اللہ وعنايته بهم لشرف محمد صلی اللہ عليه وسلم وعناية اللہ به ولا يظهر حكم هذا الشرف لاهل البيت الا فی الدار الآخرة فانهم يحشرون مغفوراً لهم واما فی الدنيا فمن اتی منهم حداً اقيم عليه كالتائب اذا بلغ الحاكم امره وقد زنی وسرق او شرب اقيم عليه الحد مع تحقق المغفرة كماعز وامثاله ولا يجوز ذمه وينبغی لكل مسلم يؤمن باللہ وبما انزله ان يصدق اللہ تعالیٰ فی قوله (لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا) فيعتقد فی جميع ما يصدر من اهل البيت ان اللہ تعالیٰ قد عفا عنهم فيه فلا ينبغی لمسلم ان يلحق المذمة بهم ولا ما يشنأ اعراض من قد شهد اللہ بتطهيره وذهاب الرجس عنه لا بعمل عملوه ولا بخير قدموه بل بسابق عنايةٍ من اللہ بهم ذلك فضل اللہ يؤتيه من يشاء واللہ ذو الفضل العظيم۔

ترجمہ۔ ساداتِ فاطمیہ جو قیامت تک ہونے والے ہیں اَور جو لوگ اہلِ بَیتؑ میں شمار ہیں جیسے حضرت سلمان فارسیؓ سب اِس آیت کے حُکم میں داخل ہیں۔ اَور وُہ خواہ کیسے ہی گُنہگار ہوں حشر اُن کا اِس حال میں ہو گا کہ مغفور ہوں گے لیکن اِس مغفرتِ کاملہ کا ظہُور آخرت میں ہو گا۔ دُنیا میں اگر اُن سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جس پر شرعی حد جاری ہوتی ہے تو وُہ اُن پر بھی جاری کی جائے گی۔

---

[1] حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ یہاں اِس استبعاد کو رفع کرنا چاہتے ہیں جو اِن حضرات کی تفسیر پر وارد ہوتا ہے جو آیتِ تطہیر کا مصداق آلِ عبا ہی کو قرار دیتے ہیں۔ فیض

جیسے توبہ کے باوجود زانی پر ثبوتِ جرم کے بعد حد لگائی جاتی ہے۔ اور جو ایک صحابی حضرت ماعز کے قصہ سے ظاہر ہے جنہیں توبہ کرنے کے بعد بھی شرعی حد لگائی گئی۔ لہٰذا مسلمان کو یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اِن لوگوں کی مذمت یا تحقیر کرے جن کی پاکیزگی اور تحفظ کی خود اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے۔ یہ فضل و کرم ان کے کسی عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ محض عنایتِ ربّانی ہے اور اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔ اللّٰھم صل علٰی سیدنا محمّد وآلہٖ وصحبہٖ۔

پھر اسی باب میں لکھتے ہیں :-

فلو کشف لک باولی عن منازلھم عند اللہ فی الآخرۃ لوددت ان تکون مولیً من موالیھم۔

یعنی اے دوست اگر اللہ تعالیٰ تمہارا حجاب دُور فرما کر تمہیں اہلِ بیت کی شان اور رُتبہ جو اُن کو عند اللہ آخرت میں حاصل ہوگا، دکھائے تو ضرور تو تہِ دل سے اُن کی غلامی کو چاہے۔

نقل ہے کہ امام حسن علیہ السّلام اچھی پوشاک پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ منوّرہ سے باہر جا رہے تھے کہ ایک یہودی مفلوک الحال آپ کو راستے میں ملا اور کہنے لگا۔ اے حسنؓ کیا تمہارے نانا (پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) نے سچ کہا ہے کہ دُنیا مومن کے لیے دوزخ ہے اور کافر کے لیے بہشت ؟ آپ نے جواب دیا۔ بے شک آپ نے سچ فرمایا ہے۔ یہودی کہنے لگا پھر یہ کیا بات ہے کہ تمہارا تو یہ حال ہے اور میرا یہ ؟ آپ نے فرمایا کہ میرے لیے جو انعامات و احسانات وہاں آخرت میں تیار ہو لیے ہیں اُن کی نسبت میری موجودہ حالت کو دوزخ سمجھنا چاہیئے اور تمہارے لیے جو عذاب وہاں مقرر کیا گیا ہے اُس کے لحاظ سے تمہاری یہ موجودہ حالت بہشت کہلانے کی مستحق ہے۔

یہ ساری تحقیق اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ آیۂ تطہیر کا مورد خواہ اُمّہات المؤمنین ہوں، یا مع آلِ کساء، یا صرف آلِ کساء علیہمُ السلام، تطہیر اور اذہاب الرجس بصورتِ تنزیلِ احکام و ہدایاتِ شرعیہ نہیں (جو سب اہلِ ایمان کو شامل ہے) بلکہ یہ معنی عفو و مغفرت در آخرت ہے۔ خطا کا صدور بہر کیف مطہّرین سے ممکن ہے۔ البتہ حشر اُن کا آخرت میں مغفرتِ کاملہ کی صورت میں ہوگا۔ اس بیان سے یہ خیال بھی نہ کیا جائے کہ آیتِ تطہیر کا مطلب پابندیٔ اوامر و نواہیٔ شرعیہ سے اباحت و آزادی ہے۔ بلکہ یہ فضل و عنایتِ خاصِ ایزدی کی بشارت ہے جو بحسب اَفَلَآ اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا پابندیٔ احکام کے منافی نہیں۔

آیتِ مودّت کی تفسیر و تشریح

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ (الشوریٰ - ۲۳)

ترجمہ :- کہہ دیجئے (اے محمّد) میں تم سے اِس امر پر کوئی اجر نہیں مانگتا لیکن دوستی اہلِ قرابت کی۔ اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اُس کے لیے اُس میں ثواب بڑھائیں گے تحقیق اللہ تعالیٰ بخشنے والا قدر دان ہے۔

یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب بعض مشرکین نے ایک اجتماع میں کہا تھا کہ کیا محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) اپنے عمل (تبلیغِ قرآن) کے لیے اجر اور عوض چاہتا ہے ؟ اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں تم سے اپنے اِس کام کے لیے کچھ اجر نہیں چاہتا جیسا کہ انبیاءِ سابقہ علیٰ نبیّنا علیہمُ السّلام نے بھی نہیں چاہا۔ البتہ یہ چاہتا ہوں کہ قرابت مابین کو جو مجھے تمہارے ہر بطن کے ساتھ ہے، ملحوظ رکھ کر مجھ سے پیار رکھو اور ایذا نہ پہنچاؤ۔ کیونکہ شرع اور عادت اور مروّت کا مقتضیٰ یہی ہے اور صلہ رحمی پر تم بھی فخر کرتے ہو۔

جاننا چاہیئے کہ اِس آیتِ کریمہ کے دو محمل ہیں۔ ایک تو یہ جو اُوپر مذکور ہوا۔ اِس تقدیر پر اِلَّا الْمَوَدَّةَ میں "مودّۃ" سے مُراد مودّۃِ رسُول علیہ السّلام ہوگی اور کلمہ "فی" سببیت کے لیے یا لام کے معنی میں ہوگا۔ یعنی آپ کی محبّت بوجہ قرابت کے مطلوب ہے دُوسرا محمل یہ کہ مودّۃ سے مُراد رسُول علیہ السّلام کے اہلِ قرابت کی دوستی ہو۔ اِس صُورت میں کلمہ "فی" ظرفیت کے لیے اور ظرف مستقر المودّۃ سے حال ہوگا۔ اور آیت منجملہ اُن آیات کے ہوگی جن میں فضائلِ اہلِ بیت سیّدنا فاطمہ، علی، حسن، حسین علیہمُ السّلام خصوصاً اور اہلِ قرابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم عموماً بشرطیکہ وُہ مومنین سے ہوں، بیان کیے گئے ہیں تفسیر رُوح البیان وغیرہ میں ہے کہ اِس آیت کے نزُول کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے کسی نے پُوچھا کہ یارسُول اللہ من قرابتك هؤُلاء الذین وجبت علینا مودتھم یعنی آپؐ کے اہلِ قرابت اور رشتہ داروں میں وُہ کون لوگ ہیں جن کی دوستی ہم پر واجب کی گئی ہے۔ آپؐ نے جواباً فرمایا۔ علیؓ و فاطمہؓ اور اُن کی اولاد۔ اور اِسی روایت کی تائید وُہ قول کرتا ہے جو حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ انّہٗ قال شکوت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حسد الناس لی فقال اما ترضی ان تکون اوّل من یدخل الجنۃ انا و انت والحسن والحسین وازواجنا عن ایماننا وشمائلنا وذریاتنا خلف ازواجنا۔ یعنی علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ نبویؐ میں شکایت کی کہ لوگ میرے ساتھ حسد کرتے ہیں۔ اِس پر آپؐ نے فرمایا اے علیؓ کیا تو اِس پر خوش نہیں کہ سب سے پہلے میں اور تم اور حسن اور حُسین بہشت میں داخل ہوں گے اِس حالت میں کہ ہمارے دائیں بائیں ہماری بیبیاں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری بیبیوں کے پیچھے ہوگی۔ انتہیٰ

یہاں پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آیۃ مودّۃ میں الفاظ "فی القربیٰ" سے مُراد آلِ عبا یعنی علی، فاطمہ، حسن، حسین علیہمُ السّلام نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ آیت مکیّہ ہے۔ اور مکّہ میں حسنین پاک علیہما الرّضوان کا تولّد نہیں ہوا تھا۔ اور روایتِ نزُول بالمدینہ ضعیف ہے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ آیت کا نزُول اگرچہ مکّہ ہی میں ہو مگر چُونکہ قربیٰ اُور قرابت باآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا معنی آلِ عبا علیہم السّلام میں بابلغ الوجوہ پایا جاتا ہے اِس لیے اِن حضرات علیہمُ السّلام کا مُراد ہونا بطریقِ اَولیٰ ہوگا بہ نسبت اُن اقارب کے جو مکّہ میں بروقتِ نزُولِ آیت موجُود تھے ۔ چُنانچہ آلِ محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت کی مدح اُور اُن سے بُغض کی مذمّت کے متعلق کُتبِ حدیث میں متعدّد احادیث وارد ہیں ۔ جن سے مندرجہ ذیل احادیث کو ایک مشہُور محقّق و مفسّر صاحب رُوح البیان نے نقل فرمایا ہے :۔

١۔ وعنہ علیہ السّلام حرّمت الجنّۃ علی من ظلم اھل بیتی وآذانی فی عترتی۔
جنّت اُس پر حرام کی گئی ہے جس نے میرے اہلِ بیت پر ظُلم کیا اُور میری عترت کو ایذا دے کر مجھے ایذا پہنچائی ۔

٢۔ ومن اصطنع صنیعۃً الیٰ احدٍ من ولد عبد المطلب ولو یجازہ فانا اجازیہ علیھا غدًا اذا لقینی یوم القیامۃ۔
عبدُالمطلب کی اُولاد میں سے اگر کوئی اپنے محسن کا مکافی اُور معاوضہ دینے والا نہ ہوا تو مَیں قیامت میں اُس کا مُجازی اُور عِوض دہندہ ہُوں گا جب وُہ مجھ سے مُلاقات کرے گا ۔

٣۔ من مات علی حبّ اٰل محمّد مات شھیدًا۔
جس کا خاتمہ محبّتِ اہلِ بَیت پر ہوگا وُہ شخص شہید ہوگا ۔

٤۔ الا ومن مات علیٰ حبّ اٰل محمّد مات مغفورًا لہٗ۔
خبردار، جس کا خاتمہ محبّتِ اہلِ بَیت پر ہوگا ۔ وُہ مغفُور ہو کر مرے گا ۔

٥۔ الا ومن مات علیٰ حبّ اٰل محمّد مات تائبًا۔
خبردار، جس کا خاتمہ محبّتِ اہلِ بَیت پر ہوگا وُہ مقبُول التّوبہ ہو کر مرے گا ۔

٦۔ الا ومن مات علیٰ حبّ اٰل محمّد مات مومنًا مستکمل الایمان۔
خبردار، جس کا خاتمہ محبّتِ اہلِ بَیت پر ہوگا اُس کی موت بحالتِ کامِل ایمان ہوگی ۔

٧۔ الا ومن مات علیٰ حبّ اٰل محمّد بشّرہٗ ملک الموت بالجنّۃ ثمّ منکرٌ ونکیرٌ۔
خبردار، جس کی موت حُبِّ اہلِ بَیت پر ہوگی اُسے ملکُ الموت اُور مُنکر نکیر جنّت کی بشارت دیں گے ۔

٨۔ الا ومن مات علیٰ حبّ اٰل محمّد یزف الی الجنّۃ کما تزف العروس الیٰ بیت زوجھا۔
خبردار، جس کی موت حُبِّ آلِ محمّدؐ پر ہوگی وُہ جنّت کی طرف اَیسے دوڑے گا جیسے دُولہا اپنی دُلھن کے گھر کی طرف ۔

٩۔ الا ومن مات علیٰ حبّ اٰل محمّد فتح لہ فی قبرہ بابان الی الجنّۃ۔
خبردار، جس کی موت آلِ محمّدؐ کی محبت پر ہوگی اُس کے لیے اُس کی قبر میں دو دروازے بہشت کی جانب کھولے جائیں گے ۔

١٠۔ الا ومن مات علیٰ حبّ اٰل محمّد جعل اللہ قبرہٗ مزار ملائکۃ الرحمۃ۔
خبردار، جس کی موت حُبِّ آلِ محمّدؐ پر ہوگی اللہ تعالیٰ اُس کی قبر کو ملائکۂ رحمت کی زیارت گاہ بنائے گا ۔

١١۔ الا ومن مات علیٰ حبّ اٰل محمّد مات علی السنّۃ والجماعۃ۔
خبردار، جس کی موت حُبِّ آلِ محمّدؐ پر ہوگی وُہ طریقۂ سُنّت والجماعت پر مرے گا ۔

١٢۔ الا ومن مات علیٰ بغض اٰل محمّد جاء یوم القیامۃ مکتوبٌ بین عینیہ ائیسٌ من رحمۃ اللہ۔
خبردار، جس کی موت آلِ محمّدؐ سے بُغض کی حالت میں ہُوئی وُہ قیامت کے دن اِس طرح آئے گا کہ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھّا ہوگا یہ نااُمید ہے رحمت خُدا سے ۔

١٣۔ الا ومن مات علیٰ بغض اٰل محمّد مات کافرًا۔
خبردار، جو آلِ محمّد سے بُغض رکھتے ہُوئے مرا، وُہ بحالتِ کُفر مرے گا ۔

١٤۔ الا ومن مات علیٰ بغض اٰل محمّد لم یشمّ رائحۃ الجنّۃ۔
خبردار، جو شخص آلِ محمّدؐ سے بُغض رکھتے ہُوئے مرا وُہ جنّت کی ہوا نہ سُونگھے گا ۔

ان احادیث کو بیان کرنے کے بعد صاحبِ تفسیرُ روح البیان فرماتے ہیں ”واٰل محمّد ھو الّذین یؤل امرھم الیہ علیہ السّلام فکل من کان ماٰل امرھم الیہ اکمل واشد کانوا ھو الاٰل ولا شک ان فاطمۃ وعلیا والحسن والحسین کان التعلق بینھم وبین الرسول اشد التعلقات بالنقل المتواتر فوجب ان یکونوا ھم الاٰل ۔ انتھیٰ ۔ یعنی جن کے رشتے اُور تعلق کا رجُوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی جانب کامل و مکمّل اُور اعلیٰ درجہ پر ہو وُہی لوگ آلِ رسُول علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کہلانے کے مُستحق ہیں ۔ اُور اِس میں شک نہیں کہ حضرات علی و فاطمہ و حسنین علیہمُ السّلام کا حضُور علیہ السّلام سے نہایت گہرا تعلق ہے ۔

اقول اُور یہ ضرُوری امر نہیں کہ بروقت نزُولِ آیت محکُوم علیہ کے کُل افراد موجُود ہوں ۔ اُور نہ یہ کہ اُس وقت کے موجُودہ افراد ہی پر وُہ حکم محصُور ہو ۔ مثلاً بنی اِسرائیل کے متعلّق بعہد مُوسیٰ توراۃ میں پیشین گوئی مندرج تھی کہ تم دو دفعہ ارتکابِ جُرم و معاصی کرو گے اُور سزا پاؤ گے ۔ کما قال اللہ تعالیٰ :۔

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۔ الیٰ قولہ تعالیٰ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا (بنی اسرائیل ٤-٨)

اس آیت میں یہُودِ مدینہ ۔ بنو قریظہ اُور بنو نضیر سے خطاب ہے جو نزُولِ توراۃ کے کئی صدیوں کے بعد مدینہ منوّرہ میں موجُود ہُوئے اُور اُن کے لیے حُکمِ باری تعالیٰ ہُوا کہ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا یعنی اگر تم فساد کی طرف عود اُور رجُوع کرو گے تو ہم بھی سزا اُور عذاب دیں گے ۔ اُور چُونکہ اُنھوں نے فساد کی طرف عود کیا اُور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کو نہ مانا لہٰذا من جانب اللہ سزا دیے گئے بنو قریظہ قتل کیے گئے اُور بنو نضیر پر جزیہ عائد کیا گیا اُور وُہ وطن سے نکالے گئے ۔

اِسی طرح الفاظ اہلِ قربیٰ میں حسنین پاک علیہمُ السّلام داخل ہیں گو وُہ اُس وقت پیدا نہیں ہُوتے تھے ۔ اُور آلِ کساء کے بارے میں بلحاظ قرابتِ کاملہ، جو احادیث مسطُورہ بالا و نقل متواتر سے ثابت ہے ، یہ کہنا کہ آیت مودّۃ اُنہی کی شان میں نازل

---

[1] حضرت موٴلف قدس سرّہٗ کے مطبُوعہ فتاویٰ میں زیرِ عنوان آلِ محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم سے کون مُراد ہے واضح ہوتا ہے کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرّہٗ نے فتوحاتِ مکّیہ جلد دوم میں ایک حدیث کے حوالہ سے درُود شریف میں آلِ محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم سے مُراد وُہ سب مومنین متّبعین لیے ہیں جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو صدقِ دل سے سچّا نبی مانا ہے ۔ درُود شریف کے علاوہ بقرینۂ مقام کسی جگہ اہلِ بیت و آل سے مُراد وُہ اقارب ہیں جن پر صدقہ لینا حرام ہے ۔ چنانچہ آلِ علی و آلِ جعفر و آلِ عقیل علیہمُ الرّضوان اور کسی جگہ حسبِ قرینہ و مقام اولادِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم و ازواجِ مطہّرات اُور کسی جگہ سیّدۃ النّساء فاطمۃ الزّہرا و حسن و حسین و علی علیہمُ السّلام مُراد ہیں ۔

ہُوئی یہ صحیح ٹھہرا اور آثارِ ذیل بالکلیہ درُست۔

د۔ صواعق محرقہ میں لکھا ہے۔ (اس کا بیان پہلے بھی اُوپر آچکا ہے) أخرج احمد والطبرانی وابن ابی حاتم والحاکم عن ابن عبّاس ان هذه الآیة لما نزلت قالوا یارسُول الله من قرابتك هؤلاء الذین وجبت علینا مودتهم قال علیؓ و فاطمة وابناهما۔

یعنی اِس آیت کے نزُول کے وقت لوگوں نے آپؐ سے دریافت کیا کہ یا رسُولؐ اللہ آپؐ کے وُہ قریبی لوگ کون ہیں جن کی مودّت اور دوستی ہم پر واجب ہے۔ آپؐ نے جواباً فرمایا، علیؓ اور فاطمہؓ اور اُن کی اولاد۔

ب۔ وروی ابوالشیخ وغیرہ عن علی کرم الله وجهٗ فینا آل حم آیة لا یحفظ مودتنا الا کل مومن ثم قراء قُلْ لَّآ اَسْـئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔

یعنی علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ ہمارے یعنی اہلِ بیت کے حق میں ایک آیت نازل ہُوئی ہے کہ نہیں محفوظ رکھتا ہماری دوستی کا حق مگر مومن۔ اور اُس کے بعد یہ آیۃ پڑھی۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ............

ج۔ سیّدنا حسنؓ بن علیؓ نے خُطبہ میں فرمایا کہ من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا الحسن بن محمّد صلی الله علیه وسلم۔ پھر ایک دو جُملہ کے بعد فرمایا۔ وانا من اهل البیت الذین افترض الله عزّوجل مودتهم وموالاتهم فقال فیما انزل علی محمّد صلی الله علیه وسلم قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ پھر فرمایا۔ واقتراف الحسنات مودتنا اهل البیت۔ یعنی میں حسنؓ فرزندِ رسُولؐ ہُوں اور اُن اہلِ بیت سے ہُوں جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے آیتِ مذکورہ میں فرض فرمائی ہے۔ اور اِسی آیت میں اِقترافِ حسنہ سے مُراد ہماری محبت ہے۔
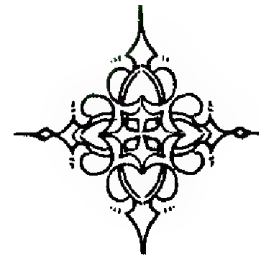
۷۔ حدیثِ مدینۃ العلم

قال قال رسُول الله صلی الله علیه وسلم۔ انا مدینة العلم وعلیؓ بابها فمن اراد العلم فلیات الباب۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ مَیں علم کا شہر ہُوں اور علیؓ اُس کا دروازہ ہے پس علم کے طالب کو دروازے سے آنا چاہیئے۔

(ا) شیخ ابن تیمیہ غفر اللہ لہٗ[1] کے اِس حدیث پر اعتراضات اور اہلِ تحقیق کے جوابات[2]

پہلا اعتراض:۔ اگرچہ اِس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے مگر ابن جوزی نے اِس حدیث کے سب طرق کو موضُوع اور بناوٹی قرار دیا ہے۔ چنانچہ شیخ مذکور (یعنی ابن تیمیہ) اپنی کتاب منہاج السنہ میں لکھتے ہیں۔ وحدیث انا مدینة العلم وعلیؓ بابها اضعف واوهی ولهذا انما یعد فی الموضوعات وان رواه الترمذی و ذکره ابن الجوزی وبیّن ان سائر طرقه موضوعة۔ ۱۲

جواب۔ اِس حدیث کی تصحیح منجملہ حفّاظ اعلام یحییٰ بن معین نے کی ہے جن کے مآثرِ عالیہ ومفاخرِ غالیہ کو نہ صرف اعاظم محققین اصحابِ رجال نے ذکر کیا ہے بلکہ خود ابنِ تیمیہ بھی اپنی اِسی منہاج السنہ میں اُن کا ذکر کرتے ہیں اور اُن کو از رُوئے صداقت، دیانت وامانت اور جرح وتعدیل کے اعظم النّاس سے شمار کرتے ہیں۔ منہاج کی عبارت یہ ہے:۔

والعلماء بالحدیث اجل هؤلاء واعظم قدرًا واعظمهم صدقا واعلاهم منزلةً واکثرهم دینًا فانهم من اعظم الناس دینًا وامانةً وعلمًا وخبرةً بما یذکرونه من الجرح والتعدیل مثل مالك وشعبه وسفیان بن عُیینه وسفیان الثوری ویحیٰی بن سعید القطّان وعبد الرحمٰن بن مهدی و عبد الله بن المبارك ووکیع بن الجراح والشافعی واحمد بن حنبل واسحاق بن راهویه و یحیٰی

---

[1] حضرت مؤلف کا بعض مسائل میں شیخ ابن تیمیہؒ سے اِختلاف کے باوجُود ان کے لیے دُعائے مغفرت فرمانا کمال انصاف اور اسلامی اخلاق کی نشانی ہے کہ مخالف کی غلط بات کو غلط کہتے ہُوئے اس کی صحیح بات کو صحیح سمجھا۔ وُہی چیز اولیائے کرامؒ کو عُلمائے ظاہر سے مُمتاز کرتی ہے۔ فیضؔ

[2] ناظرین کرام پر واضح ہو کہ اِس باب میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ نے حدیث مدینۃ العلم کو صحیح ثابت فرما کر اُس پر اعتراض کرنے والے عُلما یعنی شیخ ابن تیمیہ وعلّامہ ابن جوزی کے اِعتراضات کو خُود اُن کے کلام سے رد فرمایا ہے اور علمِ اصُولِ حدیث وعلمِ اسماءالرجال کے چند ایسے قواعد ذکر فرمائے ہیں جن سے عُلمائے کرام ہی استفادہ کر سکتے ہیں تاہم دیگر اُردُو فہم حضرات بھی آپ کی اُردُو عبارت سے اصل مقصد کو سمجھ سکتے ہیں۔ اِس لیے ان طویل عربی عبارات کا ترجمہ درج نہیں کیا گیا۔

بن معین و علی ابن المدینی والبخاری ومسلم وابی داؤد وابی زرعة وابی حاتم والنسائی والعجلی وابی احمد بن عدی وابی حاتم البستی وابی الحسن الدارقطنی وامثال هؤلاء خلق کثیر لایحصی عددهم۔ انتھٰی بقدر الحاجة۔

پھر اسی منہاج میں دُوسرے مقام پر یحییٰ بن معین کے متعلق اس طرح لکھتے ہیں :۔

والمعازلی وامثاله قیل له مجرد روایة هؤلاء توجب ثبوت الحدیث باتفاق اهل العلم بالحدیث فان فی کتب هؤلاء من الاکاذیب الموضوعة ما اتفق اهل العلم علی انه کذب موضوع وفیها شئی کثیر یعلم بالادلة الیقینیة السمعیة والعقلیة انها کذب بل فیها ما یعلم بالاضطرار انه کذب والثعلبی وامثاله لایتعمدون الکذب بل فیهم من الصلاح والدین ما منعهم من ذلك لکن ینقلون ما وجدوه فی الکتب ویدونون ما سمعوه ولیس لاحدهم من الخبرة بالاسانید ما لائمة الحدیث کشعبة ویحیی بن سعید القطان وعبدالرحمٰن بن مهدی واحمد بن حنبل وعلی ابن المدینی ویحیی بن معین واسحاق بن راهویه ومحمد بن یحیی الذهلی والبخاری ومسلم وابی داؤد والنسائی وابی حاتم وابی زرعة الرازیین وابی عبدالله بن منده والدارقطنی وعبدالغنی بن سعید وامثال هؤلاء من ائمة الحدیث ونقاده وحکامه وحفاظه الذین لهم خبرة ومعرفة تامة باقوال النبی صلی الله علیه وسلم واحوال من نقل العلم والحدیث عن النبی صلی الله علیه وسلم من الصحابة والتابعین وتابعیهم ومن بعد هؤلاء من نقلة العلم وقد صنفوا الکتب الکثیرة فی معرفة الرجال الذین نقلوا الآثار واسمائهم وذکروا اخبارهم واخبار من اخذوا عنه ومن اخذ عنهم مثل کتاب العلل واسماء الرجال عن یحیی بن سعید القطان وعلی بن المدینی واحمد بن حنبل ویحیی بن معین والبخاری ومسلم وابی زرعة وابی حاتم والنسائی والترمذی وابی احمد بن عدی وابی حاتم بن حبان وابی الفتح الازدی والدارقطنی وغیرهم۔

اِس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ ابن تیمیہ کے نزدیک یحییٰ بن معین منجملہ ائمہ حدیث و نقاد و حکام و حفاظ و اہل خبرہ و مہارت بفنِ اسماء الرجال و صاحب تصنیف در معرفت رجال کے ہے۔

پھر اسی منہاج السُّنہ میں یحییٰ بن معین اور اُس جلیسوں کی مدح میں نہایت مبالغہ سے کام لیا گیا ہے اور لکھتے ہیں کہ :۔

من اراد ان یعرف فضائلهم ومنازلهم عند النبی صلی الله علیه وسلم فلیتدبر الاحادیث الصحیحة التی صححها اهل العلم بالحدیث الذین کملت خبرتهم بحال النبی صلی الله علیه وسلم ومحبتهم له وصدقهم فی التبلیغ عنه وصار هواهم تبعا لما جاء به فلیس لهم غرض الا معرفة ما قاله وتمییزه عما یخلط بذلك من کذب الکاذبین وغلط الغالطین کاصحاب الحدیث مثل البخاری ومسلم والاسماعیلی والبرقانی وابی نعیم والدارقطنی ثم مثل صحیح ابن خزیمه وابن منده وابی حاتم البستی ثم الحاکم وما صححه ائمة اهل الحدیث الذین هم اجل من هؤلاء او مثلهم من المتقدمین والمتاخرین مثل مالك ابن انس وشعبه بن الحجاج ویحیی بن سعید وعبدالرحمٰن بن مهدی وعبدالله بن المبارك واحمد بن حنبل ویحیی بن معین وعلی بن المدینی وابی حاتم وابی زرعه الرازیین وخلائق لایحصی عددهم الا الله فاذا تدبر العاقل الاحادیث الصحیحة الثابتة عند هؤلاء وامثالهم عرف الصدق من الکذب فان هؤلاء من اکمل الناس معرفةً بذلك

واشدهم رغبةً فی التمییز بین الصدق والکذب واعظمهم ذباً عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فهم المهاجرون الی سنته وحدیثه والانصار لهم فی الدین یقصدون ضبط ما قاله وتبلیغه للناس وینفون عنه ما کذب به الکذبون وغلط فیه الغلطون ومن شرکهم فی علمهم علم ما قالوه وعلم بعض قدرهم والا فلیسلم القوس الی باریها کما یسلم الی الاطباء طبهم والی النحاة نحوهم والی الفقهاء فقههم والی الحُسّاب حسابهم والی اهل العلم بالاوقات علمهم۔

اس عبارت میں لفظ(صحیح ابن خزیمہ) اور (ما صححہ ائمۃ الحدیث) مُناسب سیاق نہیں۔ اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ ابن تیمیہ طالبان تمیز فیما بین صحیح و موضُوع کو ارشاد فرماتے ہیں کہ حدیث وضعی اور صحیح میں فرق کرنے کے لیے یحییٰ بن معین و امثالش کی طرف رجُوع کرنا چاہیئے۔ لہذا ہم حسب اِرشاد ابن جوزی اِس مسئلہ میں یحییٰ بن معین و امثالش کی طرف رجُوع کرتے ہیں۔ علامہ ابُو الحجاج صاحب تہذیب الکمال ابُو الصلت عبدالسلام بن صالح الھروی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :۔

قال القاسم بن عبدالرحمٰن الانباری حدثنا ابو الصلت الهروی قال حدثنا ابو معاویه عن الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس قال قال رسُول الله صلی الله علیه وسلم انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد العلم فلیأت بابه قال القاسم سالت یحیی ابن معین عن هذا الحدیث فقال صحیح قال ابوبکر بن ثابت الحافظ اراد انه صحیح من حدیث ابی معاویه ولیس بباطل اذ قد رواه غیر واحد عنه۔

علامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں :۔

قال القاسم بن عبدالرحمٰن الانباری سالت یحیی بن معین عن حدیث حدثنا به ابو الصلت عن ابی معاویه عن الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعاً انا مدینة العلم وعلی بابها الحدیث فقال هو صحیح قال الخطیب اراد به صحیح عن ابی معاویه اذ قد رواه غیر واحد عنه۔

علامہ سیُوطی جمع الجوامع میں اِس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں :۔

وروی الخط (ای الخطیب) فی تاریخه عن یحیی بن معین انه سئل عن حدیث ابن عباس فقال هو صحیح۔

عبدالرؤف مناوی فیض القدیر میں اِس حدیث شریف کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

ورواه الخطیب فی التاریخ باللفظ المذکور من حدیث ابی معاویه عن الاعمش عن مجاهد عن ابن عبّاس ثم قال قال القاسم سالت یحیی ابن معین عنه فقال هو صحیح قال الخطیب قلت اراد انه صحیح من حدیث ابی معاویه ولیس بباطل اذ قد رواه غیر واحد۔

روضہ ندیہ میں علامہ محمد ابن اسماعیل امیر صنعانی لکھتے ہیں :۔

وروی الخطیب فی تاریخه عن یحیی ابن معین انه سئل عن حدیث ابن عباس وقال هو صحیح۔

اور قاضی شوکانی نے فوائد مجموعہ میں درجواب قدح اِس حدیث کے لکھا ہے :۔

واجیب عن ذلك بان محمد ابن جعفر البغدادی الفیدی قد وثقه یحیی ابن معین وان ابا الصلت الهروی قد وثقه ابن معین والحاکم وقد سئل یحیی عن هذا الحدیث فقال صحیح۔

اِن عبارات سے ظاہر ہے کہ حدیث مدینۃ العلم کی تصحیح یحییٰ ابن معین اور دُوسروں نے کر دی ہے خطیب نے طریق خاص

سے اِس کو نقل کیا ہے۔ اور علامہ سیوطی و محمد بن اسماعیل وشوکانی نے مطلقاً یحییٰ ابن معین کی توثیق و بیان مدائح جو کہ اعلام اہل سنت نے اپنے اپنے مدوّنات میں ذکر کیا ہے۔ اگر لکھا جاتے تو موجب طوالت و ملال ناظرین ہوگا۔ لہٰذا ابن تیمیہ ہی کی توثیق مذکور القصد پر اکتفا کرتے ہیں۔

قصہ مختصر اہل سنت کے ہاں اِس حدیث شریف کے رواۃ اصحاب کرام میں سے یہ ہیں۔ (۱) خود جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ (۲) امام حسنؓ (۳) امام حسینؓ (۴) عبداللہ ابن عباس (۵) جابرؓ بن عبداللہ انصاری (۶) عبداللہؓ بن مسعود (۷) حذیفہؓ بن الیمان (۸) عبداللہؓ بن عمر (۹) انسؓ ابن مالک (۱۰) عمرؓو بن العاص۔

۱۔ اِس حدیث شریف کو بروایت علی کرم اللہ وجہہٗ اٹھتیس مشائخ نے ذکر کیا ہے جن میں احمد بن حنبل، ترمذی، حاکم، سبط ابن الجوزی، جلال الدین سیوطی و ابن حجر مکی رحمہم اللہ بھی ہیں۔

۲۔ سیدنا امام حسن علیہ السلام کی حدیث کو سلیمان بن ابراہیم بلخی نے ابی سعید بختری سے نقل کیا ہے۔

۳۔ سیدنا امام حسین علیہ السلام والی حدیث کو ابن مردویہ و ابن بشران و ابن المغازلی و عاصمی و ابن النجار و سلیمان بن ابراہیم بلخی نے ذکر کیا ہے۔

۴۔ عبداللہ بن عباسؓ والی حدیث کو یحییٰ ابن معین وغیرہ مشائخ محدثین نے جن کا عدد تقریباً چالیس تک پہنچتا ہے اور جس میں علاوہ یحییٰ ابن معین کے حاکم اور علامہ سیوطی و ابن حجر عسقلانی بھی ہیں ذکر کیا ہے۔

۵۔ جابرؓ بن عبداللہ کی حدیث کو تینتیس اعلام محدثین نے ذکر کیا ہے جن میں عبدالرزاق صنعانی و ابوبکر بزار و حاکم نیشاپوری و ابن حجر عسقلانی و علامہ سیوطی بھی ہیں۔

۶۔ عبداللہؓ ابن مسعود والی حدیث کو سید علی ہمدانی و سلیمان ابن ابراہیم بلخی نے نقلاً و اثباتاً ذکر کیا ہے۔

۷۔ حذیفہؓ ابن الیمان والی حدیث کو سلیمان ابن ابراہیم بلخی نے ابن المغازلی سے نقل کیا ہے۔

۸۔ عبداللہؓ ابن عمر والی حدیث کو ابوالقسم طبرانی و حاکم نیشاپوری و ابن حجر مکی وغیرہم بہتوں نے نقل کیا ہے۔

۹۔ انسؓ والی حدیث کو سید علی ہمدانی و سلیمان ابن ابراہیم بلخی نے نقلاً و اثباتاً ذکر کیا ہے۔

۱۰۔ عمرؓو ابن العاص والی حدیث کو ابوالموید اخطب خوارزمی نے ثابت کیا ہے۔

اِس حدیث شریف کے متعلق پہلے زمانہ میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ لہٰذا علامہ جمال الدین زرندی اپنی کتاب نظم الدرر میں اِس حدیث شریف کے متعلق لکھتے ہیں۔ فضیلۃ اخری اعترف بھا الاصحاب وابتھجوا وسلکوا طریق الوفاق وانتھجوا۔ ایسا ہی سید شہاب الدین احمد نے بھی توضیح الدلائل میں تصریح فرمائی ہے۔ اور تابعین میں سے چودہ تابعین نے اِس حدیث کو روایت کیا ہے جن میں سیدنا سید الساجدین زین العابدین علی ابن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام اور سیدنا باقر العلوم محمد بن علی ابن الحسین ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام بھی ہیں۔ غرض اِس حدیث کو اکابر محدثین نے جن کا عدد تقریباً ایک سو چالیس تک پہنچتا ہے اور جو سنہ ۳۰ ہجری سے لے کر سنہ ۱۳۰۰ ہجری تک گزرے ہیں، ذکر کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ حسب اقرار خود بعد تصحیح یحییٰ ابن معین اِس حدیث شریف کی صحت کا انکار نہیں کر سکتے۔ ایسا ہی احمد بن حنبل کے متعلق علاوہ تعدیل و تحمید مذکورہ بالا مندرجہ عبارت منقولہ منہاج السنۃ اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں :- والناس فی مصنفاتھم منھم من لایروی عمن یعلم انہ یکذب مثل مالک وشعبہ ویحیی بن سعید وعبدالرحمان بن

مھدی واحمد بن حنبل فان ھؤلاء لایروون عن شخص لیس بثقۃ عندھم ولایروون حدیثا یعلمون انہ عن کذاب ولایروون احادیث الکذابین الذین یوفون بتعمد الکذاب۔

اِس عبارت سے بھی مثل عبارات مسطورہ بالا ثابت ہوا کہ ابن تیمیہ کے نزدیک احمد بن حنبل غیر ثقہ سے روایت نہیں کرتے۔ لہٰذا بعد روایت احمد بن حنبل انہیں اِس حدیث کی صحت کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ پھر وہ اِسی حدیث کو مرویات ترمذی مسلّم شدہ (چنانچہ اسی اعتراض میں وان رواہ الترمذی) لکھنے کے بعد اُسے موضوعات سے شمار کرتے ہیں۔ حال آنکہ ترمذی کی توثیق و توصیف عبارات منقولہ بالا میں فرما چکے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ترمذی ارکان ستہ علم حدیث سے ایک رکن ہیں۔ باوجود روایت ترمذی پھر اِس حدیث کو موضوع کہنا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ اسی منہاج السنۃ میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں " والجواب من وجوہ احدھا ان یقال ھذا الحدیث من النص الذی یروونہ فی امامۃ علی فان ھذا معروف فی کتب اھل الحدیث المعتمدۃ رواہ ابوداؤد فی سننہ والامام احمد فی مسندہ والترمذی فی جامعہ واما النص علی علی فلیس فی شیٔ من کتب اھل الحدیث "۔ جب ترمذی کی مرویات کو آپ ایسا معتمد قرار دیتے ہیں تو پھر حدیث مدینۃ العلم کو بھی موثوق بہ ماننا چاہیئے۔

ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ ابن الجوزی نے اِس حدیث کو بطرقہٖ موضوعات سے لکھا ہے بعد تسلیم اِس امر کے کہ اِس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے خود بحسب تصریح ابن الجوزی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ ابن الجوزی اپنی کتاب الموضوعات کے شروع میں لکھتا ہے کہ جو حدیث صحاح ستہ میں موجود ہو وہ واجب التسلیم ہے اُس میں نظر و فکر کی کوئی حاجت نہیں۔ البتہ وہ حدیث جو صحاح ستہ سے خارج ہو اُس میں غور کرنا چاہیئے۔ اگر احادیث صحاح ستہ میں اُس کے لیے کوئی نظیر ہے تو وہ بھی قابل تسلیم ہوگی۔ کتاب الموضوعات لابن الجوزی کی عبارت یہ ہے۔ فمتی رأیت حدیثا خارجا عن دواوین الاسلام کالموطا ومسند احمد والصحیحین وسنن ابی داؤد والترمذی ونحوھا فانظر فیہ فان کان لہ نظیر فی الصحاح والحسان فرتب امرہ وان ارتبت بہ فرأیتہ یباین الاصول فتامل رجال اسنادہ واعتبر احوالھم من کتابنا المسمی بالضعفاء والمتروکین فانک تعرف وجہ القدح۔

اِس سے معلوم ہوا کہ حدیث مدینۃ العلم بوجہ اِس کے کہ مرویات ترمذی و احمد حنبل وغیرہما سے ہے لہٰذا ابن الجوزی کا اُسے (انہ من الموضوعات) کہنا خود اُس کی اپنی تصریح و واجب العرض کے خلاف ٹھہرا۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ ابن الجوزی نے سائر طرق اِس حدیث کے نہیں لکھے۔ پھر ابن تیمیہ کا یہ قول (وذکرہ ابن الجوزی وبین ان سائر طرقہ موضوعۃ) کیسے صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔

(ii) علامہ ابن الجوزی

اکابر علماء عظّام و افاضل کملاء کرام اہل سنت نے لکھ دیا ہے کہ ابن الجوزی اور اُس کی کتاب الموضوعات دونو قابل اعتبار نہیں۔ ابن الاثیر جزری تاریخ کامل میں بحث وقائع ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔ وفی ھذہ السنۃ فی شھر رمضان توفی ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی الحنبلی الواعظ ببغداد وتصانیفہ مشھورۃ وکان کثیر الوقیعۃ فی الناس لاسیما فی العلماء المخالفین لمذھبہ والموافقین لہ وکان مولدہ سنۃ عشر وخمس مائۃ۔ ایسا ہی ابوالفداء الولی

مختصر فی اخبار البشر میں ابن الجوزی کے متعلق وکان کثیرالوقیعۃ فی الناس فرماتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ع

نہ دُشمن پرست از زبانش نہ دوست

ابن اثیر تاریخ کامل میں بمقام حوادث ۵۶۳ھ عبدالکریم سمعانی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ ان کے مشائخ چار ہزار سے زیادہ تھے۔ وقد ذکرہ ابوالفرج ابن الجوزی فقطعہ یعنی ابن الجوزی نے اپنے حسبِ عادت اُن کی تقطیع و توہین کی ہے۔ فمن جملۃ قولہ فیہ انہ کان یأخذ الشیخ ببغداد ویعبر بہ الی فوق نہر عیسٰی فیقول حدثنی فلان بما وراء النہر یعنی عبدالکریم سمعانی اپنے بغدادی شیخ کے حق میں بھی ناحق حدثنی فلاں بماوراء النہر کہہ دیتے تھے اس کے بعد ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتا ہے کہ فی الواقع اُنھوں نے ماوراء النہر کے سفروں میں اکثر مشائخ سے اس حدیث کو سُنا تھا۔ ابن الجوزی کی عادت ہے کہ بوجہ تعصب مذہبی حنابلہ کے سوا کسی اَور کو ہدفِ تنقید بنائے بغیر نہیں چھوڑتا۔

ایسا ہی ابُوالفدا بھی مختصر فی اخبار البشر میں بمقام بیان وقائع ۵۶۲ھ بترجمہ عبدالکریم سمعانی ابن الجوزی کا تعاقب مع اظہار اس کے کہ وُہ ایسے تعاقبات کا عادی تھا ذکر کرتے ہیں۔

ابُومحمد عبدُاللہ بن اسعد یافعی مرآۃ الجنان میں لکھتے ہیں کہ ۵۹۵ھ میں ابن الجوزی واسط کے قیدخانہ سے پانچ (۵) سال کے بعد نکالا گیا تھا۔ اور اس ذلت و رُسوائی کا باعث اُس کا انکار تھا اہل اللہ و مشائخ عصر پر، بالخصُوص علی قطب الاولیاء و تاج المفاخر الذی خضعت لقدمہ رقاب الاکابر الشیخ محی الدین عبدالقادر قدس اللہ روحہ ونور ضریحہ وانکار ابن الجوزی علیہ وعلی غیرہ من الشیوخ اہل المعارف والنور من جملۃ الخذلان وتلبیس الشیطان والغرور۔

شیخ عبدُالحق دہلوی اسماء الرّجال مشکوٰۃ میں ابن الجوزی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں وان حلف فی کتابہ ھذا ان غرضہ اظہار السنۃ یعنی اگرچہ ابن الجوزی کا اپنی کتاب کے بارہ میں حلفی بیان ہے کہ اس کو میں نے بغرض اظہارِ سُنّت و ردِّ بدعت لکھا ہے۔ ولکن مجاوزۃ الحد فی الرّد والتشنیع یدل علیٰ خلاف ذلک۔ مگر ردّ و قدح میں حد سے متجاوز ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ابن الجوزی اپنے بیان مذکُور میں سچّا نہیں۔

علّامہ ذہبی میزان الاعتدال میں ابن الجوزی کی کتاب کے متعلق لکھتے ہیں۔ قلت بل ھو ثقۃ حجۃ ناھیک بان احمد بن حنبل ذکرہ فقال کان ثبتاً فی کل المشائخ وقال ابن معین والنسائی ثقۃ یعنی وُہ ابان بن یزید عطار ثقہ ہے جس کے ثبُوت کے لیے احمدؒ بن حنبل کا کہنا کہ کان ثبتا فی کل المشائخ اور ایسا ہی ابن معین اور نسائی کا اس کو ثقات سے شمار کرنا کافی شاہد ہے۔

وقد اوردہ ایضاً العلامۃ ابوالفرج ابن الجوزی فی الضعفاء ولم یذکر فیہ اقوال من وثقہ وھذا من عیوب کتابہ یورد الجرح ویسکت عن التوثیق یعنی ابان بن یزید العطار کو جس کی توثیق اُوپر گزر چکی ہے ابن الجوزی نے ضعفاء سے شمار کیا ہے۔ اور اس کے متعلق کسی کی توثیق کا ذکر نہیں کیا۔ اور یہ ایک عیب ہے منجملہ اُس کی کتاب کے عیُوب کے کہ بدی سے یاد کرتا ہے اور کسی کا ذکرِ خیر نہیں کرتا۔

اَور نیز علّامہ ذہبی تذکرۃ الحفّاظ میں لکھتے ہیں۔ قرأت بخط الموقانی ان ابن الجوزی شرب البلاذر فسقطت لحیتہ فکانت قصیرۃ جداً وکان یخضبہا بالسواد وکان کثیر الغلط فیما یصنفہ فانہ کان یفرغ من الکتاب ولا یعتبرہ

لہ اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ علّامہ ابنِ جوزی سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے۔ لہٰذا وُہ حضرات جو ابن جوزی کے دیگر اقوال (باقی بر صفحہ آئندہ)

قلت لہ وھم کثیر فی توالیفہ جس کا مطلب یہ ہے کہ ابن الجوزی کی ریش بوجہ استعمال بلاوہ کے گر گئی تھی اَور نہایت چھوٹی رہ گئی تھی جسے سیاہ خضاب لگاتا تھا۔ اَور ابن الجوزی اپنی تصنیفات میں کثیر الغلط اَور سیّئ الحفظ اَور وہمی تھا۔

ابن حجر عسقلانی ثمامہ بن اشرس بصری کے ترجمہ کے متعلق لسان المیزان میں لکھتے ہیں کہ وذکر ابومنصور بن طاھر التمیمی (ودلت ھذہ القصۃ علی ان ابن الجوزی حاطب لیل لاینتقد مایحدث بہ) جس کا مطلب یہ ہے کہ ابن الجوزی صحیح و غیر صحیح میں فرق نہیں کرتا۔

علّامہ ذہبی تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں۔ لایوصف ابن الجوزی بالحفظ عندنا۔ ابن صلاح اپنی کتاب علوم الحدیث میں لکھتے ہیں۔ ولقد اکثر الذی جمع فی ھذا العصر الموضوعات فی نحو مجلدین فودع فیہا کثیراً مما لادلیل علی وضعہ یعنی جن احادیث کے موضُوع ہونے کا کوئی ثبُوت نہیں اُن کو ابن الجوزی نے موضُوعات میں رکھ دیا ہے۔

ایسا ہی محمد بن ابراہیم بن سعداللہ بن جماعۃ الکنانی اپنی کتاب "المنہل الروی فی علم اصُول الحدیث للنّبی" میں لکھتے ہیں :-

وصنف الشیخ ابوالفرج بن الجوزی کتابہ فی الموضوعات فذکر کثیراً من الضعیف الذی لادلیل علی وضعہ ایسا ہی طیبی کاشف بھی شرح مشکوٰۃ اَور مختصر خلاصہ میں لکھتے ہیں۔ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی الباعث الحثیث میں لکھتے ہیں۔ وقد صنف الشیخ ابوالفرج بن الجوزی کتاباً حافلاً فی الموضوعات غیر انہ ادخل فیہ مالیس منہ واخرج منہ ما کان یلزمہ ذکرہ فسقط علیہ ولم یھتد الیہ۔ یعنی ابن الجوزی نے اپنی کتاب الموضُوعات میں صحاح کو موضُوعات میں رکھ دیا ہے۔ زین الدین عراقی الفیۃ الحدیث کے شعر ذیل کی شرح میں لکھتے ہیں ؎

واکثر الجامع فیہ اذ خرج   لمطلق الضعف عنی اباالفرج

قال ابن الصلاح ولقد اکثر الذی جمع فی ھذا العصر الموضوعات   الخ

ابن حجر فتح البـاری میں بعد اثبات حدیث سدّ الابواب الا باب علیؓ و تردید قدح ابن الجوزی لکھتے ہیں واخطأ فی ذلک خطاءً فحشاً فانہ سلک رد الاحادیث الصحیحۃ بتوھم المعارضۃ مع ان الجمع بین القصتین ممکن۔ یعنی ابن الجوزی نے تردیدِ احادیثِ صحیحہ میں اعلیٰ درجہ کی خطا کی ہے۔ اَور نیز ابن حجر القول المسدد میں ابن الجوزی کے متعلق بمبحث حدیثِ سدّ ابواب لکھتے ہیں۔ وھذا اقدام علی رد الاحادیث الصحیحۃ بمجرد التوھم ولا ینبغی الاقدام علی الحکم بالوضع الا عند عدم امکان الجمع ولا یلزم من تعذر الجمع فی الحال انہ لایمکن بعد ذلک لان فوق کل ذی علم علیم الخ علّامہ سخاوی نے فتح المغیث میں لکھا ہے۔ بل ربما ادرج فیہ الحسن والصحیح مما ھو فی احد الصحیحین فضلاً عن غیرھما الخ یعنی ابنِ جوزی بُخاری اَور مُسلم کے حسان و صحاح کو بھی موضُوعات سے شمار کر دیتا ہے۔ اَور نیز سخاوی فتح المغیث کے دُوسرے مقام پر لکھتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ابن الجوزی کی کتاب کی تہذیب مع الحاق مافاتہ کے کرتا تو البتّہ اچھّا ہوتا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کو بطور سند پیش کرتے ہیں اُنھیں سیاہ خضاب استعمال کرنے والوں کے خلاف فتویٰ دیتے وقت ذرا غور کرنا چاہیئے کہ کہیں ان کے پیشوا ابن جوزی اُن کے فتویٰ کی زد میں نہ آ جائیں۔ آخر وُہ بھی ایک بہت بڑے محدّث ہونے کے مدّعی تھے۔ اور سیاہ خضاب کے متعلق روایات ان کی نظر سے ضرور گزُری ہوں گی۔   فیض

علامہ سیُوطی لآلی مصنُوعہ میں لکھتے ہیں حفّاظ حدیث مثل حاکم و ابن حبان وعقیلی وغیرہم کی عادت ہے کہ ایک سندِ خاص کے راوی سے حدیث پر بطلان کا حکم لگادیتے ہیں اور حدیث کا متن اور طرق سے معرُوف ہوا کرتا ہے۔ اور سندِ مخصُوص کے باعث راوی پر جرح کرتے ہیں۔ فیغترابن الجوزی بذلك ويحكو على المتن بالوضع مطلقاً ويوردهٗ فی الموضوعات یعنی بوجہ مذکور ابن الجوزی دھوکہ میں آکر اُس حدیث کو موضُوعات سے شمار کر دیتا ہے۔ ولیس ھٰذا بلائق وقد عاب علیه الناس ذلك اخرھو الحافظ ابن حجر۔ لوگوں نے ابن الجوزی پر اس بات کا الزام لگایا ہے مثلاً حدیث صحیح من اراد اللّٰہ بہ خیرا یفقھہٗ فی الدین کو حاکم نے باسنادِ مظلم عن الحجاج بن یُوسف قال سمعت سمرہ بن جندب رفعه من اراد اللّٰہ بہ خیرا یفقھہٗ فی الدین باطل ٹھرایا ہے مع آنکہ یہی متن دُوسرے طرق سے صحیح ہے۔ ایسی احادیث کو موضُوعات میں ذکر نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ کُتبِ جرح والتعدیل میں جس راوی کی جرح منظُور ہو اُس کے ترجمہ میں مذکُور ہونے کا استحقاق رکھتی ہیں۔

اور نیز علامہ سیُوطی نے لآلی مصنُوعہ میں تحقیق حدیث من قرأ آیۃ الکرسی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ لم یمنعه من دخول الجنة الا ان یموت کے متعلق لکھتے ہیں وقال الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث المشکوٰۃ غفل ابن الجوزی فاوردھذا الحدیث فی الموضوعات الخ یعنی حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن الجوزی نے غفلت سے اس حدیث کو موضُوعات میں ذکر کر دیا ہے اور ذہبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ فقلت من خط السیف احمد بن المجد الحافظ قال صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات الخ یعنی ابن الجوزی واقعی موضُوع کو اپنی کتاب میں موضُوعات سے شمار کرنے کی وجہ سے صواب پر ہے۔ اور واقعی صحیح کو بوجہ کلام النّاس فی رواتہ موضُوعات میں درج کرنے کے باعث خطا پر ہے مثلاً ابی امامہ والی حدیث کہ آیت الکُرسی کے بعد نماز پڑھے جانے کے متعلق بوجہ اس کے کہ راوی اُس کا محمد بن حمیر ہے اور یعقُوب بن سفیان نے اُس کے بارہ میں کہا ہے کہ لیس بالقوی ابن الجوزی نے موضُوعات میں ذکر کر دی ہے حالانکہ محمد بن حمیر سے بُخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور احمد و ابن مُعین نے اُس کی توثیق کی ہے۔ انتہیٰ۔

پھر علامہ سیُوطیؒ لآلی مصنُوعہ میں لکھتے ہیں کہ حفاظ نے ابن الجوزی پر یہ عیب لگایا ہے کہ ایک ہی حدیث کو موضُوعات میں ذکر کرتا ہے۔ اور پھر اُسی کو علل میں لاتا ہے۔ حالانکہ علل میں صرف انہی واہیہ احادیث کے مذکُور ہونے کا استحقاق ہے جن پر موضُوع ہونے کا حکم نہیں لگایا جاتا ہے۔ گویا تناقض ہوا۔ مثلاً حدیث اولکم[1] ورودًا علی الحوض اولکم اسلامًا علی ابن ابی طالب کو علل میں لایا ہے جس سے معلُوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا متن مصنّف کے نزدیک موضُوع نہیں۔ پھر تعجّب ہے کہ اسی کو موضُوعات میں ذکر کرتا ہے۔

لآلی مصنُوعہ سے اور سُنیئے۔ ذکر ابن الجوزی حدیث ان طالت[2] بك مدة اوشك ان تری قوما یغدون فی سخط اللّٰہ ویروحون فی لعنته فی ایدیھم مثل اذناب البقر۔ پھر حسبِ عادت جرح وقدح کرتے ہیں۔ اور علامہ سیُوطی حلف اُٹھا کر فرماتے ہیں کہ لا واللّٰہ ماھو بباطل بل صحیح فی نھایة الصحة اخرجه مسلم فی صحیحه۔ یعنی

---

[1] حوضِ کوثر میں سب سے پہلا وارد ہونے والا اور اسلام لانے والا سب سے پہلا شخص علیؓ ابن ابی طالب ہے۔

[2] اگر تیری عُمر دراز ہُوئی تو اُن لوگوں کو دیکھے گا جن کی صُبح خُدا کی ناراضگی میں اور شام اس کی لعنت میں گزرتی ہے۔ اُن کے ہاتھوں میں گائے کی دُم کی طرح (چابک) ہوں گے۔

بخُدائے عزّوجل کہ یہ حدیث صحیح ہے مُسلم نے اس کو اپنی صحیح میں اخراج کیا ہے۔

اس بحث کے خاتمہ پر لکھتے ہیں کہ وھذا من عجائبه یعنی صحیح حدیث کو جسے مُسلم نے روایت کیا ہے ابن الجوزی کا موضُوعات میں لانا منجملہ عجائب ابن الجوزی کے ہے۔ انتہیٰ۔ اور نیز حدیث صحیح اذا اتاکو کریو قوم[1] فاکرموہ کو ابن الجوزی مرُدود ٹھہراتے ہیں حالانکہ دس صحابہؓ سے اکثر نے اس کو روایت کیا جو بقولے متواتر کہلانے کا استحقاق رکھتی ہے۔ اور اس حدیث کو ابن خزیمہ وطبرانی وبیہقی نے شعب میں جریر کی حدیث سے اور حاکم نے مستدرک میں جابر بن عبدُاللّٰہ سے اور ترمذی نے نوادر الاصُول میں عبدُاللّٰہ بن عُمرؓ سے اخراج کیا ہے۔ اور طبرانی نے اس کو حدیث ابن عبّاسؓ وعبدُاللّٰہ بن حمزہ ومعاذ بن جبل سے اور بزار نے حدیث ابی ہریرہؓ سے اور ابن عدی نے حدیث ابی قتادہؓ سے اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حدیث انسؓ وعدی ابن حاتم وجابرؓ بجلی سے اخراج کیا ہے۔ اور دولابی نے کُنی میں اور ابن عساکر نے حدیث ابی راشد سے اخراج کیا ہے۔ انتہیٰ۔ ابن الجوزی کے ایسے عجائب پر اس مقام میں علامہ سیُوطی کہتے ہیں۔ قلت بل واعجبًا من المؤلف کیف یحتم علی رد الاحادیث الثابتة الخ اور نیز علامہ سیُوطیؒ النکت البدیعات کے صدر میں ابن الجوزی کے تساہل کا کثیر ذکر کرتے ہیں یعنی وُہ احادیث حسان وصحاح بلکہ مُسلم کی صحیح حدیث کو موضُوعات میں لایا ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر، ابن الجوزی اور حاکم کی کتابوں کو بوجہ اسی تساہل کے غیر نافع قرار دیتے ہیں۔ مستدرک حاکم کا اختصار حافظ ذہبی نے کیا ہے۔ اور بعض حفاظ نے مستدرک سے پُوری ایک سو موضُوعات کو نکالا ہے۔ اور موضوعات ابن الجوزی کا اختصار میں (علامہ سیُوطی) نے کیا ہے۔ اور تین سو احادیث کو میں نے موضُوعات ابن الجوزی سے نکالا ہے جو صحاح تھیں بہ تفصیل ذیل۔ صحیح مُسلم کی ایک حدیث، اور صحیح بُخاری کی روایت حماد بن شاکر مسندِ امام احمد کی اڑتیس حدیثیں۔ اور ابُوداؤد کی نو حدیثیں، اور ترمذی کی تیس، نسائی کی دس اور ابن ماجہ کی تیس اور مستدرک حاکم کی ایک سو تین حدیثیں اور باقی اور کتابوں سے۔

علامہ سیُوطی تدریب الرّاوی میں کتاب الموضُوعات کے بارہ میں لکھتے لکھتے فرماتے ہیں کہ ابن الجوزی کی کتاب الموضُوعات کا ضرر برعکس ہے ضررِ مستدرک حاکم سے۔ یعنی اس سے غیر موضُوع کو موضُوع قرار دیا جائے گا اور مستدرک حاکم سے غیر صحیح کو صحیح، لہٰذا ان دو کتابوں سے بغیر ماہرِ فن کے دُوسرے کو نفع نہیں بلکہ ضرر ہے۔ (محرر سطُور کہتا ہے جیسا کہ ابن تیمیہ نے حدیث صحیح مدینۃ العلوم کو باتباع ابن الجوزی موضُوع کہہ دیا ہے) علامہ سیُوطی نے اپنے اختصار کے متعلق ایک نظم لکھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کن کن صحاح کو ابن الجوزی کی کتاب الموضُوعات سے نکالا گیا ہے۔ وھو ھٰذا[2]

کتاب الاباطیل للمرتضٰی ۔۔۔ ابی الفرج الحافظ المقتدی

تضمن مالیس من شرطه ۔۔۔ لذی البصر الناقد المھتدی

فیه حدیث روٰی مسلو ۔۔۔ وفوق الثلثین عن احمد

وفرد رواہ البخاری فی ۔۔۔ رواته حماد وامسند

وعند سلیمان قل اربع ۔۔۔ وبضع وعشرون فی الترمذی

---

[1] جب تُمھارے پاس کسی قوم کا شریف شخص آئے تو اُس کا احترام کرو۔

[2] ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن جوزی نے اکابر محدّثین جیسے مُسلم و بُخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، ابن حبان وحاکم کی بعض روایات کو موضُوع کہنے کی جُرأت کی حالانکہ وُہ سب احادیثِ صحیحہ ہیں۔

وللنسائی واحد وابن ما — جہ ست عشرۃ ان تعد د
وعند البخاری لا فی الصحیح — وللدارمی الحبر فی المسند
وعند ابن حبان والحاکم — الامام وتلمیذہ الجھبذ
وتعلیق اسندہ واربعون — وخذ مثلھا واستفد وانقد
وقد بان ذالک مجموعہ — واوضحتہ لک کے تھتدی

وثوبتا یالمستدرک
فما جمع العلم فی مفرد

محمد طاہر گجراتی تذکرۃ الموضوعات کے صدر میں لکھتے ہیں۔ وظنی ان اماھو کتاب ابن الجوزی ونحوہ ولعمری انہ قد افرط فی الحکم بالوضع حتی تعقبہ العلماء من افاضل الکاملین فھو ضرر عظیم علی القاصرین المتکاسلین یعنی ابن الجوزی کی کتاب اہل قصور وتکاسل کے لیے نہایت مُضر ہے۔ البتہ ماہر فنِ حدیث مثل علّامہ سیُوطی و ابن صلاح و ابن حجر وغیرہم بوجہ اپنی مہارت کے اِس ضررِ عظیم سے بچ سکتے ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ فنِ حدیث میں اہلِ قصور وتکاسل سے ہے ورنہ اس کو ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات سے مثل قاصرین ومتکاسلین دھوکہ نہ لگتا پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ پنجاب کے وہابی ابن تیمیہ کی مہارت فی فن الحدیث پر کیوں اتراتے ہیں اور نازاں ہوتے ہیں۔ ابن الجوزی اور ابن تیمیہ کو مقبولانِ خُدا کی تحقیر نے اِس خبط تک پہنچایا ہے۔ علّامہ زرقانی نے شرح مواہب میں در ذکر حدیث[1] احیاء الوین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم ابن الجوزی پر رد کیا ہے کہ اُس نے اِس حدیث کو موضُوعات سے لکھا ہے۔ حالانکہ ائمہ وحفاظِ حدیث اِس کو موضُوع نہیں کہتے۔ غایتہ مافی الباب ضعیف لکھتے ہیں۔

دراسات اللبیب میں ہے۔ ولیس الجرح من کل جارح بما یعتنی بہ کجرح ابن الجوزی ورمیہ الحسان بل بعض الصحاح من الاحادیث بالوضع۔ اسی طرح علّامہ محمّد بن اسمٰعیل الامیر الصنعانی اور قاضی شوکانی فوائد مجموعہ کے صدر اور ذیل الاوطار میں اور مولوی احسن الزّمان القول المستحسن اور مولوی صدیق حسن خاں اتحاف النبلاء میں لکھتے ہیں۔

اَب ہم اُن محققین اعلام اہلِ سُنّت کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے ابن الجوزی کے اِس حُکم کو کہ حدیث مدینۃ العلم موضُوعات میں سے ہے مدلّل طور پر باطل کیا ہے۔ حافظ صلاح[1] الدّین۔ بدر الدّین[2] زرکشی۔ مجد الدّین[3] فیروز آبادی۔ شیخ[4] الاسلام ابن حجر عسقلانی۔ علّامہ شمس[5] الدین سخاوی۔ علّامہ جلال الدّین[6] سیُوطی متعدد تصانیف میں۔ علّامہ نور الدّین سمہودی[7]۔ علّامہ ابن عراق[8]۔ علّامہ ابن حجر[9] مکّی۔ علی ابن حسام[10] الدّین متقی۔ محمّد طاہر[11] فتنی۔ ملّا علی[12] قاری۔ علّامہ مناوی[13]۔ علّامہ زرقانی[14]۔ مرزا محمّد[15] بدخشانی۔ محمّد صدر[16] عالم۔ محمّد بن اسمٰعیل الامیر[17] الصنعانی۔ صبّان[18] مصری قاضی ثناء[19] اللہ پانی پتی۔ قاضی شوکانی[20]۔ مرزا حسن[21] علی محدّث۔ ولی اللہ[22] لکھنوی مولوی احسن[23] الزّمان علی ابن سلیمان الدّمنتی۔

لے اِس حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے والدین زندہ کیے گئے اور آپ پر ایمان لائے۔ فیض

(iii) شیخ ابنِ تیمیہ کا حدیثِ مدینۃ العلم پر دُوسرا اعتراض

والکذب یعرف من نفس متنہ فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان مدینۃ العلم ولم یکن لہ الا باب واحد ولم یبلغ عنہ العلم الا واحد فسد امر الاسلام ولھذا اتفق المسلمون علی انہ لا یجوز ان یکون المبلغ عنہ العلم الا واحد ابل یجب ان یکون المبلغون اھل التواتر الذین یحصل العلم بخبرھم للغائب وخبر الواحد لا یفید العلم الا بقرائن وتلک قد تکون منتفیۃ او خفیۃ عن اکثر الناس فلا یحصل لھم العلم بالقران والسنن المتواترۃ واذا قالوا ذلک الواحد معصوم یحصل العلم بخبرہ قیل لھم فلا بد من العلم بعصمتہ اولا وعصمتہ لا یثبت بمجرد خبرہ قبل ان تعلم عصمتہ فانہ دور ولا تثبت بالاجماع فانہ لا اجماع فیھا وعند الامامیۃ انما یکون الاجماع حجۃ لان فیھم الامام المعصوم فیعود الامر الی اثبات عصمتہ بمجرد دعواہ فعلم ان عصمتہ لو کانت حقا لا بد ان تعلم بطریق آخر غیر خبرہ فلو لم یکن لمدینۃ العلم باب الا ھو لم یثبت لا عصمتہ ولا غیر ذلک من امور الدین فعلم ان ھذا الحدیث انما افتراہ زندیق جاھل ظنہ مدحا وھو یطرق الزنادقۃ الی القدح فی دین الاسلام اذ لم یبلغہ الا واحد۔ ثم ان ھذا خلاف المعلوم بالتواتر فان جمیع مدائن الاسلام بلغھم العلم عن الرسول من غیر علی اما اھل المدینۃ ومکۃ فالامر فیھم ظاھر وکذلک الشام والبصرۃ فان ھؤلاء لم یکونوا یروون عن علی الا شیئا قلیلا وانما کان غالب علمہ فی الکوفۃ ومع ھذا فاھل الکوفۃ کانوا تعلموا القران والسنۃ قبل ان یتولی عثمانؓ فضلا عن علیؓ وفقھاء اھل المدینۃ تعلموا الدین فی خلافۃ عمرؓ وتعلیم معاذ بن جبل لاھل الیمن ومقامہ فیھم اکثر من علیؓ ولھذا روی اھل الیمن عن معاذ بن جبل اکثر مما رووا عن علیؓ وشریح وغیرہ من اکابر التابعین انما تفقھوا علی معاذ بن جبل ولما قدم علیؓ الکوفۃ کان شریح فیھا قاضیا وھو وعبیدۃ السلمانی تفقھا علی غیرہ فانتشر علم الاسلام فی المدائن قبل ان یقدم علیؓ الکوفۃ۔ انتھی۔ (منہاج السنۃ لابن تیمیہ)

ترجمہ:- نفسِ مضمُونِ حدیث (انا مدینۃ العلم وعلی بابھا) ہی اِس پر شاہد ہے کہ یہ حدیث وضعی وبناوٹی ہے کیونکہ اِس کے مُطابق (مدینۃ العلم) علم کا دروازہ صرف ایک ہی (علیؓ) ہوا۔ حالانکہ باتفاق مُسلمین ضرُوری اور واجب سمجھا گیا ہے کہ ایک ہی شخص تبلیغِ علم میں ذریعہ ہونا جائز نہیں۔ بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے علم کے پہنچانے والے لوگ اِس قدر بکثرت ہونے چاہئیں کہ غائبین کو ان کے اخبار سے یقین پیدا ہو جو ایک غیر معصُوم شخص کی خبر سے بغیر قرائن کے حاصل نہیں ہو سکتا اور قرائن و علامات کا وجُود کبھی سِرے سے ہوتا ہی نہیں اور کبھی مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے تو ذریعہ حصُول علم کے صرف ایک ہونے کی صُورت میں چاہئیے تھا کہ دینِ اسلام مسدُود اور بند ہی رہتا۔ حالانکہ اسلامی شہروں میں اسلام بغیر علیؓ کے پہنچ گیا تھا۔

اہلِ مدینہ و اہلِ مکّہ کو تو ظاہر ہے کہ بلا واسطہ علیؓ کے پہنچا۔ اَور شامی اَور بصری لوگوں کو بھی بلا وساطتِ علیؓ پہنچا ہے۔ چنانچہ اس پر اُن کا بکثرت غیرِ علیؓ سے روایت کرنا شاہد ہے۔ البتّہ کوفیوں کو آپ سے علم پہنچا ہے مگر یہ نہیں کہ اُن کو بھی صرف آپ ہی سے پہنچا ہو کیونکہ وُہ لوگ قبل از عہدِ مرتضویؓ بلکہ عہدِ عثمانیؓ ہی میں قرآن اَور سُنّت کی تعلیم پا چکے تھے۔ اَور اہلِ مدینہ سے فقہاء لوگ عہدِ فارُوقیؓ میں دین کو حاصل کر چکے تھے اَور اہلِ یمن کو معاذؓ بن جبل کی تعلیم اَور اقامت، علیؓ سے بڑھ کر ہُوئی ہے۔ اِس لیے اُن کی روایت نسبۃً بکثرت معاذؓ سے ہے۔ اکابر تابعین میں سے قاضی شریح وغیرہ نے تعلیم معاذؓ بن جبل ہی سے پائی ہے اور جب علیؓ کوفہ میں آئے ہیں تو شریح قاضی تھا۔ شریح اَور عبیدہ سمانی نے غیرِ علیؓ سے فقاہت حاصل کی تھی معلوم ہوا کہ اسلام کا علم شہروں میں قبل اس کے کہ علیؓ کوفہ میں پہنچے ہیں پھیل گیا تھا۔ اَور اگر کہا جائے کہ ایک شخص کے معصوم و محفوظ از خطا ہونے کی صُورت میں غائب کو یقین حاصل ہو سکتا ہے مثل نبی کے، اَور امامیہ کے ہاں علیؓ بھی معصوم ہیں۔ لہٰذا مضمُون حدیث میں کوئی فساد نہیں تو جواباً ہم کہتے ہیں کہ علیؓ کی عصمت کیا اِسی خبر سے ثابت ٹھہرے گی یا اجماع سے، پہلی صُورت بوجہ لزُوم دور باطل ہے۔ یعنی حدیثِ مدینۃُ العلم کا مفاد (علیؓ کا واسطہ اَور ذریعہ ہونا تبلیغِ اسلام میں) موقوف ٹھہرا عصمتِ علیؓ کے ثبُوت پر، اَور ثبُوتِ عصمت موقوف ہو، اسی خبر اَور حدیث پر، جس کو باعثِ لزومِ تقدمُ الشی علیٰ نفسہٖ باطل مانا گیا ہے۔ رہی دُوسری صُورت سوُہ بھی اس لیے مُفید نہیں ہو سکتی کہ عصمتِ علیؓ پر فی الواقع اجماع نہیں۔ اَور مزید برآں امامیہ کے ہاں چُونکہ اجماع بھی بغیر از معصوم منعقد نہیں ہو سکتا لہٰذا انعدامِ اجماع مدلّل ٹھہرا۔

جواب۔ (۱) ابنِ تیمیہ کی یہی دلیل معاذ اللہ انکارِ نبوّت پر بھی قائم ہو سکتی ہے۔ مثلاً کہا جا سکتا ہے کہ خُداوندِ عالم چُونکہ علیم ہے اور اس کے لیے علمِ شرائع و احکام ثابت۔ اِس علم کو ہر زمانہ میں ایک شخص اس طریق پر نہیں پہنچا سکتا کہ لوگوں کو علمِ یقینی حاصل ہو۔ لہٰذا ہر زمانہ میں متعدد انبیاء کا ہونا ضرُوری ہے۔ ورنہ چاہیئے کہ دینِ الٰہی مسدُود و دُور بند رہے۔ لہٰذا معاذ اللہ ایکیلے نبی کی نبوّت باطل ہے۔

(۲) ابنِ تیمیہ کا یہ قول کہ ذریعۂ علم کا بحدِ تواتر کثیر ہونا اَور عدمِ جواز توحّد یعنی ذریعۂ علم کا ایک ہونا جائز نہیں سراسر باطل ہے۔ سارے اہلِ سُنّت والجماعت باستثناء چند غیر معتبرین کے خبرِ واحد یعنی ایک شخص کی خبر کو واجب العمل جانتے ہیں۔ اَور علماء اصُول اس دعوے پر آیات و احادیث ذکر کرتے ہیں۔ اَور انہی دلائل کے سیاق میں لکھتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اطراف و شہروں میں دینِ اسلام کی اشاعت کے لیے ایک ایک آدمی کا بھیجنا کافی سمجھا ہے۔ کسی طرف اشخاص کثیرہ جن کی کثرت تواتر تک پہنچے نہیں بھیجے۔ اَور نیز عُلماء اصُول اس مقام میں اجماعِ صحابہؓ کو جو ہمیشہ خبرِ واحد کو قبُول فرماتے رہے اور اُن سے جس نے بھی کہا کہ "مَیں نے ایسا سُنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے" وُہ تسلیم کرتے تھے، حجّت سمجھتے ہیں آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ مندرجہ ذیل بھی اِسی اصُول کے حق میں دلیل ہیں۔ پہلی آیت:۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ	اَور جس وقت لیا اللہ نے عہد اہلِ کتاب سے البتّہ بیان کرو گے
لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ۔ (آل عمران: ۱۸۷)	تم اُس کو واسطے لوگوں کے۔

اگر ہر ایک شخص کی خبر حُجّت نہ ہوتی تو بیانِ علم کے ساتھ مامُور کیوں ہوتا۔

دُوسری آیت فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ۔ (توبہ۔۱۲۲) یعنی چاہیئے کہ ہر قوم میں سے بعض لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم کی صُحبت میں رہ کر علمِ دین سیکھیں اَور پچھلوں کو جا کر سکھا دیں۔

اِس آیت کے ضمن کے سلسلہ میں سوال کیا جا سکتا ہے کہ طائفہ چُونکہ جماعت کا نام ہے بدلیل لحوق تاطعوا پھر یہ آیت خبرِ واحد یعنی ایک شخص کی خبر کے واجب العمل ہونے پر کیسے دلیل ہو سکتی ہے۔

اِس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ لفظ طائفہ بنا بر اصح ایک پر بھی بولا جاتا ہے اَور زیادہ پر بھی۔ بدلیل قولہٗ تعالےٰ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (النور۔۲) مُراد طائفہ سے یہاں عام ہے ایک مومن ہو یا زیادہ کما قال قتادہ اَور نیز سببِ نزُول (وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا۔ حجرات: ۹) میں منقول ہے کہ یہ دو انصاری تھے جن میں سے ایک ہی نے آپؐ کے پاس مرافعہ کیا تھا۔

پھر یہ سوال بھی کیا جا سکتا ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ رجُوع کرنے والا پسماندگان کی طرف بعد تعلّمِ علم مامُور بالانذار ہے بدلیلِ قولہ تعالیٰ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ: ۱۲۲) مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سامع مامُور بالقبُول بھی ہو۔ چنانچہ درصُورت ایک شاہد کے کہ باداء شہادت مامُور ہے مع ہذا قبُولِ شہادت تا وقتیکہ نصابِ شہادت تمام نہ ہو اَور عدالت کا اظہار تزکیہ سے نہ کیا جائے واجب نہیں۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ وجُوبِ انذار مُستلزم ہے وجُوبِ قبُول سامع کو۔ وجہ استلزام یہ ہے کہ ترجّی بمعنے حقیقی خُدا تعالیٰ کی جانب سے محال ہے لہٰذا لعلّ سے لازم ترجّی مُراد ہو گا یعنی طلبِ حذر، اَور طلبِ حذر مقتضی ہے وجُوبِ حذر کے لیے، جو وجُوبِ انذار اَور وجُوبِ قبُول سامع کے بغیر متحقّق نہیں ہو سکتا۔ رہی ایک شاہد کی شہادت، سو یہ بوجہ اِس کے کہ مُدّعی کے لیے مُفید نہیں بلکہ بعض اَوقات مُضر پڑتی ہے جیسا کہ شہادتِ زنا قبل از تمام نصابِ شہادت، کہ اِس صُورت میں شاہدِ واحد کو حدِّ قذف لگائی جائے گی، واجب الادا نہیں۔

تیسری آیت۔ فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (النحل: ۴۳) یعنی درصُورتِ بے علمی سوال از اہلِ علم واجب ہے اَور سوال کا وجُوب بغیر از وجُوبِ قبُول کوئی معنی نہیں رکھتا۔

چوتھی آیت۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ۔ (النساء: ۱۳۵) اِس آیت میں قیام بانصاف اَور شہادت للّٰہی کا ارشاد ہے پس اخبار عن الرّسُولؐ (جیسا کہ قال رسُول اللہِ صلی اللہ علیہ وسلّم یا سمعت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم) قیام بالقسط اَور شہادت للّٰہی ہے جس کا وجُوب بجُز اِس کے کہ قبُول اِس کا بھی واجب ہو معنی ندارد) ورنہ شہادت کا واجب ہونا اَور نہ ہونا برابر ہو جائیں گے جو ظاہر البُطلان ہے۔

پانچویں آیت۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى۔ (البقرۃ: ۱۵۹) اِس آیت میں کتمانِ ہدیٰ پر وعید بیان فرمایا گیا ہے جس سے اظہارِ دین کا وجُوب (جیسا کہ اُوپر گزرا) پایا جاتا ہے اَور ظاہر ہے کہ وجُوبِ اظہار و تبلیغ بغیر وجُوبِ قبُول متحقّق نہیں۔

چھٹی آیت۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا۔ (الحجرات: ۶) یہاں فاسق کی خبرِ واحد کو بھی سرے سے مرُدود نامقبُول نہیں سمجھا گیا بلکہ اس پر تحقیق کا ارشاد فرمایا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ خبرِ واحد بھی بالکل باطل نہیں۔ کیونکہ درصُورت علّت ہونے وصف لازم کے، وصف عارض کو علّت بنانا قبیح ہوتا ہے اَور متکلّم کی سفاہت کا کافی ثبُوت۔ مثلاً اگر کوئی کہے مُردہ بوجہ قلم دوات نہ ہونے کے نہیں لکھتا تو سامع کو قبیح معلُوم ہو گا کیونکہ انعدامِ کتابت کی علّت اَور اصلی و کافی سبب جب موت ہے تو پھر انعدامِ دوات و قلم کو علّت بنانا ناجائز ہے۔

احادیث۔ (۱) بَرِیرہؓ کی خبرِ ہدیہ کے بارہ میں حضُورعلیہ السلام نے قبُول فرمائی حالانکہ وُہ ایک خادمہ عورت تھی۔

۲۔ ایساہی سلمانؓ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہر ایک کی خبر قبُول فرمائی تھی۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل از حصُول شرفِ اسلام اُس قوم سے تھے جو ابلق گھوڑوں کی پرستش کرتے تھے۔ پھر اس دین سے ناخوش ہو کر کئی ادیان کی طرف منتقل ہوتے رہتے تھے۔ کسی صَومعہ نشین نے اُن سے کہا شاید تُو دینِ حنیفی کی تلاش میں ہے۔ اَب اُس کا وقت قریب آگیا ہے تُو یثرب (مدینہ) کو چلا جا۔ نبی مبعُوث ہدیہ یعنی پیش کش کھالے گا اَور خیرات نہ کھائے گا اَور اس کے دوشانوں کے مابَین مُہرِ نبوت ہوگی۔ یہ سُن کر آپ مدینہ کو چل دیئے۔ راستہ میں کسی عرب نے اُن کو گرفتار کرکے مدینہ کے یہُودی پر بیچ ڈالا۔ وہاں اپنے آقا کے باغ میں مشقت کیا کرتے تھے۔ تا آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منوّرہ پہنچے۔ حضرت سلمانؓ سُنتے ہی ایک طبق خُرما لے کر حضُور میں حاضر ہُوئے۔ آپؐ نے فرمایا کیا ہے۔ درجواب عرض کیا کہ یہ صدقہ ہے۔ آپؐ نے اصحابؓ کو فرمایا تم لوگ کھاؤ۔ اَور آپؐ نے تناول نہ فرمایا۔ سلمانؓ نے دِل میں کہا کہ یہ ایک علامت ہے منجملہ علاماتِ نبوّت کے۔ پھر دُوسرے دن سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَور خُرما لائے۔ آپؐ نے فرمایا کیا ہے اَے سلمانؓ! جواباً عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے۔ پھر آپؐ نے بھی تناول فرمایا اَور اصحابؓ کو بھی شامل کیا۔ اِس پر سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دِل میں کہا کہ یہ دُوسری علامت ہے نبوّت کی۔ پھر حضرت سلمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے کی طرف ہُوئے۔ آپؐ نے اُن کا مطلب سمجھ لیا لہٰذا اپنی چادر اپنے شانہائے مُبارک سے علیحدہ کر دی اَور سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاتمِ نبوّت کو دیکھ لیا اَور مشرّف باسلام ہُوئے۔

اِس سے ثابت ہُوا کہ آپؐ نے خبرِ واحد یعنی سلمانؓ کی خبر دربارہ صدقہ وہدیہ اگرچہ وُہ عبد تھا (غلام تھا) قبُول فرمائی۔

۳۔ آپؐ نے اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خبر بھی درباب ہدایا قبُول فرمائی تھی۔

۴۔ بادشاہوں کے تحائف وہدایا اُن کے فرستادوں کے ہاتھ آپؐ قبُول فرمالیتے تھے اَور ایساہی اُن کا قول بھی مقبُول ہوتا تھا۔

۵۔ غلام کو اِس قول میں کہ مَیں ماذون ہُوں، سچّا سمجھتے تھے۔

۶۔ ایک اعرابی کی شہادت رؤیتِ ہلال کے متعلق منظُور فرمائی جس نے بیان کیا تھا کہ مَیں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔

۷۔ ولید بن عقبہ کی خبر کو آپؐ نے صحیح مانا اَور بوجہ یہ خبر دینے کے کہ وُہ لوگ مُرتد ہوگئے ہیں اُن پر چڑھائی کی تیاری کی جس پر یہ آیت نازل ہُوئی۔ قولہٗ تعالیٰ: اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ۔ (الآیۃ)

۸۔ اَور آپؐ جاسُوسوں اَور عریفوں کی خبریں جن کو دُشمن کے مُلک میں بھیجا جاتا تھا قبول فرمالیتے تھے۔

۹۔ آپؐ نے افراد یعنی اکیلے اکیلے کو تعلیمِ احکام کے لیے اطراف میں بھیجا۔ کہیں یہ امر ثابت نہیں کہ اتنے کثیر التعداد لوگ آپؐ ارسال فرماتے تھے جن کا عدد تواتر تک پہنچے۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا۔ بعد ازاں معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یمن میں تعلیمِ احکام کے لیے روانہ فرمایا اَور دحیہ کلبیؓ کو خط دے کر قیصر اَور ہرقل کی طرف رُوم میں اَور عتاب بن اسید کو مکّہ کا امیر بنا کر تعلیمِ احکام کے لیے اَور عبدُاللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ خط کسرےٰ کی طرف اَور عمرو بن امیہ ضمیری حبشہ کو اَور عثمان بن ابی العاص کو طائف کی طرف اَور حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس صاحبِ اسکندریہ کے پاس اَور شجاع بن وہب اسدی کو حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف دمشق میں اَور سلیط بن عمرو مری کو ہودہ بن خلیفہ کے پاس یمامہ میں اَور عثمانؓ بن عفان کو اہلِ مکّہ کے پاس حُدیبیہ میں اَور عُمرؓ کو صدقات پر والی بنایا اَور ایساہی قیس بن عاصم و مالک بن نویرہ اَور زبرقان بن بدر

و زیدؓ بن حارثہ اَور عمروؓ بن العاص و عمرو بن حزم و اسامہ بن زید و عبدالرحمٰنؓ بن عوف اَور ابُو عبیدہؓ بن الجراح وغیرہم کو مبعُوث فرمایا۔ جن کا ذِکر مُوجبِ طوالت ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اگر یہ لوگ مع کثیر التعداد رُفقاء کے بھیجے جاتے تو دار ہجرت یعنی مدینہ منوّرہ اصحابؓ کرام سے خالی ہوجاتا۔ اَور باتفاق اہلِ سیرؒ ثابت ہے کہ مبعُوث الیہم اِن کا قول قبُول کرتے تھے اِس سے ظاہر ہوا کہ خبرِ واحد مُوجب للعمل ہے مثل متواتر کے۔

ایساہی صحابہ کرام نے بھی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اخبارِ احاد کے ساتھ اپنے واقعات میں عمل کیا ہے۔ جس کی وجہ سے قبُولِ خبرِ واحد کا مسئلہ اجماعی مانا گیا ہے۔

۱۔ یوم السقیفہ میں حضرت ابُوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت الائمۃ من قریش بغیر کسی انکار کے مقبُول ٹھہری۔

۲۔ ایساہی صدّیقِ اکبرؓ کے قولِ ذیل کی طرف سب نے رجُوع کیا الانبیاء یدفنون حیث یموتون۔

۳۔ ایساہی صدّیقِ اکبرؓ کی روایت نحن معاشر الانبیاء لانورث وماترکناہ صدقۃ مُسلّم ٹھہری۔

۴۔ ایساہی صدّیقِ اکبرؓ کا رجُوع توریثِ جدّہ کے مسئلہ میں مغیرہ اَور محمد بن مُسلمہ کے اِس حدیث کو روایت کرنے پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جدّہ کو سُدس دیا یعنی دادی کو بعض حالات میں چھٹا حصّہ پوتے کی وراثت سے ملتا ہے۔

۵۔ ایساہی حضرت صدّیقؓ کا حضرت بلالؓ کی خبرِ ذیل کو سُن کر اپنے حُکم کا نقض کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیصلہ کے برخلاف صدّیقیؓ حکم ہوا ہے۔

۶۔ ایساہی حضرت عُمرؓ کا رجُوع تفصیل اصابع سے بقول عمرو بن حزم ان فی کل اصبع عشرۃ۔ تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ عُمرؓ اُنگلیوں کی دیت میں یکساں حکم نہیں فرماتے تھے بلکہ بالتفصیل خنصر کے لیے چھ ۶ اُونٹ اَور بنصر کے لیے ۹۔ اَور وسطیٰ وسبابہ کے لیے دس دس اَور ابہام میں پندرہ۔

۷۔ ایساہی عُمرؓ پہلے عورت کو اپنے شوہر کی دیت سے محرُوم الارث سمجھتے تھے۔ بعد ازاں ضحاک بن مزاحم کی روایت ذیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ضحاک کی جانب حکم نامہ بھیجا کہ اشیم ضبابی کی عورت کو اپنے شوہر کی دیت سے وارث کرے، آپؓ نے اپنا طریقہ بدل دیا۔

۸۔ ایساہی مجُوس سے جزیہ لینے میں حضرت عُمرؓ نے عبدُالرحمٰنؓ بن عوف کی روایتِ ذیل پر عمل کیا تھا کہ سنوا بھم سنۃ اھل الکتاب یعنی مجُوس سے اہلِ کتاب کی طرح معاملہ رکھو۔

۹۔ ایساہی حمل بن مالک کی روایت کو حضرت عُمرؓ نے قبُول کیا جو اُس نے کہا۔ کنت بین جاریتین لی یعنی ضرّتین فضربت احداھما الاخریٰ بمسطح فالقت جنینا میتا فقضیٰ فیہ رسول اللہ علیہ وسلّم بغرۃ یعنی میری دو عورتیں تھیں ایک نے دُوسری کو لکڑی سے مارا جس کی وجہ سے اُس کا مرا ہُوا بچّہ پیدا ہُوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اِس میں یہ فیصلہ فرمایا کہ یہ غفلت یا بے خبری کی وجہ سے ہوا۔ حضرت عُمرؓ نے فرمایا۔ اگر ہم یہ روایت نہ سُنتے تو اپنی رائے سے حُکم کرتے۔

۱۰۔ عُثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فریعہ بنتِ مالک کی اِس روایت کو قبُول کیا جو اُس نے کہا۔ جئت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم استاءذنہ بعد وفاۃ زوجی فی موضع العدۃ فقال امکثی حتی ینقضی عدتك ولم ینکر الخروج للاستفتاء فی ان المتوفی عنھا زوجھا تعتد فی منزل الزوج ولا تخرج لیلاً و

لانها اذا وجدت من يقوم بامرها۔

۱۱۔ علیؓ نے مذی کے بارہ میں مقدادؓ کی روایت پر عمل فرمایا کہ فقط وضو لازم ہے غسل نہیں۔

۱۲۔ مسئلہ وجوب الغسل بالتقاء الختانین میں جمہور نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خبر کو واجب العمل سمجھا۔

۱۳۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ربوا کے مسئلہ میں ابوسعید خدری کی خبر پر عمل کیا۔ پہلے آپ نقد میں ربوا نہیں کہتے تھے بغیر نسیہ کے، پھر بوجہ خبر ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقد میں بھی ربوا کے قائل ہوئے۔

۱۴۔ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے حائض کا وطن کو جانا بغیر طوافِ وداع کے جائز نہیں کہتے تھے۔ بعد ازاں ایک عورت کی خبر سے جو اُس نے روایت کی کہ ان الحائض تنفر بلا وداع قائل بجواز ہوئے۔

۱۵۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابوعبیدہ اور ابوطلحہ اور ابی بن کعب کو شراب پلایا کرتا تھا۔ ناگاہ ہم کو ایک شخص نے آکر کہا کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ اس پر ابوطلحہ نے مجھے (انس) کہا کہ اے انس شراب کے برتن کو توڑ دو۔

۱۶۔ اہلِ قبا بیت المقدس کی طرف نماز میں کھڑے تھے کہ ایک شخص نے خبر دی کہ کعبہ کو قبلہ ٹھہرایا گیا ہے۔ پھر اُس خبر کے مطابق عمل کیا۔

۱۷۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (کنا نخابر اربعین سنۃً ولا نری بہ باسًا حتی روی لنا رافع بن خدیج ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن المخابرۃ فانتھینا)

یہاں یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ دعوے یہ تھا کہ خبرِ واحد حجت ہے۔ اس پر اخبار مذکورہ بالا دلائل اور حجج ٹھہرائے گئے حالانکہ ایسی اخبار مذکورہ کا بوجہ اخبار احاد ہونے کے مقبول یا حجت ہونا ثبوت کو نہیں پہنچا۔ لہٰذا استدلال باخبارِ مذکورہ مستلزم دور ہو۔ اور یہ باطل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اخبار مذکورہ گو بوجہ روایت باللفظ ہونے کے اخبار احاد ہیں مگر بلحاظِ معنی متواتر ہیں جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور حاتم کی سخا۔ پس خبرِ واحد کا حجت ہونا اُن اخبار پر موقوف ہوا جو بلحاظِ معنی متواتر ہیں۔

پھر ایک اور سوال بھی بطریقِ معارضہ کیا جا سکتا ہے کہ جیسے تاریخی واقعات خبرِ واحد کے مقبول ہونے پر شاہد ہیں ایسا ہی خبرِ واحد کا مردود ہونا بھی بعض اخبار سے ثابت ہے۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میراثِ جدہ میں مغیرہ کی خبر کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھا تاوقتیکہ محمد بن مسلمہ نے اُس کی تائید نہیں کی۔ ایسا ہی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاطمہ بن قیس کی خبر کو قبول نہیں کیا اور عائشہؓ نے عبداللہ بن عمرؓ کی اس خبر کو کہ (ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ) منظور نہیں فرمایا اور علیؓ نے معقل بن سنان اشجعی کی خبر بروع بنت واشق والے قصہ کے متعلق رد کر دی تھی۔ ان اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ ان صورتوں میں عدمِ قبول بوجہ معارض یا فوات شرط کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ فی ذاتہا اخبارِ احاد حجت نہیں۔ چنانچہ بعض ظواہر کتاب اللہ اور بعض انواعِ قیاس اور بعض شہادات کو قاضی کا رد کرنا اس وجہ سے نہیں کہ ظاہر قرآن کریم اور قیاس اور شہادت مطلقاً حجت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ انکار اسبابِ عارضہ کی وجہ سے ہے۔

(۱۷) خبرِ واحد کے مقبول ہونے پر اجماع

باجماعِ اُمت معاملات میں مثل ھذہ الجاریۃ اھدی الیک فلان وان فلانا وکلنی ببیع ھذہ الجاریۃ

او ببیع ھذا الشیٔ خبرِ واحد مقبول ہوتی ہے بعض معاملات میں کبھی حق اللہ بھی خبرِ واحد پر مترتب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ طہارت یا پانی کی نجاست کے متعلق ایک شخص نے خبر دی۔ الحاصل اگر خبرِ واحد بوجہ شبہ و احتمال قابلِ اعتبار نہ ٹھہرائی جائے تو بہت احکام معطّل رہ جائیں گے۔ لہٰذا عمل میں شبہ ملحوظ نہ ہوگا البتہ علم میں اُس کا لحاظ کیا جائے گا لہٰذا قیاس و شہادت کے طور پر عملی وجوب کے لیے مفید ہوگی البتہ یقین کی منتج نہیں ہو سکتی۔

(۷) خبرِ واحد کے متعلق چار مذاہب

۱۔ اہلِ سنّت کا اجماع خبرِ واحد کی قبولیت اور موجبِ علم ہونے پر ہے جس کو انھوں نے کتاب اللہ و سنّت و اجماع و قیاس سے ثابت کیا ہے۔ دلائل کتاب اللہ و سنّت و اجماع اوپر گذر چکے ہیں۔ اور قیاس یہ ہے کہ خبر فی ذاتہ گو محتمل صدق و کذب ہوتی ہے مگر اُس کا حجت ہونا بوصفِ صدق ہوگا جس کی ترجیح عدالت سے مستفاد ہوگی جیسا کہ مثال کے طور پر کذب کی ترجیح در صورتِ فسق۔ پس وصفِ صدق کے رجحان پر خبرِ واحد واجب العمل ہونی چاہیئے۔ البتہ احتمال سہو و کذب افادۂ یقین سے گرا دے گا جیسا کہ قیاس میں غالب رائے پر۔ اور در صورتِ شہادت حکّام کا حکم صحیح ہوگا حالانکہ بوجہ احتمال سہو و کذب علمِ یقینی نہیں۔ اسی بنا پر کہ خبرِ واحد وجوب عملی کے لیے مفید ہے۔ اخبارِ احاد صحیحہ صحاحِ ستہ کے واجب العمل ہونے پر اجماع ہے۔

سوال :-

عمل چونکہ بغیر از علم بدلیل قولہ تعالیٰ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرائیل: ۳۶) ترجمہ (اُس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمھیں علم نہ ہو) ممکن نہیں لہٰذا خبرِ واحد پر وجوب عملی بھی مترتب نہ ہوگا۔ گو اس آیت میں بوجہ وقوع نکرہ در حیز نفی مطلق علم کی نفی ہے یعنی اُس چیز کا اتباع مت کر جس کا علم کسی قسم کا نہ ہو اور خبرِ واحد ایک گونہ علم ہوتا ہے۔ بدلیل قولہ تعالیٰ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ (ممتحنہ: ۱۰) ترجمہ (اگر تمھیں معلوم ہو کہ مومن ہیں) مگر پھر خبرِ واحد مفیدِ ظن ٹھہری اور ظن کا اتباع حرام ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا (النجم: ۲۸) ترجمہ (اور ظن یقین کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا) لہٰذا خبرِ واحد یا تو وجوب علمی و عملی دونو کے لیے مفید نہ مانی جائے جیسا کہ بعض النّاس کا مذہب ہے یا دونو کے لیے مفید ٹھہرائی چاہیئے یعنی علمِ یقینی خبرِ واحد پر مترتب ہوتا ہے۔ چنانچہ احمد بن حنبل اور اکثر اہلِ حدیث و داؤد ظاہری کا یہی مذہب ہے۔ فرق اتنا ہی ہے کہ احمد بن حنبل علمِ یقینی ضروری کے قائل ہیں اور داؤد ظاہری علمِ یقینی استدلالی کہتا ہے۔

جواب :-

آیت وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اور ایسا ہی دوسری آیت اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ میں نہی اور مذمت اتباعِ ظن سے اُسی صورت میں ہے جہاں علمِ یقینی کا حصول ضروری سمجھا گیا ہے یعنی اصولِ دین میں، مثلاً وحدانیتِ باری تعالیٰ اور اُس کی تنزیہہ کے بارے میں، نہ یہ کہ ظن کا اتباع مطلقاً منہی یا مذموم ہے جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا ہے۔ اور نیز یہاں پر اتباعِ ظن نہیں بلکہ سنّتِ متواترہ اور اجماع کا اتباع ہے جو دلائل قاطعہ ہیں یعنی سنّتِ متواترہ اور اجماع سے ثابت ہو چکا کہ خبرِ واحد

واجبُ العمل ہے۔ اِس تقریر میں خبرِ واحد کے متعلق مذاہب ربعہ بھی معلوم ہو گئے۔ اہلِ سُنّت اور اکثر اہلِ حدیث اور داؤد ظاہری اور بعض النّاس کا مذہب بعض النّاس سے مُردُود لوگ ہیں جو خبرِ واحد کو مُطلقاً وجُوبِ عملی کے لیئے مُفید نہیں مانتے پھر بعض اُن میں سے از رُوئے عقل فادہ وجُوبِ عملی کا انکار کرتے ہیں مثل جبائی و روافض کے، اور بعض بدلیل سمعی یعنی ہر دو آیت مذکورہ کی وجہ سے۔ اُن کے استدلال کا جواب اہلِ سُنّت کی جانب سے اُوپر لکھ چکا ہُوں شیخ ابنِ تیمیہ نے معلوم نہیں اس مقام پر اپنا حنبلی مذہب چھوڑ کر روافض کا مذہب کون سی مجبُوری اور ضرُورت کے تحت اختیار کیا ہے اگر کہا جائے کہ چُونکہ منہاجُ السنّت میں رافضی کو جواب دے رہے ہیں۔ لہٰذا ممکن ہے کہ الزامی جواب ہو تو گزارش ہے کہ آپ بطریقِ تحقیق جواب لکھ رہے ہیں نہ بطرزِ الزام چُنانچہ اسی جواب میں واحد کو غیر معصُوم ٹھہرایا گیا ہے ورنہ یہ جواب ہی ہباءً منثورا ہو جاتا ہے۔ پھر تعجّب بر تعجب اس سے پیدا ہوتا ہے کہ خبرِ واحد کے غیر مقبُول ہونے کو اجماعی[1] لکھتے ہیں۔ گر صرف بعض النّاس کا مذہب لے کر خبرِ واحد کو نامقبُول کہتے تو بھی ایک بات تھی۔ حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ ایک مردُود مذہب کو جو کتاب اللہ و سُنّت و اجماع و قیاس کے برخلاف ہے اجماعی قرار دیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ قبُولِ خبرِ واحد ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے اثبات کے لیے اہلِ سُنّت نے مستقل رسالے اور تالیفات لکھے ہیں چُنانچہ نووی شرحِ مُسلم میں کہتے ہیں۔ وقد تظاهرت دلائل النصوص الشرعية والحجج العقلية على وجوب العمل بخبر الواحد وقد قرر العلماء فى كتب الفقه والاصول ذلك بدلائله واوضحوه اوضح ايضاح وصنف جماعات من اهل الحديث وغيرهم مصنفات منكثرات مستقلات فى خبر الواحد و وجوب العمل به

اَب دُوسرے جُملہ کی طرف متوجّہ ہوتا ہُوں جو شیخ ابنِ تیمیہ نے اسی جواب میں لکھا ہے (وخبر الواحد لا يفيد العلم الّا بقرائن وتلك قد تكون منتفية او خفية عن اكثر الناس فلا يحصل لهم العلم بالقرآن والسنن المتواترة) اگر کہا جائے کہ شیخ ابنِ تیمیہ کا مطلب عبارت متعلّقہ تردیدِ متنِ حدیث سے یہ نہیں کہ خبرِ واحد درجۂ قبُولیّت سے ساقط ہے اور وجُوبِ عملی کے لیئے مُفید نہیں بلکہ مقصُود یہ ہے کہ علمِ یقینی خبرِ متواتر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا پس عبارت ذیل میں علم سے مُراد علمِ شرعی یعنی یقینی ہے نہ تصدیقِ منطقی یعنی مُطلق اعتقادِ جازم جو شامل ہے ظنّ کو بھی۔ قرآنِ کریم کا محاورہ ہے کہ علم بمقابلہ ظنّ بولا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ۔ عبارتِ منہاج یہ ہے۔ فلهذا اتفق المسلمون على انه لا يجوز ان يكون المبلغ عنه العلم الا واحدًا بل يجب ان يكون المبلغون اهل التواتر الذين يحصل العلم بخبرهم للغائب چنانچہ بعد اس کے فلا يحصل لهم العلم بالقرآن والسنن المتواترة میں تخصیصِ قرآن و سُننِ متواترہ ارادہ مذکُورہ پر کافی شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن و سُننِ متواترہ کا علم خبرِ واحد سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ ان کے لیے بکثرت مبلّغین چاہئیں۔ لہٰذا صرف ایک ہی علی کرم اللہ وجہہ کا علمِ رسُولؐ کے لیے مبلّغ ٹھہرانا ایسا امر ہے جس سے کارخانۂ اسلام بالکُلّیہ فاسد ہو جاتا ہے پس قول ابنِ تیمیہ (فسد امر الاسلام) صحیح اور بجا ہے تو درجواب اس کے کہا جاتا ہے کہ منہاج السنّۃ کی ساری عبارت منقولہ پر جو صدر بحث میں بتمامہا نقل کی گئی ہے۔ اگر غور کو کام میں لایا جائے تو علم سے مُراد مسائلِ شرعیہ یا مُطلق اعتقاد ہے جیسے جُملہ فان جميع مدائن الاسلام

[1] اگر کہا جائے کہ ابنِ تیمیہ نے خبرِ واحد کے غیر معقُول ہونے کو اجماعی نہیں کہا بلکہ عدمِ فادۂ علم کو اجماعی قرار دیا ہے۔ چنانچہ عبارت ولهذا اتفق المسلمون على انه لا يجوز ان يكون المبلغ عنه العلم الا واحدًا سے واضح ہے تو جواباً کہتا ہُوں کہ المبلغ عنه العلم سے مُراد وُہی علم ہے جو حدیث مدينة العلم میں مذکُور ہے اور اُس سے مُراد احکامِ شرعیہ و مسائل نہیں۔ فتدبرمنہ

بلغهم العلم عن الرسول من غير علىٍّ فان هؤلاء لم يكونوا يروون عن علىٍّ الا شيئًا قليلًا وانما كان غالب علمه فى الكوفة وغيرها سے ہر ایک ذو بصیرت سمجھ سکتا ہے۔ بہرکیف شیخ ابنِ تیمیہ کے ہر دو اعتراض کا جواب یہ ہُوا کہ حدیث مدينة العلم صحیح ہے موضُوع نہیں چنانچہ مفصّل گزر چکا ہے۔ اور متنِ حدیث میں علم سے مُراد خاص علم ہے یعنی علمِ اسرار۔ مطلب یہ ہے کہ میں علمِ اسرار کا شہر ہُوں، اور علیؓ اُس شہر کا دروازہ ہے بغیر از وساطتِ علیؓ کوئی علمِ اسرار کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اگر در مدينة العلم سے عام علم لیا جاتے ظاہری ہو یا باطنی تو بالخصُوص علی کرم اللہ وجہہٗ کا دروازہ ہونا اس لحاظ سے نہیں کہ اور کسی صحابی کو اصلاً علم نہ تھا بلکہ اس کو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسا کہ کوئی اُستاد اپنے لائق، ممتاز، اعلیٰ درجہ کے ذہین طالب علم کی نسبت کہے کہ میرا علم کماحقّہٗ اور پُورے طور پر اسی شخص کو پہنچے گا جس نے بوساطت میرے فلاں طالب کے حاصل کیا۔ گو اور میرے شاگرد بھی اس شاگرد کی طرح مجھ ہی سے مستفید ہیں مگر فلاں چُونکہ فہمِ سخن اور ادا و بیانِ مسائل میں ممتازانہ طرز رکھتا ہے۔ اور بوجہ کمال اتحاد فیما بین اُس کو اعلیٰ درجہ کا ملکہ پیدا ہو گیا ہے جس کے سبب سے ہر ایک قِسم کے مشکل و معضل مسائل کے پیش آنے پر اُن کی پُوری پُوری تشریح و حل پر قادر ہو گا۔ لہٰذا میرے علم کا ذریعہ اور واسطہ ہونا اُسی کا حق ہے۔ دُوسرے شاگردوں کو بھی حلِّ مشکلات و معضلات میں اُسی کی طرف رجُوع کرنا چاہیئے اور ظاہر ہے کہ بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مشکل مسئلہ کے پیش آنے پر شیخین وغیرہما بھی آپ ہی سے امداد لیتے تھے۔ رضی اللہ عنہم۔ جیسا کہ حضرت عُمرؓ کے فرمان لولا علىّ لهلك عُمر" اور قضيةٌ ولا ابا حسنٍ لها مشہُورہ تمثیلات سے ہیں آپؓ کی علمیت اور فضیلتِ علمی پر احادیثِ صحیحہ جو اہلِ سُنّت عُلماء کرام کی تصنیفات میں باسناد مذکُور ہیں اسی حدیث مدينة العلم کی تائید کرتی ہیں (اقضاكم علىٌّ) علىٌّ بابُ[1] علمى مُبيّنٌ لامتى ما اُرسلت به من بعدى۔ بعد فتحِ خیبر انت باب علمى کا ارشاد ہُوا ایسا ہی آپؓ کے حق میں عيبةُ[2] علمى و بابى الذى اوتى منه اور نیز هذا اوّلُ[3] من آمن بى واوّل من يصافحنى يوم القيامة ایسا ہی علىٌّ بابُ[4] حطة من دخل فيه كان مؤمنًا ومن خرج منه كان كافرًا۔ ایسا ہی يا على انت[5] حجّة الله وانت باب الله اور علىٌّ منى وانا منه ولا يؤدى عنى الا انا او علىٌّ شیخ ابنِ تیمیہ کا یہ قول کہ فان جميع مدائن الاسلام بلغهم العلم عن الرسول من غير علىٍّ بالکل غلط اور خلافِ واقع ہے۔ کیونکہ اسلام کے شہروں میں سے مدینہ طیّبہ (و مکّہ معظّمہ) کا حال تو ظاہر ہے کہ آپ نے مدینہ طیّبہ میں اپنی عُمر کا زیادہ حصّہ بسر کیا ہے اور اعاظمِ اصحاب مثل شیخین وغیرہما رضی اللہ عنہم ہر مشکل اور معضل امر میں آپ سے مُستفید ہُوا کرتے تھے۔ چُنانچہ علامہ نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں وسوال كبار الصحابة له ورجوعهم الى فتاواه واقواله فى المواطن الكثيرة والمسائل المعضلات مشهور یعنی کابر اصحاب کا استفادہ اور مشکلات میں حل طلبی مشہُور امر ہے۔ ایسا ہی ابن روزبہان سے منقُول ہے۔ رجوع الصحابة اليه فى الفتوى غير بعيد لانه كان من مفتى الصحابة والرجوع الى المفتى من شان المستفتين وان رجوع عمر اليه كرجوع الائمة وولاة العدل الى علماء الائمة۔ علامہ محبّی ذخیرۃ المآل میں لکھتے ہیں۔ ولم يكن يسأل منهم واحدًا وكلهم يسأله مسترشدًا وما ذلك الا لخمود نار السوال تحت نور الاطلاع۔ یعنی علی کرم اللہ وجہہٗ کسی سے کسی مسئلہ کی دریافت نہیں فرماتے تھے اور سب

[1] علیؓ میرے علم کا دروازہ اور میری اُمّت تک وُہ چیز پہنچانے والا ہے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا۔ [2] میرے علم کا برتن اور دروازہ ہے۔ [3] وُہ پہلا مومن ہے اور پہلا شخص ہے جو بہشت میں مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ [4] علیؓ وُہ بابِ حطّہ ہیں جو اس میں داخل ہُوا مومن ہُوا جو خارج ہُوا کافر۔ [5] اے علیؓ تُو خُدا کی حُجّت ہے۔

صحابہ کرامؓ آپ سے مستفید ہوتے تھے جس کی وجہ سوا اس کے اَور کچھ نہ تھی کہ روشنیٔ اطلاع کے نیچے سوال اَور دریافت کرنے کی آگ مدھم ہو گئی تھی۔ مکہ معظمہ میں آپ ابتداءِ عمر سے ہجرت تک تشریف فرما تھے۔ اَور ہجرت کے بعد بھی کئی مرتبہ آپ مکہ معظمہ میں تشریف فرما ہُوتے ہیں۔ پھر کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ اہل مکہ کو آپ کا علم نہیں پہنچا اَور نیز عبدُاللہ بن عباسؓ جن کو شرفِ تلمذ و شاگردی علی کرم اللہ وجہہٗ کا حاصل ہے عرصۂ دراز تک مکہ میں مقیم ہو کر اشاعتِ علم فرماتے رہے۔ چنانچہ علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں بترجمہ ابن عباس لکھتے ہیں:

الاعمش عن ابی وائل قال استعمل علیٌّ ابن عباس علی الحج فخطب یومئذ خطبةً لو سمعها الترك والروم لاسلموا ثم قرأ علیهم سورة النور فجعل یفسرها یعنی علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خاص شاگرد عبدُاللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایام حج میں عامل بنا کر بھیجا۔ ابن عباسؓ نے وہاں پر ایسا پُر تاثیر و پُر بلاغت خطبہ پڑھا کہ کُفارِ تُرک اَور رُوم بھی اُس کو سُنتے تو ضرور اسلام قبول کر لیتے۔ پھر سُورۂ نُور کی تفسیر بیان فرماتے رہے۔ طبقات میں محمد سعد بن منیع البصری کہتے ہیں (اخبرنا محمد بن عمر حدثنی واقد بن ابی یاسر عن طلحة بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی بکر عن ابیه عن عائشة انها نظرت الی ابن عباس ومعه الخلق لیالی الحج وهو یُسئل عن المناسك فقالت هو اعلم من بقی بالمناسك) یعنی اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبدُاللہ بن عباسؓ کے بارہ میں فرمایا اس حالت میں کہ ایام حج میں لوگ عبدُاللہ بن عباسؓ سے مناسک حج دریافت کر رہے تھے کہ باقی ماندہ اصحاب میں سے وُہ مناسک کا علم زیادہ رکھتا ہے۔ ایسا ہی ابُو محمد یُوسف بن عبدُاللہ نمری قرطبی استیعاب میں لکھتے ہیں۔ روینا ان عبد اللہ بن صفوان مر یومًا بدار عبد اللہ بن عباس بمکة فرای فیها جماعة من طالبی الفقه ومر بدار عبید اللہ بن عباس فرای فیها جمعًا یتناولون الطعام فدخل علی ابن الزبیر فقال له اصبحت واللہ کما قال الشاعر ؎

فان تصبك من الایام قارعة لم یبك منك علی دنیا ولا دین

قال وما ذاك یا اعرج فقال هذان ابنا عباس احدهما یفقه الناس والآخر یطعم الناس فما ابقیا لك مکرمة الی آخر القصة یعنی عبدُاللہ بن صفوان ایک روز مکہ میں عبدُاللہ بن عباسؓ اور عبیدُاللہ بن عباسؓ کے مکانوں کے پاس سے گزرا۔ کیا دیکھتا ہے کہ عبدُاللہ بن عباسؓ طلباء کو علمِ دین پڑھا رہا ہے اَور دُوسرا بھائی عبیدُاللہ لوگوں کو کھانا کھلا رہا ہے اس کے بعد وُہ عبدُاللہ بن زبیرؓ والیٔ مکہ کے پاس جا کر کہنے لگا کہ قسم بخدا تمہارا حال تو ایسا ہی ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

اگر زمانہ سے تجھے کوئی حادثہ پہنچے تو تُو اِس قابل نہیں
کہ تجھ پر دُنیا کے لحاظ سے رویا جائے یا دین کی وجہ سے

اس پر عبدُاللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ اے لنگڑے کیا بات ہے۔ عبدُاللہ بن صفوان نے کہا عباس کا ایک بیٹا علمِ دین پڑھانے کی وجہ سے فیاض ہو رہا ہے اَور دُوسرا لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ پھر تمہارے لیے اُنھوں نے خصائل حمیدہ و کمالات سے کیا چھوڑا اَور تُو کس کام کا ہُوا۔ والیٔ مکہ نے عبدُاللہ بن مطیع سے کہا کہ عباس کے دونوں بیٹوں سے جا کر کہہ دو کہ امیر المومنین (عبدُاللہ بن زبیرؓ) کہتے ہیں کہ تم دونوں معہ اپنے طلباء و متعلقین اہل عراق کے مکہ سے نکل جاؤ۔ والا فعلت وفعلت ورنہ میں ایسا کروں گا اَور ایسا۔ عبدُاللہ بن عباسؓ نے جواباً لکھ کر بھیجا کہ ہمارے پاس یا علم کا طالب آتا ہے یا فضل یعنی جُود کا خواہاں۔ بغیر ان کے اَور کوئی نہیں آتا تو ان میں سے کس کو روکے گا۔ ابُوالطفیل واثلہ کنانی جو منجملہ مستفیدین کے تھا کہنے لگا ؎

لا در در اللیالی کیف یضحکن منها خطوب اعاجیب وتبکینا

ومثل ما یحدث الایام من غیر فی ابن الزبیر من الدنیا تسلینا
کنا نجی ابن عباس فیفتینا فقهًا ویکسبنا اجرًا ویهدینا
ولا یزال عبید اللہ مترعةً جفانه مطعمًا ضیفًا ومسکینا
فالبر والدین والدنیا بدارهما ننال منها الذی نبغی اذا شئنا
ان النبی هو النور الذی کشطت به عمایات ماضینا وباقینا
ورهطه عصمةٌ فی دیننا ولهم فضل علینا وحق واجب فینا
ففیم تمنعنا منهم وتمنعهم منا وتوذیهم فینا وتوذینا
ولست فاعلوه رحمًا ولا نسبًا یا ابن الزبیر ولا اولی به دینا

لن یوتی اللہ انسانا ببغضهم
فی الدین خیرا ولا فی الامر تمکینا

ان اشعار کا مختصر مطلب یہ ہے کہ حضرت عبدُاللہ وحضرت عبیدُاللہ فرزندان عباس رضی اللہ عنہم دینی اَور دُنیاوی فوائد کے لحاظ سے مرجع خلائق ہیں اور یہی شان خاندانِ نبوّت کی ہے جن کی مثال دُوسروں میں مشکل ملتی ہے۔ عبدُاللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی مکہ معظمہ میں فیاضی اَور تعلیمِ دینی پر تاریخ شہادت دیتی ہے تعجب یہ ہے کہ ابن تیمیہ خود اہل مکہ کو بوجہ شرفِ تلمذ ابن عباسؓ تفسیرِ قُرآنی میں سب سے بڑھ کر عالم مانتے ہیں چُنانچہ علامہ سیُوطی اتقان میں کہتے ہیں۔ قال ابن تیمیه اعلم الناس بالتفسیر اهل مکة لانهم اصحاب ابن عباس رضی اللہ عنهما کمجاهد وعطا ابن ابی رباح وعکرمة مولی بن عباس وسعید بن جبیر وطاؤس وغیرهم۔

اَب شام کا حال سُنیئے۔ شام کے عالم بروایت اکابر عُلماء اہل سُنّت، ابُوالدرداءؓ تھے جو عبدُاللہ بن مسعودؓ کے شاگرد ہیں اَور وُہ تلمیذ و فیض یافتہ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہیں چُنانچہ علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں بترجمہ ابُودرداء لکھتے ہیں۔ وکان عالم اهل الشام ومقری اهل دمشق وفقیههم وقاضیهم اَور اخطب خوارزمی کتاب المناقب میں کہتے ہیں۔ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنه العلماء ثلثة رجل بالشام یعنی نفسه ورجل بالکوفة یعنی عبد اللہ بن مسعود ورجل بالمدینة یعنی علیًا فالذی بالشام یسأل الذی بالکوفة والذی بالکوفة یسأل الذی بالمدینة والذی بالمدینة لا یسئل احدًا ابُودرداءؓ فرماتے ہیں کہ عالم تین ہیں۔ ایک تو شام میں یعنی خُود ابُودرداء، اور دُوسرا کُوفہ میں یعنی عبدُاللہ بن مسعود اَور تیسرا مدینہ میں یعنی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ شامی عندالحاجت کُوفی سے پُوچھتا ہے اَور کُوفی مدنی سے اَور مدنی (یعنی سیّدنا علیؓ) کسی سے نہیں پُوچھتا۔ اَور محب طبری ریاض نضرہ میں لکھتا ہے۔ عن ابی الزعراء عن عبد اللہ قال علماء الارض ثلثة عالم بالشام وعالم بالحجاز وعالم بالعراق فاما عالم اهل الشام فهو ابو درداءؓ واما عالم اهل الحجاز فعلیؓ بن ابی طالب واما عالم اهل العراق فاخ لکم وعالم اهل الشام وعالم اهل العراق یحتاجان الی عالم اهل الحجاز وعالم اهل الحجاز لا یحتاج الیهما اخرجه الحضرمی۔

اور بصرہ کے متعلق تاریخ دان پر مخفی نہیں کہ سیّدنا علیؓ بنفسِ نفیس خود بصرہ میں تشریف فرما ہُوئے اَور اپنے بے نظیر مواعظ و خُطب سے لوگوں کو بہرہ یاب و مُستفید فرمایا جیسا کہ تاریخ طبری وغیرہ میں مذکور ہے۔ اَور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے اپنے

عہدِ خلافت میں بصرہ کی حکومت اپنے خاص شاگرد یعنی عبدُ اللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا فرمائی تھی اور اہلِ بصرہ وقتاً فوقتاً فیضیاب ہوتے رہے۔ پھر کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ سیّدنا علیؓ کا علم بصرہ میں نہیں پہنچا تھا۔ اسد الغابہ میں بترجمہ ابن عبّاسؓ مذکور ہے۔ واستعمله علیؓ بن ابی طالب علی البصرة فبقی علیها امیرًا ثم فارقها قبل ان یقتل علیؓ بن ابی طالب وعاد الی الحجاز وشهد مع علیؓ صفین وکان احد الامراء یعنی آپ نے ابن عبّاسؓ کو بصرہ کا امیر بنایا تھا پھر وُہ قبل از شہادت علیؓ ابن ابی طالب حجاز کو لوٹ آئے۔ وُہ جنگِ صفین میں بھی سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کے ساتھ منصبِ امارت پر تھے۔

ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں۔ وذکر خلیفة ان علیًا ولاه البصرة وکان علی المیسرة یوم صفین واستخلف اباالاسود علی الصلوٰة وزیادًا علی الخراج وکان استکتبهٗ فلم یزل ابن عباسؓ علی البصرة حتی قتل علی فاستخلف علی البصرة عبد الله بن الحارث ومضی الی الحجاز۔ علّامہ ذہبی تذکرۃ الحفّاظ میں بترجمہ ابن عبّاسؓ لکھتے ہیں۔ المدائنی عن نعیم بن حفص قال ابو بکرة قدم ابن عباس علینا البصرة ومافی العرب مثله جسمًا وعلمًا وبیانًا وجمالًا وکمالًا۔ طبقات میں ہے۔ اخبرنا عبد الله بن جعفر الرقی نا معتمر بن سلیمان عن ابیه عن الحسن قال اوّل من عرّف بالبصرة عبد الله بن عباس قال وکان متبحرًا کثیر العلم قال فقراء سورة البقره ففسرها آیةً آیةً یعنی حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ بصرہ میں سب سے اوّل ابنِ عبّاسؓ نے لوگوں کو دین کا شناسا کیا ہے۔ اور ابنِ عبّاسؓ علم کے بکثرت پہچاننے والے تھے۔ ابنِ حجر نے اصابہ میں کہا ہے۔ واخرج الزبیر بسند له ان ابن عباس کان یُعشی الناس فی رمضان وهو امیر البصرة فما ینقضی الشهر حتی یفقههم۔ ان روایاتِ منقولہ بالا سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ شیخ ابن تیمیہ کا یہ قول کہ "مکّہ اور مدینہ اور بصرہ و شام میں علم غیرِ علیؓ سے پہنچا تھا اور علیؓ کا علم کوفہ تک محدود تھا وُہ بھی قلیل" کس قدر خلافِ واقع اور مخالف اپنے تصریحات کے ہے سب اہلِ سُنّت مثل ابن حجر وغیرہ اس پر متفق ہیں کہ علمِ مرتضویؓ کے بیان سے عبارات قاصر ہیں کیوں نہ ہو۔ وُہ علیؓ ہی تھے جو کوفہ کے منبر پر سلونی قبل ان تفقدونی الخ فرماتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ اَے لوگو! میرے انتقال سے پہلے جس امر کی دریافت کرنی چاہو کر لو میرے اندر بہت علم ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا لُعاب ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے یہ علم عطا کیا ہے میری طرف وحی نہیں آیا۔ قسم بخُدا اگر مجھے ایک مسند پر بٹھا کر دریافت کیا جائے تو اہلِ تورات کو تورات اور اہلِ انجیل کو انجیل کے مُطابق فتویٰ دُوں۔ اگر اللہ تعالیٰ تورات اور انجیل کو گویا کرے تو وُہ کہیں کہ علیؓ نے سچ کہا ہے اور تم کو مُطابق اُس کے دیا ہے کہ جو کچھ تم میں اُتارا گیا ہے۔ (وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (سورہ بقرۃ - ۴۴) حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پس کیوں نہیں جانتے۔)

وُہ علیؓ ہی ہیں جنھوں نے اپنے سینۂ مُبارک کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ اس جگہ (سینہ) میں بہت علُوم ہیں۔ کاش کہ میں ان کے لینے والا کوئی پاتا۔ اور اگر میں چاہُوں تو سُورۃ فاتحہ کی تفسیر اتنی بڑی لکھُوں جس کو ستّر (۷۰) اُونٹ اُٹھائیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ساری دُنیا آپ کے علم کو سیکھتی تو بھی ختم ہونے میں نہ آتا۔ آپ کے علم کی بکثرت اشاعت مدینہ منوّرہ میں ہُوئی ہے کیونکہ خُلفائے ثلٰثہ اور باقی اصحابؓ کا ہر مشکل میں آپ کی طرف رجُوع ہوتا تھا۔ اور اپنے اعلیٰ درجہ کے شاگردوں کی تعلیم مثل حضرت سلمانؓ و ابُوذرؓ ومقدادؓ و عمّارؓ وغیرہم اور اپنے قریبی رشتہ داروں مثل عبدُ اللہؓ بن عبّاس اور قرۃ العینین لرسُولؐ الثقلین وجگر پارۂ بتُول زہرا سیّدۃ النسآ وسُرورِ جانِ مُرتضویؓ سیّدنا حسنؓ وسیّدنا حُسینؓ کو افاضہ وعلُومِ اسرار کی تعلیم بوجہ فراغت مدینہ منوّرہ ہی میں ہوئی تھی۔ کوفہ میں تو آپ ناکثین و قاسطین و مارقین کے قتال میں بکثرت مصرُوف رہے۔ پھر نہ معلُوم ابن تیمیہ نے وانما کان غالب علمه فی الکوفة کس بنا

پر لکھ دیا اور اس پر بھی اکتفا نہیں کی بلکہ یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اہلِ کُوفہ نے بھی علمِ قرآن وسُنّت، خلافتِ مُرتضویؓ بلکہ عُثمانیؓ سے پہلے حاصل کیا ہوا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ کُوفہ میں مُسلمانوں کا قیام ۱۷ھ میں ہوا ہے۔ اور خلیفۂ ثانیؓ کا انتقال ۲۳ھ میں۔ تو کیا اس چھ سال کے قلیل عرصہ میں کتاب وسُنّت کا علم اس قدر حاصل ہو گیا تھا کہ سیّدنا علیؓ جیسے بحرِ بے کنار سے بھی مستغنی ہو گئے جیسا کہ شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ ومع هذا فاهل الکوفة کانوا تعلموا القرآن والسنة من قبل ان یتولی عثمانؓ فضلا عن علیؓ۔ بلکہ بروایاتِ ثقاتِ اہلِ سُنّت ثابت ہے کہ عہدِ فارُوقیؓ میں کُوفیوں کی تعلیم کے لیے خلیفۂ ثانیؓ نے عمّارؓ بن یاسر اور عبدُ اللہؓ بن مسعُود کو بھیجا تھا۔ جو سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کے شاگرد تھے۔ چُنانچہ اس پر روایاتِ ذیل شاہد ہیں۔

طبقات میں ہے۔ اخبرنا عفان بن مسلم وموسیٰ بن اسمٰعیل قال نا وهیب عن داؤد عن عامر ان مهاجر عبد الله بن مسعود کان بحمص فحلاه عمر الی الکوفة وکتب الیهم انی والله الذی لا اله الا هو آثرتکم به علی نفسی فخذ وامنه۔

ایسا ہی طبقات میں بترجمہ حضرت عمّارؓ اور استیعاب میں بترجمہ ابنِ مسعُودؓ وبترجمہ عمّارؓ اور اسد الغابہ میں بترجمہ ابنِ مسعُودؓ و عمّارؓ اور تذکرۃ الحفّاظ میں بترجمہ ابنِ مسعُودؓ اور اصابہ میں بترجمہ عبدُ اللہ بن مسعُودؓ و عمّارؓ مذکُور ہے یعنی حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کُوفیوں کو لکھتے ہیں کہ قسم بخُدا جس کے سوا اور کوئی معبُود نہیں کہ میں نے تم لوگوں کو اپنی جان پر پسند کر لیا ہے۔ اگرچہ مجھ کو بھی عبدُ اللہ بن مسعُودؓ کی دارُ الخلافہ کے واقعات میں حاجت وضرُورت تھی مگر میں نے اُس کو تمھاری طرف بھیج دیا ہے پس تم اُس سے علم سیکھو۔ سُبحان اللہ کیا شانِ مُرتضویؓ ہے کہ خلیفۂ ثانیؓ جیسے عظیمُ الشّان صحابی بھی علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد کی طرف اپنے فیصلہ جات میں ملتجی ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ کا یہ قول کہ اہلِ یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تعلیم واقامت نسبت مُرتضوی تعلیم واقامت کے زیادہ رہی۔ کما قال وتعلیم معاذ بن جبل لاهل الیمن ومقامه فیهم اکثر من علی ولهذا اروی اهل یمن عن معاذ بن جبل اکثر مما رواه عن علی اگر سب پہلو سے مان بھی لیا جائے تو بھی اُن کے مُفیدِ مطلب نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے یمن میں پہلے جناب خالدؓ بن ولید کو بغرضِ دعوتِ اسلام بھیجا تھا جس پر عرصہ چھ ماہ تک کوئی شخص مشرّف باسلام نہ ہوا بعد ازاں سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ بھیجے گئے اور ایسا مُفید ثابت ہوا کہ بغیر جدال وقتال قبیلہ ہمدان کے سارے لوگ ایک ہی دن میں مُسلمان ہو گئے۔ اس خبر کے سُننے پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سجدۂ شُکر بجا لائے اور پاک زبانِ حق ترجمان سے دو دفعہ ارشاد ہوا کہ السّلام علی ہمدان۔ اس سے موازنہ کیا جاسکتا ہے کہ مُرتضویؓ تعلیم بہ نسبت دیگر تعلیمات کے کیا اثر وافاضہ رکھتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ فیما بین تعلیم ایک اعلیٰ درجہ کے محقّق فصیح بلیغ کے اور ایک معمُولی عالم کے بڑا فرق ہوتا ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اصحابؓ کرام کو اتنے احکام وشرائع کی تعلیم فرمائی جس کا عشرِ عشیر بھی نُوح علیہ السّلام اپنے اس قدر دراز عرصہ میں اپنی اُمّت کو نہ پہنچا سکے۔ اپنے خُطبات میں سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ نے صاف فرما دیا ہے "لایقاس بآل محمّد صلی الله علیه وسلّم من هذه الامة احدٌ الخ یعنی آلِ پاک محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم سے کسی کو مُساوات نہیں۔ پھر شیخ ابن تیمیہ کا قول "وشریح وغیره من اکابر التابعین انما تفقهوا علی معاذ بن جبل" یعنی اکابر تابعین میں سے شریح وغیرہ نے علمِ دین کی تعلیم معاذؓ بن جبل سے پائی تھی کس قدر بے بُنیاد ہے۔ اکابر تابعین کو چھوڑیے۔ پہلے قاضی شریح کا حال سُنیے۔ علّامہ نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں۔ ادرك النبی صلی الله علیه وسلّم ولم یلقه وقیل لقیه والمشهور الاوّل قال یحییٰ بن معین کان فی زمن النبی صلی الله علیه وسلّم ولم یسمع منه روی عن عمر بن الخطاب وعلی وابن مسعود وزید بن حارثه وعبد الرحمٰن بن ابی بکر و

عروۃ البارقی رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں بترجمہ شریح اور ایسا ہی صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی خلاصہ تہذیب میں اور ایسا ہی ابن حبان کتاب الثقات میں یہ سب ثقات اسی طرح لکھتے ہیں۔ یعنی شریح حارث کا بیٹا قائف شاعر قاضی تھا خلیفہ ثانیؓ سے روایت کرتا ہے ۷۸ھ یا ۸۷ھ میں اُس کی وفات ہے۔ ایک سو دس یا ایک سو بیس سال اُس کی عمر تھی۔ ۷۵ سال عہدہ قضا پر رہا جن سے ابن زبیر کے فتنہ والے تین سال مستثنٰے کرتے ہیں۔ علاوہ روایت از خلیفہ ثانی علی و ابن مسعود و زید بن ثابتؓ عبدالرحمٰن بن ابی بکر و عروہ بارقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت رکھتا ہے۔ معاذ سے شریح کی روایت کا کوئی ذکر نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ شریح سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے بلا واسطہ اور بالواسطہ بھی شاگرد ہیں۔

البتہ ایک مجہول اور ضعیف روایت بصیغہ یقال ابن حجر نے اصابہ میں لکھی ہے۔ (وقال ابن المدینی ولی قضاء الکوفۃ ثلاثا و خمیس و نزل البصرۃ سبع سنین ویقال انہ تعلم من معاذ کان بالیمین) اور غالباً یہی ضعیف قول بنیاد ہے ابن تیمیہ کے قول کی بگر دیگر اکابر تابعین کا استفادہ معاذؓ بن جبل سے جیسا کہ ابن تیمیہ کہتے ہیں سراسر باطل اور بے اصل ہے۔ اس کا ثبوت کسی قول قوی یا ضعیف سے مطلقاً نہیں پایا گیا۔ اور نیز ابن تیمیہ کا قول ذیل (ولما قدم علی الکوفۃ کان شریح فیھا قاضیًا) مُفید مدعی اُس کے نہیں کیونکہ اُوپر بتصریح ثقات، شریح کا استفادہ بالواسطہ اور بلا واسطہ علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت ہو چکا ہے شریح کا یہ استفادہ آپ سے مدینہ منورہ میں ہوا تھا اور محتمل کہ یمن میں بھی ہوا ہو۔ اور پھر در ایّام اقامت کوفہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے شریح کا مستغنی ہونا قرین قیاس نہیں۔ یہ سب بے اصل باتیں بہ انکار از حدیث مدینۃ العلم لکھی گئی ہیں جب خُلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کا رجُوع ہر مشکل میں علی کرم اللہ وجہہ کی طرف ثابت ہے تو قاضی شریح کا استغنا کیا معنی رکھتا ہے۔ بعد اس کے ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ "وھو و عبیدۃ السلمانی تفقھا علی غیرہ" یعنی قاضی شریح اور عبیدہ سلمانی دونو نے بغیر علی کرم اللہ وجہہ کے کسی اور سے علم حاصل کیا ہے۔ غیر علی سے مُراد اگر حضرت معاذؓ ہیں تو شریح کا استفادہ معاذؓ سے پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچا پا گیا جیسا کہ اُوپر مفصل گزر چکا ہے۔ اور غیر سے مُراد اگر کوئی اور اشخاص ہیں، بغیر معاذؓ کے، تو منجملہ اُن اشخاص کے سیدنا علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ بھی ہیں کما مر پھر بھی ابن تیمیہ کا مطلب بر آمد نہ ہوا۔ رہا عبیدہ سلمانی، سو اکابر عُلمائے فن نے تصریح کر دی ہے کہ عبیدہ سلمانی علی کرم اللہ وجہہ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب سے تھا چنانچہ سلمانی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں "والمشھور بھذہ النسبۃ عبیدۃ بن عمرو السلمانی وقال علی بن المدینی وھو عبیدۃ بن قیس بن مسلم السلمانی ھو من اصحاب علیؓ و ابن مسعودؓ حدیثہ مخرج فی الصحیحین۔ وقیل ھو عبیدۃ بن قیس بن عمر المرادی الھمدانی ویکنی ابا مسلم ویقال ابا عمرو اسلم قبل وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسنتین وسمع عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب وعبد اللہ بن الزبیر و نزل الکوفۃ فروی عنہ عامر الشعبی و ابراھیم النخعی و ابو حصین والنعمان بن قیس ومحمد بن سیرین وسعید بن ابی ھند وغیرھم وقال محمد بن سیرین سألت عبیدۃ عن تفسیر آیۃٍ من کتاب اللہ عزوجل فقال علیك بالسداد فقد ذھب الذین یعلمون فیما نزل القرآن قال قال ھشام وکان عبیدۃ قد صلی قبل وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بسنتین ولم یرہ وقال احمد بن عبد اللہ العجلی عبیدۃ السلمانی کان اعور وکان احد اصحاب عبد اللہ الذین یقرؤن ویفتون وکان شریح اذا اشکل علیہ الشئ قال ان ھھنا رجلا فی بنی سلمۃ فیہ خبرۃ فیرسلھم الی عبیدۃ وکان ابن سیرین من اروی الناس وکل شئ روی ابن سیرین عن عبیدۃ سوی رایہ فھو عن علیؓ ومات سنۃ اثنین وسبعین

او ثلاث من الھجرۃ۔"

اور نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے۔ عبیدۃ السلمانی بفتح العین وکسر الباء والسلمانی باسکان اللام مذکور فی المھذب فی باب القسم بین النساء والنشوز ھو ابو مسلم ویقال ابو عمرو عبیدۃ بن قیس وقیل عبیدۃ بن عمرو وقیل عبیدۃ بن قیس بن عمر المرادی الھمدانی باسکان المیم وبالدال المھملۃ الکوفی التابعی الکبیر یقال لہ السلمانی نسبۃ الی بنی سلمان بطن من مراد قالہ ابن ابن ابی داؤد السجستانی اسلم عبیدۃ قبل وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بسنتین ولم یرہ وسمع عمر بن الخطاب وعلیًا و ابن مسعود و ابن الزبیر وھو مشھور بصحبۃ علی روی عنہ الشعبی والنخعی و ابو حصین و ابن سیرین و آخرون نزل الکوفۃ و ورد المدینۃ وحضر مع علی قتال الخوارج وکان احد اصحاب ابن مسعود الذین یُقرؤن ویفتون وکان شریح اذا اشکل علیہ شئٌ ارسل الی عبیدۃ وکان ابن سیرین من اروی الناس عنہ وقال ابن سیرین ادرکت الکوفۃ بھا اربعۃ یعدون للفقہ فمن بدأ بالحارث ثنی بعبیدۃ ومن بدأ بعبیدۃ ثنی بالحارث ثم علقمہ الثالث وشریح الرابع قال ابن سیرین ما رأیت اشد توقیًا من عبیدۃ وقال ابن نمیر کان شریح اذا اشکل علیہ الامر کتب الی عبیدۃ وانتھی الی قولہ توفی عبیدۃ سنۃ ثنتین وسبعین وقیل ثلاثہ وقیل اربع۔

ایسا ہی مزی تہذیب الکمال میں بترجمہ عبیدۃ لکھتے ہیں۔ قال العجلی کوفی تابعی ثقۃ اسلم قبل وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بسنتین ولم یر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان من اصحاب علیؓ و ابن مسعودؓ وکان اعور وکان شریح اذا اشکل علیہ الشئُ بعث بہ الیہ وکل شئ روی ابن سیرین عن عبیدۃ فھو عن علی سوی رایہ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں بترجمہ عبیدہ لکھا ہے۔ وقال العجلی کوفی تابعی ثقۃ جاھلی اسلم قبل وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بسنتین ولم یرہ وکان من اصحاب علی وعبد اللہ۔

اور نیز ابن حجر نے تہذیب میں بترجمہ عبیدہ کہا ہے۔ وعدّہ علی بن المدینی فی الفقھاء من اصحاب ابن مسعود۔

اَب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ عبیدہ سلمانی بحسب تصریحات اکابر فن رجال مذکورہ بالا، علی کرم اللہ وجہہ کے بلا واسطہ اور بالواسطہ شاگرد ہیں۔ جن کی نسبت ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علیؓ سے شریح و عبیدہ کو شرف تلمّذ و شاگردی حاصل نہ تھا۔ جس سے مطلب یہ ہے کہ کوفہ میں قبل از تشریف آوری سیدنا علیؓ، عبیدہ و شریح کے ذریعہ سے اہل کوفہ کو علم حاصل تھا اور یہ دونوں سیدنا علیؓ سے تعلّق شاگردی نہ رکھتے تھے۔ پھر اس اِفتراء اور غلط بیانی یا نادانی یا ہمہ دانی پر تفریع لاتے ہیں۔ "فانتشر علم الاسلام فی المدائن قبل ان یقدم علی الکوفۃ" یعنی علی کرم اللہ وجہہ کے کوفہ میں تشریف فرما ہونے سے پہلے اہل کوفہ اور باقی شہروں والے مسلمانوں کو علم اسلام پہنچ چکا تھا۔ سُبحان اللہ! اُنگلی کے پیچھے آفتاب کب چھُپ سکتا ہے۔ کُتب تفسیر کے مُلاحظہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علم تفسیر کا اکثر حصّہ سیدنا علیؓ اور آپ کے شاگرد عبداللہ بن عباسؓ سے ماخوذ ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے سوال کیا آپ کا علم بمقابلہ علم علیؓ بن ابی طالب کیا نسبت رکھتا ہے۔ فرمایا کہ جیسا کہ قطرہ سمندر سے۔ علم فقہ کا ماخذ و معدن بھی آپ ہی ہیں اور "کل فقیہٍ فی الاسلام فھو عیال علیہ ومستفید من فقھہ" قضیہ مسلّمہ ہے کیونکہ سارے فقہاء مثل امام ابُو یُوسف و امام محمدؒ وغیرہما امام ابُو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ ایسا ہی امام شافعیؒ نے فقہ امام محمدؒ سے لی ہے اور امام احمدؒ بن حنبل نے امام شافعیؒ سے پس یہ سب لوگ فقہ میں نعمانؒ بن ثابت ابُو حنیفہ کوفی کے ریزہ چین ہیں۔ اور ابُو حنیفہؒ کوفی کا ایک سلسلہ بوساطت عبداللہ بن مسعودؓ اور دُوسرا بذریعہ

حُسینؓ بن علیؓ امیر عرب سیّدنا علیؓ بن ابی طالب کو پہنچتا ہے۔ پہلا سلسلہ حمّاد ابراہیم نخعی علقمہ، عبدُ اللہ بن مسعُود، علی کرم اللہ وجہہٗ علیہمُ الرّضوان، دُوسرا امام جعفر صادق، امام محمد باقر، امام زین العابدین، امام حُسین، سیّدنا علی علیہمُ السّلام (واخبرنی) الامام ابو المحاسن الحسن بن علی فی کتابہ اِلیّ من بخارا اخبرنا ابُو اسحاق ابراھیم بن اسمٰعیل الزاھد الصفار اخبرنا ابو علی الحسین بن علی الصفار انا ابو نصر احمد بن محمّد بن مسلم اخبرنا ابو عبد اللہ محمّد بن عمر اخبرنا ابو محمّد الحارثی باسنادہٖ الی ابی البختری قال دخل ابو حنیفۃؓ علی جعفرؓ بن محمّد الصادق فلما نظر الیہ جعفر قال کانی انظر الیك وانت تحیی سنۃ جدی صلی اللہ علیہ وسلّم بعد ما اندرست وتکون مفزعا لکل ملھوف وغیاثا لکل مھموم بك یسلك المتحیرون اذا وقفوا وتھدیھم الی الواضح من الطریق اذا تحیروا فلك من اللہ العون والتوفیق حتی یسلك الربانیون بك الطریق۔ (مناقب ابی حنیفہ للکردری صاحب فتاویٰ بزازیہ)

یعنی ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب امام جعفر صادق علیہ وعلیٰ آبائہ السّلام کی عالی جناب میں شرفِ حضُور حاصل کیا حضرت امام جعفر صادقؓ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ گویا میں تجھے اپنے نانا پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت کا اُس کے مِٹ جانے کے بعد زندہ کرنے والا دیکھتا ہُوں۔ اور تو ہر مغمُوم مہمُوم (غمگین) کے لیے جائے پناہ اور فریاد رس ہوگا۔ راستہ میں کھڑا ہونے والا حیرت زدہ تیری رہنمائی سے شاہی راستہ کو پائے گا پس تیرے لیے خُدا کی جانب سے اِمداد اور توفیق ہو۔ تاکہ خُدائی لوگ تیرے ارشاد کی اِمداد سے راستہ میں چلیں۔ اِس سے شیعہ حضرات کا یہ اعتراض بھی جاتا رہا کہ امام ابُوحنیفہ کی تقلید کیوں کی جاتی ہے۔

ایسا ہی امام مالکؒ ابن انس نے ربیعہ رائی سے علم حاصل کیا اور اُس نے عکرمہ سے اور عکرمہ نے عبدُ اللہ بن عبّاسؓ سے اور اُس نے سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ سے اور نیز فقہائے صحابہ عمرؓ بن خطاب اور عبدُ اللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فقہ علی کرم اللہ وجہہٗ سے لی ہے خلیفہ ثانی کا رجُوع ہر مشکل میں علیؓ کی طرف اور اُن کے مقولہ لولا علی لھلك عمر اور لاالقیت لمعضلۃ لیس لھا ابو الحسن اور لایفتین احدٌ فی المسجد وعلیٌ حاضر مشہُور ہے یعنی "اگر علیؓ موجُود نہ ہوتا اِس میں شک نہیں کہ عُمرؓ بوجہ غلط فہمی ہلاک ہوگیا تھا۔" "مسجد میں علیؓ کی موجُودگی کے وقت کسی کو فتویٰ دینے کا حق نہیں۔" ایسا ہی امامیہ و اشاعرہ و ماتریدیہ و معتزلہ وغیرہم کے علُوم کا منتہیٰ الیہ بھی علیؓ بن ابی طالب ہی ہیں مسئلہ منبریہ کے مفتی صار ثمنھا تسعًا بلا تامّل اثنائے خطبہ میں کہنے والے آپ ہی ہیں۔ شش ماہی پر وضع حمل اور ایسا ہی حامل زانیہ کے مُفتی آپ ہی ہیں۔ ایسا ہی بوجہ ہیبت خلیفہ ثانیؓ حاملہ عورت کا بچّہ گر جانے پر بھی آپ نے ہی خلیفہ ثانیؓ کو فرمایا تھا (علیك غرّۃٌ) یعنی تجھ پر اے عُمرؓ ایک غلام کا آزاد کرنا واجب ہے۔ حالانکہ پہلے خلیفہ ثانیؓ کو اکابر صحابہؓ سے دریافت کرنے پر یہ جواب ملا تھا "لاشیٔ علیك انما انت مؤدّب" یعنی آپ پر کوئی چیز واجب نہیں کیونکہ آپ ادب سکھانے والے ہیں۔ اُن اصحاب کے متعلق سیّدنا علیؓ فرماتے ہیں "ان کانوا راقبوك فقد غشوك وان کان ھذا جُھدُھم فقد اخطاؤا۔" یعنی اصحابؓ نے اگر تمھاری وجاہت کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو اُنھوں نے تیرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ اور اگر ان کا مبلغ علمی اِتنا ہی تھا تو اُنھوں نے حکم میں غلطی اور خطا کی ہے علمِ عربیّت اور نحو کے مُوجد بھی آپ ہی ہیں۔ ابو الاسود دئلیؒ پر اصُول وقوانین کا اِملا آپ نے فرمایا ہے۔ ازاں جُملہ الکلام کلہ ثلثۃ اشیاء اسم، فعل، حرف، کلمہ کی تقسیم معرفہ اور نکرہ کی طرف اور اعراب کی رفع نصب وجزم پر۔

اِمام ابُوحنیفہؒ کی علمی شان

اِمام ابُوحنیفہ کُوفیؒ سے فقہ وحدیث لینے والوں کے نام بالتفصیل اگر یہاں پر لکھے جائیں تو ایک کتاب بن جائے جو مُمل اور مُخل ہوگی۔ لہٰذا ہم صرف اُن شہروں کا نام لکھ دیتے ہیں جن کے اہالیان نے حدیث وفقہ امام صاحبؒ سے لی ہے:

اہلِ مکّہ، اہلِ مدینہ، اہلِ کُوفہ، اہلِ بصرہ، اہلِ واسط، اہلِ موصل، اہلِ الجزیرہ، اہلِ الرافہ، اہلِ نصیبین، اہلِ دمشق، اہلِ الرملۃ، اہلِ مصر، اہلِ الیمن، اہلِ یمامہ، اہلِ البحرین، اہلِ بغداد، اہلِ الاہواز، اہلِ کرمان، اہلِ اصبہان، اہلِ حلوان، اہلِ استرآباد، اہلِ ہمدان، اہلِ نہاوند، اہلِ الری، اہلِ قومس والدامغان، اہلِ طبرستان، اہلِ جرجان، اہلِ نیشاپُور، اہلِ سرخس، اہلِ مسا، اہلِ مرو، اہلِ بُخارا، اہلِ سمرقند، اہلِ کیش، اہلِ صنعان، اہلِ ترمذ، اہلِ بلخ، اہلِ ہرات، اہلِ قہستان، اہلِ سجستان، اہلِ الرّوم، اہلِ خوارزم۔

علاوہ ان کے ایسے لوگ بھی ہیں جن کا نام نامی کتابوں میں درج ہے اور شہر نامعلُوم۔ ائمّہ اربعہ کے بعد محدّثین وفقہا وعوام، گزشتہ اور موجُودہ زمانہ میں، اگر غور سے دیکھا جائے تو رُوئے زمین پر جتنے حنفی، مالکی، شوافع، حنبلی تھے اور ہیں، باستثناء ان قلیل افراد کے جو بزعم خویش اپنے تئیں مستغنی از فقہ سمجھتے ہیں اور عند الحاجت واقعات کے پیش آنے پر کُتب فقہ کی پناہ لیتے ہیں علمِ تصوّف کے حقائق ومعارف ایسا ہی قال وحال سب کے لیے منتہیٰ الیہ آپ ہی ہیں۔

مضامین مسطُورہ بالا سے بخُوبی ثابت ہوتا ہے۔ کہ بے شک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم علُوم حقّہ کے لیے بمنزلہ شہر کے ہیں اور سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ مثل دروازہ اُس شہر کے۔ اِسی دروازہ کی طرف خُلفائے ثلاثہؓ اور غیرہم کا رجُوع رہا رضی اللہ عنہم اور ہر مشکل میں بابُ العلم (سیّدنا علیؓ) سے مشکل کُشائی ہوتی رہی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وقد بقی خبایا فی زوایا الکلام
وفیما ذکر کفایۃ لمن انصف وعلی اللہ التوکل وبہ الاعتصام

تتمہ

گزشتہ صفحات میں مؤلفِ محترمؒ نے اُن چند مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جو صدیوں سے اُمّتِ مرحومہ کے مختلف فرقوں کے درمیان باعثِ نزاع و تفریق بنے ہُوئے ہیں۔ مندرجہ بالا جائزہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ خُلفائے راشدینؓ کے اپنے زمانہ میں یا تو ان مسائل کا سرے سے کوئی وجُود ہی نہ تھا یا اگر تھا بھی تو ان کی اہمیت بالکل وقتی اَور عارضی رہی۔ اَور باہمی افہام و تفہیم سے اختلافات جلد ہی رفع ہو گئے۔ اگر خلفائے اربعہ علیھم الرّضوان کا مسئلہ خلافت یا کسی اَور اہم مسئلہ میں کوئی شدید اختلاف ہوتا تو اُمّتِ مُسلمہ اُس کامل اتحاد کا مظاہرہ کبھی نہ کر سکتی تھی جس کی بدولت اُس دَور میں حیرت انگیز سُرعت سے پھیلا اَور کُفر و الحاد کے مراکز یکے بعد دیگرے اُکھاڑ پھینکے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مسائل کو اُن مفاد پسند اَور مُفسد غیر مُسلم عناصر نے ہوا دی جو مُسلمانوں کی بڑھتی ہُوئی قوت کو انتشار و افتراق کے ذریعہ کمزور کر دینا چاہتے تھے۔ بدقسمتی سے ان عناصر کو اپنے ناپاک عزائم میں توقع سے بڑھ کر کامیابی ہُوئی اَور وقت گزرنے کے ساتھ ان مسائل کی شدّت اَور ان کے غیر خُوشگوار اثرات کی وُسعت میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔

مؤلفِ محترم کی رائے میں فریقین متعلقہ (یعنی خوارج و اہلِ تشیع) کا اس سلسلہ میں طرزِ عمل درحقیقت اُس افراط و تفریط اَور غلو کا نتیجہ ہے جو اُنھوں نے اپنے اپنے مسلک میں اختیار کیا۔ اَور جس سے بچنے کے لیے اُمّتِ مُسلمہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار تاکید فرمائی گئی ہے۔ اگر فریقین ٹھنڈے دل سے اَور فہم و فراست سے کام لیتے ہُوئے ان مسائل پر غور کرتے تو اُنھیں آسانی سے یہ احساس ہو جاتا کہ یہ مسائل ایسے نہیں کہ ان کی بناء پر اتحادِ مُسلمین کو پارہ پارہ کیا جائے۔

کتاب کا اختتام ہم اُس "ضرُوری تنبیہ" سے کرتے ہیں جو مؤلفِ محترم نے خُود ارشاد فرمائی۔
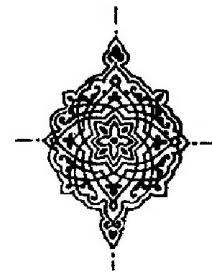
ضرُوری تنبیہ

قَالَ اللہُ تعالیٰ :۔ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ○ (اَلْمَآئِدَۃ ۔ ۷۷)

ترجمہ۔ اَے اہلِ کتاب دین کی بات میں ناحق مبالغہ نہ کرو اَور ایسے لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو جو پہلے (خُود بھی گُمراہ ہُوئے اَور بہُت سے دُوسروں کو بھی گُمراہ کیا اَور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے۔

اللہ تعالیٰ کو اعتدال اَور میانہ روی ہر کام میں پسند ہے اَور یہی صراطِ مُستقیم ہے جس کی درخواست کے لیے ہم مامُور ہیں غلو اَور تجاوز گو دین ہی میں ہو مُوجب ضلالت و غضب الٰہی ہے۔ بہت سے ایسے کام ہیں جو فی ذاتہٖ صحیح بلکہ منجُملہ اسباب کمال ایمان کہلانے کے مُستحق ہوتے ہیں۔ باوجُود اس کے بوجہ غُلو اَور حد سے بڑھ جانے کے بدطینت اَور فاسد الرّائے انسان انہی اُمورِ صحیحہ سے نتائج فاسدہ استنباط کر لیتا ہے۔ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ ایسے نتائج کو شیاطین معنویہ سے تعبیر فرماتے ہیں مثلاً حُبِ اہلِ بیتؓ بشہادتِ قُرآن و حدیث و قرار دادِ اہل اللہ کمال ایمان کا مُوجب ہے بلکہ بلحاظِ اصُول عین ایمان سمجھا گیا ہے۔ اس اصل صحیح میں غُلو کرنے والے دو فرقے ہُوئے۔ ایک فرق نے بُغض و سبّ صحابہؓ کرام کا راستہ لے لیا کہ اُنھوں نے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے (بخیال اُن کے) اہلِ بیتؓ کا منصب اَور حق غصب کر لیا ہے۔ دُوسرا فریق معاذ اللہ خُدا و رسُولؐ اَور جبرئیلؑ تک کے گُستاخ ہُوئے بدیں خیال کہ رُتبۂ اہلِ بیتؓ اَور صحابہؓ سے تقدّم پر نص کیوں نہیں وارد ہُوئی۔ یہ سب اسی اصل صحیح حُبِّ اہلِ بیتؓ میں غُلو کے نتائج فاسدہ ہیں۔ ایسے ہی اللہ کے نیک بندوں کی محبّت خُدا کے قُرب کے ذرائع سے ہے۔ اس کے باوجُود اگر حد سے بڑھ جائے یعنی انھیں نیک بندوں کو معبُود بنا لیا جائے یا اُن کو مُستقل طور پر تصرّف کرنے والے سمجھ لیا جائے یا اس طرح تصرّف میں شریک سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی شرکت کے بغیر جہان کا انتظام نہیں چلا سکتا۔ جیسے سلاطین و اُمراء اپنے نائبین حکّام کے بغیر سلطنت کا انتظام نہیں چلا سکتے اَور اُن کی بات ماننے پر مجبُور ہوتے ہیں تو یہی محبّت مُوجب شرک ہو جائے گی اَور وہی محبّ مُشرک اَور ناقابلِ مغفرت ہو جائے گا۔ لہٰذا حُبِّ اہلِ بیتؓ و مقبُولانِ خُدا صاحب اعتدال اَور صراطِ مُستقیم پر قائم رہنے والوں کے لیے تو مُفید و مُوجب کمال ہُوئی لیکن افراط و تفریط کرنے والے دونوں فریق منجملہ گُمراہوں کے ہُوئے۔